یا اللہ جل جلالہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

☆

دینِ فطرت

از رشحاتِ قلم

خطیبِ اہلسنت حضرت مولانا محمد صدیق نقشبندی ملتانی

ناشر

مکتبہ فریدیہ جناح روڈ ساہیوال

☆

نام کتاب ———— دینِ فطرت

مصنّف ———— خطیبِ اہلسنت مولانا محمد صدیق نقشبندی ملتانی

ضخامت ———— ۱۸×۲۲ / ۸

صفحات ———— ۲۰۰

مطبع ————

ناشر ———— مکتبہ فریدیہ جناح روڈ ساہیوال

کتابت ———— محمد شفیع ظہیر

قیمت ————

تعداد ————

بارِ اوّل ———— اکتوبر ۱۹۷۹ء

☆

Marfat.com

انتساب

میں اپنی اس حقیر پیشکش کو انسانیت کے مونس و غمخوار، مدینے کے تاجدار، اسرارِ ربانی کے رازدار، آقائے نامدار، حبیبِ کردگار، محبوبِ پروردگار، خدا کی خدائی کے خدا کی عطا سے مالک و مختار، رسولِ محتشم، شفیعِ معظم، نبی مکرم، نورِ مجسم، شانِ خداوندی کے مظہرِ اتم، آفتابِ عرب و عجم، خالقِ کائنات کے محبوب، طالب و مطلوب، دانائے کل غیوب، منزہ عن النقائص والعیوب، دعائے خلیل پیغمبر جلیل، مخدومِ جبریل، خدا کی دلیل، صاحبِ قرآن، رب کی برہان، کامل انسان، مالکِ جنان، مخدومِ حور و غلمان، سراجِ منیر، ملجائے غریب و امیر، ماوائے پر تقصیر، شافعِ صغیر و کبیر، نویدِ مسیحا، شمس الانبیاء، احمد مجتبےٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ بیکس پناہ میں پیش کرتا ہوں۔

جنہوں نے انسانیت کو صداقت، عدالت، شرافت، سخاوت، رافت اور اخوت کا درس دے کر بامِ عروج تک پہنچایا۔ جہالت، کفر و شرک اور نفاق کی گھٹا ٹوپ تاریکیوں سے نجات بخشی، علم و عرفان، ایمان اور ایقان کی دولت سے مالا مال کیا۔

گر قبول افتد زہے عز و شرف

بندۂ آثم

محمد صدیق نقشبندی ملتانی

فہرست مضامین

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی حَبِیْبِہِ الَّذِی اصْطَفٰی

دینِ فطرت

بابِ اوّل

اِفتتاحیہ

یہ بات تاریخی مسلّمات میں سے ہے کہ ظہورِ اسلام کے وقت ساری دُنیا بداخلاقی اور بے حیائی کے کمال کو پہنچ چکی تھی۔ یورپ میں قرنہائے تاریکی کا آغاز تھا اور ایشیا میں بدُھ مذہب کا انتہائی انحطاط افریقہ درندہ صفت وحشی انسانوں سے معمور تھا جنوبی وشمالی امریکہ ارضِ قدیم کی نظروں سے مستور تھا۔

اگر مختلف ممالک کی اخلاقی حالت کا ایک دوسرے سے مقابلہ اور موازنہ کیا جائے تو فوراً پتہ لگ جائیگا کہ عرب فواحش ومنکرات میں ہر اک سے گوئے سبقت لے گیا تھا تمام اہلِ عرب صرف ایک بات پر متفق تھے کہ وہ بنی نوع انسان کا افضل ترین گروہ ہیں چنانچہ اس نخوت وتکبّر کا یہ اثر تھا کہ وہ اپنے مقابلے میں تمام دنیا کو مویشیوں کی طرح بے زبان

Marfat.com

اور گونگا سمجھتے تھے اور عجم کے نام سے پکارتے تھے۔

اندرونِ ملک باہمی تنازعات کا یہ حال تھا کہ ہر برادری کا الگ الگ سردار تھا ہر گروہ کا جُدا جُدا خدا، ہر قبیلہ کی علیحدہ علیحدہ طرزِ معاشرت تھی اور اس نفاق و شقاق کی نوبت یہاں تک پہنچی ہوئی تھی کہ ایک قبیلہ دوسرے کا جانی دشمن تھا اور ایک سردار دوسرے کے خون کا پیاسا نظر آتا تھا ان کی تحریر و تقریر اگر تھی تو صرف اتنی کہ اپنی بڑائی کو حریف کے مقابلے میں شدومد اور فخر و مباہات سے بیان کیا جائے اور فریقِ مخالف کی توہین میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کیا جائے ؎

فصاحت کا تھا استعمال ہجو اور خود ستائی میں
نظر میں کوئی جچتا ہی نہ تھا ساری خدائی میں

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے کے بعد زمانہ نے طرح طرح سے رنگ بدلا وقت گزرا صدیاں بیتیں اور عمر کا مسافر کہیں سے کہیں پہنچا نیک و بد کی تمیز ختم ہوگئی خانہ کعبہ بتوں سے بھرپور ہوگیا خدا کی پرستش کا جذبہ دلوں سے مٹ گیا محو ہوگیا ہر سمت ہر گھر ہر محلہ اور ہر بازار سے شرک کی صدائیں بلند ہوئیں ؎

عرب میں ہر طرف تھا دَور دورہ بُت پرستی کا
کوئی اندازہ کر سکتا ہے ان لوگوں کی پستی کا

عرب کی وہ سرزمین جو انبیاء کا گہوارہ تھی جس نے بڑے بڑے جلیل القدر پیغمبروں کے قدموں کو بوسہ دیا تھا نفس پرستی کا شکار ہوگئی قتل و خونریزی کا بازار گرم انسان اور انسان کے درمیان تصادم تھا جنگ و جدال اور لوٹ مار کا دَور دورہ تھا۔ شراب، زنا اور جوئے سے ترکیب پانے والی جاہلی ثقافت زوروں پر تھی۔ انسانیت کا وقار تباہ و تاراج ہوگیا تھا ظلم و ستم انسانیت کا شیوہ بن چکا تھا۔ طاقتور کمزور کو دولتمند غریب کو صاحبِ اختیار لاچار کو اور تندرست بیمار کو ستا رہا تھا دبا رہا تھا مٹا رہا تھا اور فنا کر رہا تھا مکہ اور طائف کے امراء نے سُود کے جال

Marfat.com

پھیلا رکھے تھے غلام سازی کا منحوس ادارہ دھڑلے سے چل رہا تھا۔ قریشِ مکہ نے مشرکانہ مذہبیت کے ساتھ کعبہ کی مجاوری کا کاروبار چلا رکھا تھا ان کے ہاں آداب کا نشان ناپید مروت ختم، محبت فنا، حیا مفقود نظر آتی تھی ؎

کوئی معیار ہی باقی نہ تھا شرم و شرافت کا
کہ رتبہ بھیڑ بکری سے بھی کم تھا ایک عورت کا

الغرض زبردست کی شہنشاہی کمزور کی رسوائی اور تباہی کے سامان مہیا تھے دورِ وحشت کی تاریک رات چھائی ہوئی تھی۔ تمدن کی صبح ابھی تک جلوہ گر نہ ہوئی تھی۔ ملک میں کوئی قانون اور قاعدہ نہیں تھا جہالت اور حماقت کا ایک دریا موجزن تھا جس نے پورے ملک کو اپنی لپیٹ میں لیا ہوا تھا خود غرضی، مکر و فریب اور نفس پرستی کی گھٹا ہر طرف چھائی ہوئی تھی عورت کو ذلیل و حقیر جانور سمجھا جاتا تھا اس سے نہ کوئی مشورہ نہ صلاح نہ نکاح نہ بیاہ نہ کوئی عزت نہ وقار بلکہ ناجائز طور پر اپنے قبضہ تصرف میں رکھا جاتا تھا جبر و تشدد کے کانٹوں سے گلشنِ انسانیت کا دامن اس قدر داغدار اور ملوث ہو چکا تھا کہ بادِ نسیم بھی وہاں قدم دھرنے سے گریز کرتی تھی۔ ایمان کی دولت لٹ چکی تھی، عدل و انصاف صفحۂ ہستی سے محو ہو چکا تھا معصوم بچیاں جیتی جاگتی ہنستی بولتی زندہ درگور کر دی جاتیں غرضیکہ اس سرے سے اُس سرے تک تمام عربستان مصائب و آلام کا میدان بنا ہوا تھا۔

اسی طریق پر گذران کرتے ہوئے اہلِ عرب کو صدیاں گزر چکی تھیں اتنی صدیاں کہ کتبِ سیر سے یہ پتہ چلنا محال ہے کہ اس حالت سے قبل ان کی زندگی کا دستور العمل کیا تھا بڑے بڑے محققین اور مورخین کا اس پر ذرا اختلاف نہیں کہ عرب کے قبائل میں اتحاد و اتفاق جمعیت و قوت اور مواخات و مساوات کا پیدا کرنا بظاہر ناممکنات سے تھا۔

لیکن چند سال بھی گزرنے نہ پائے کہ مقدس مذہب اسلام نے اس ناممکن کو ممکن کر دکھایا اور عرب کی اس طرح کایا پلٹ دی کہ جہاں صدیوں سے دلوں میں کینہ و بغض اور حسد و عداوت

نے گھر کر رکھا تھا وہاں اسلام کے بے عدیل اور بے مثیل اصولوں نے ان کے دلوں پر ایسا گہرا اثر کیا کہ قبائل کی باہمی رقابت کا خیال نقش بر آب کی طرح مٹا دیا اور تمام اہل عرب ایک دوسرے کے بھائی بن گئے اور اخوت اسلامی کی جڑیں اتنی مضبوط ہوگئیں کہ اعلیٰ سے اعلیٰ عرب ادنیٰ سے ادنیٰ عرب پر جان فدا کرنے لگ گیا۔ اسی پر بس نہ تھی بلکہ غیر عربوں کی جو اہل عرب کی نگاہ میں جچتے نہ تھے نہ صرف برابری تسلیم کی گئی بلکہ بعض حالات میں ان کو فوقیت کا دعویٰ ماننا پڑا یہاں تک کہ یونان و ایران کے نازک اندام تو کجا ملک حبش کے سیاہ فام بھی واجب الاحترام سمجھے جانے لگے۔

قصہ مختصر اس تعلیم کی اشاعت کا یہ نتیجہ ہوا کہ بنی آدم خواہ کسی خطہ ارض سے وابستہ ہوں برابر کے انسان سمجھے گئے اور حقوق العباد ہر جگہ مساوی قرار پا گئے جو تجوبہ پسند طبیعت کے انسان معجزات کی ٹوہ میں لگے رہتے تھے انہوں نے ظہور اسلام ہی کو معجزہ سمجھ لیا جو درحقیقت درست تھا تاریخ عالم میں اس امر کا جواب قطعی نفی میں ملتا ہے کہ سوائے حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی اور ہستی نے ابتدائے آفرینش سے لیکر آج تک کوئی اتنا عظیم الشان اور پائندہ معجزہ دکھلایا ہو لہٰذا ضروری ہوا کہ ہم اسلام اور اس کی تعلیمات کا بغور مطالعہ کریں اور ان اسباب کے سمجھنے کی کوشش کریں جو اس لاثانی معجزہ کے اظہار کا موجب ہوئے۔

اس سے آگے ہمیں یہ نظر آتا ہے کہ عرب کے وحشی اسی تعلیم پر عمل کرنے سے نہ محض دنیا جہان کے بادشاہ ہوئے بلکہ انسانوں کو تاریکی اور ظلمات کے گڑھوں سے نکال کر نورِ حقانیت کی روشنی لانے میں بھی کامیاب ہوئے اور دوبارہ اہالیان کرۂ ارض کو لکھنا پڑھنا کھانا پینا اور دیگر اخلاق حسنہ سکھا کر ترقی کی اعلیٰ ترین منزل تک پہنچانے کے باعث ہوئے مہذب دنیا ان احسانات کی آج تک معترف ہے اور تا ابد رہے گی۔

افسوس! دورِ حاضرہ کے ناخلف جانشینانِ اسلام نے اپنے دین کی پاک تعلیم کو بھلا دیا اور آج اتنے شرمندہ و رسوا اور ذلیل و خوار ہوئے کہ اسلام ہی ان کا ماتم کرتا اور ان کے اعمال

پر نادم ہے۔ ؎

وہ معزز تھے زمانے میں مسلماں ہو کر
اور ہم خوار ہوئے تارک قرآں ہو کر

اگر اب بھی اہل جہاں اپنی کج فطرتی کو چھوڑ کر ان زریں اصولوں کی پیروی پہ کمربستہ ہو جائیں جو قانون فطرت یعنی اسلامی تعلیم کا ماحصل ہیں تو دنیا بہشت ہو جائے۔ سکون و اطمینان کی دولت میسر آجائے انسانیت کو عروج حاصل ہو جائے۔

(۲) دعویٰ

خدا تعالےٰ نے قرآن مجید کے اندر ارشاد فرمایا۔

فَاَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ حَنِيْفًا ؕ فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا ؕ لَا تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ ۙ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝

ترجمہ: "اے رسول آپ دین حنیف پر قائم ہو جائیں کیونکہ یہ دین عین اس فطرت کے مطابق ہے جو لوگوں کی سرشت میں داخل ہے اور جو بات اللہ تعالےٰ نے کسی کی سرشت میں رکھ دی اس میں تبدیلی ناممکن ہے یہی راست اور پختہ مذہب ہے مگر بہت لوگ ایسے بھی ہیں جو اس سے بے خبر ہیں۔"

دوسرے الفاظ میں اسلام کا دعویٰ ہے کہ فطرۃً ہر شخص مسلمان ہے چنانچہ سرور کائنات نے اس کی تشریح یوں بیان فرمائی کہ

كُلُّ مَوْلُوْدٍ يُوْلَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ فَاَبَوَاهُ يُهَوِّدَانِهٖ وَيُمَجِّسَانِهٖ وَيُنَصِّرَانِهٖ ۝ (ترجمہ) ہر شخص دین اسلام پر پیدا ہوتا ہے لیکن اس کے

ماں باپ اس کو یہودی مجوسی اور نصرانی بنا دیتے ہیں۔"
دیگر آیات جو اس ارشاد کی تشریح میں آئی ہیں ان میں سے چند ایک ذیل میں درج کی جاتی ہیں۔

۱۔ فَإِنْ أَسْلَمُوا فَقَدِ اهْتَدَوْا۔ (ترجمہ) "لوگ اگر اسلام لے آئیں تو یقیناً ہدایت یافتہ ہو جائیں۔"

۲۔ إِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰى لَكُمُ الدِّيْنَ فَلَا تَمُوْتُنَّ إِلَّا وَأَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ۔ (ترجمہ) بیشک اللہ تعالےٰ نے تمہارے لئے دین اسلام کو انتخاب فرمالیا پس مسلمان ہوئے بغیر نہ مرنا۔

۳۔ يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوا ادْخُلُوْا فِي السِّلْمِ كَافَّةً۔ (ترجمہ) "اے ایمان والو اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ۔"

۴۔ وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ۔ (ترجمہ) اور جو کوئی اسلام کے سوا کوئی دوسرا طریقہ اختیار کرے تو اس کی یہ بات قبول نہیں۔"

۵۔ وَمَنْ أَحْسَنُ دِيْنًا مِّمَّنْ أَسْلَمَ۔ (ترجمہ) "بھلا مذہب کے لحاظ سے اس شخص سے بہتر کون ہے جو مسلمان ہو گیا۔"

۶۔ وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ۔ (ترجمہ) اور اللہ اور اس کا رسول اور مومنین ہی عزت والے ہیں۔"

۷۔ اَلْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِيْنًا۔ (ترجمہ) آج ہم نے تمہارا دین مکمل کر دیا اور اپنی نعمت سے تمہیں پورا پورا مالا مال کر دیا ہماری رضامندی یہی ہے کہ اسلام تمہارا دستور العمل ہو۔"

مندرجہ بالا آیات سے دعویٰ تو صاف عیاں ہے لہٰذا اسے پیش نظر رکھتے ہوئے یہ معلوم کرنا لازمی ہو گیا ہے کہ کیا واقعی اسلام تمام عیوب و نقائص اور کجرویوں سے مبرا ہے اور اس کے اصول و اقعات اور حقیقت پر مبنی ہیں۔ کیا ان اصولوں کی پیروی فطرت کی پیروی ہے اور اس لئے دنیا کی انفرادی اور اجتماعی زندگی میں کامیابی اور فائز المرامی کی کفیل ہے؟ ان سوالات کا جواب اس کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے کہ ایک مسلمان کی زندگی کا دستور العمل ابتدائے حیات سے لے کر منزل ممات تک دنیا کے سامنے رکھ دیا جاتے تاکہ لوگ بخوبی اندازہ لگا سکیں کہ اسلام دنیا کو ایسی دعوت اور چیلنج دینے میں کہاں تک درست ہے۔

جہاں تک دنیوی زندگی کا تعلق ہے اسلام اس کا بہترین دستور العمل ہے یہ دین ہر پہلو سے کامل و مکمل ہے۔ اسلامی اصولوں کی پابندی کرنے سے انسان دنیاوی زندگی کو اعلیٰ سے اعلیٰ طریق پر بسر کر سکتا ہے۔ اسلام نے حضور علیہ السلام کی زندگی کو بطور عملی نمونہ پیش کیا ہے جو آپ کے اسوۂ حسنہ کو اپنائے وہ زندگی کے تمام شعبوں میں ترقی کر سکتا ہے ارشاد باری تعالےٰ ہے۔

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ۔

(ترجمہ) "یقیناً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تم لوگوں کے لئے اسوہ حسنہ ہیں۔"

اور یہ اس لئے کہ آپ اول درجے کے مسلمان تھے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے:۔

قُلْ اِنَّ صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَبِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ ۝

(ترجمہ) "تم فرماؤ بیشک میری نماز اور میری قربانیاں اور میرا جینا اور میرا مرنا سب اللہ کے لئے ہے جو رب ہے سارے جہان کا اس کا کوئی شریک نہیں مجھے یہی حکم ہوا ہے اور میں سب سے پہلا مسلمان ہوں۔"

جب دعویٰ کھلے الفاظ میں پیش ہو چکا اور اس کی عملی صورت بھی بوجہ احسن دکھا دی

گئی اور اس عامل کامل کی تمام حرکات سکنات کو اچھی طرح محفوظ کر لیا گیا تو پھر دنیا کو اسی اسوہ حسنہ کے ذریعے پکار کر سنا دیا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ اللہ اور رسول کی اطاعت کرو بلکہ اس سے بڑھ کر اس مدعا کے حصول کے لئے اس قدر ترغیب دی کہ دنیا میں بہانگ دہل اعلان کر دیا کہ قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ۔ (ترجمہ) "آپ فرما دیجئے کہ اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میرے نقش قدم پر چلو اللہ تمہیں محبوب بنا لیگا۔"

دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا۔ مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ "جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے یقیناً اللہ ہی کی اطاعت کی۔"

جب قانون فطرت اور اس کے عملی نمونہ کی فرمانبرداری کا شوق یا جذبہ یہاں تک پہنچ جائے کہ لوگ اس کے مطابق بصد شوق و ذوق عمل کرنے لگ جائیں تو یہ پیروان دین فطرت مسلمان کا خطاب پاتے ہیں۔ اور اللہ کے رنگ میں رنگے ہوئے نظر آتے ہیں وہ باہم ایک دوسرے کے بازو ہوتے ہیں مگر جو شخص قانون فطرت کی مخالفت کرے اس کا بائیکاٹ کر دیتے ہیں ایسے متفقہ گروہ کی کامیابی یقینی ہوتی ہے اور کیونکہ انہیں اپنی ذات پر پورا بھروسہ ہوتا ہے اس لئے تائید ایزدی ان کی امداد و نصرت کی ذمہ دار ہوتی ہے اور اللہ کا قانون چل نکلتا ہے اور پابند قانون جماعت انفرادی اور اجتماعی حیثیت میں غلبہ حاصل کرتی ہے اس وقت یہ مژدہ جانفزا سنایا جاتا ہے وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ اور جب تک مسلمان رہو گے غالب رہو گے۔

ایسے افراد دور دور جہاں جائیں لوگوں کے لئے نمونہ ہو جاتے ہیں اور اپنی نگاہ حضور علیہ السلام کے اسوہ حسنہ پر لگائے رکھتے ہیں اس طرح مشیت ایزدی کا منشاء پورا ہوتا چلا جاتا ہے۔ اسی طریق پر جناب رسول مقبول کا عمل رہا اور اسی پر صحابہ کرام سلف صالحین عمل پیرا ہو کر معراج ترقی کو پہنچے یہی طریقہ ہے جس کو نام نہاد مسلمانوں نے اب چھوڑ دیا ہے اور ذلیل و خوار ہوئے یہی دین ہے جس کے بہترا اصولوں پر جو قومیں کاربند ہیں وہ دیگر اقوام کے مقابلے میں

علو مرتبت اور رفعت منزلت کی راہیں طے کر رہی ہیں اور فتح و نصرت ان کے قدم چومتی ہیں غرض یہ کہ جو زندگی اصول فطرت یعنی اسلام کے مطابق ہو وہ افراد و اقوام کے لئے یکساں طور پر نہایت مبارک اور کامیاب اطمینان بخش، خوش کن، راحت افزا اور فائز المرام ہوتی ہے۔

یہ زندگی تین حصوں پر منقسم ہے جس میں سب سے اول حقوق النفس کا درجہ ہے تاکہ ہر انسان اپنے جسم و جان کو صحیح و تندرست رکھ کر اپنے آپ کو دیگر حصص زندگی کے فرائض ادا کرنے کے قابل بنا لے اس حالت کے بعد چونکہ سب سے پہلے خالق حقیقی کا شکر یہ لازم ہے لہٰذا پھر حقوق اللہ کا ذکر کیا جائیگا اور سب سے آخری لیکن نہایت ہی اہم درجہ حقوق العباد ہے جس کی نگہداشت کے بغیر انسان کی زندگی دوزخ کے برابر ہے یہی فطرت نے کامیاب دنیا کے لئے مدارج قائم کئے ہیں اور یہی تعلیمات اسلام کا سب سے اہم حصہ ہیں۔

باب دوم

حقوق النفس

جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے اسلامی عقائد کے مطابق بچہ پیدائش کے وقت سلیم الفطرت ہوتا ہے یعنی مسلم ہوتا ہے پھر اس کی تعلیم و تربیت اس پر اپنا رنگ چڑھاتی ہے اور وہ اسی سانچے میں ڈھل جاتا ہے جس میں گردوپیش کے حالات اس کو ڈھال دیتے ہیں بچہ زیادہ سے زیادہ دو سال شیر خوار رہنا چاہیئے اور اس کے بعد اس کو دیگر اغذیہ کی عادت ڈالی جاتی ہے پانچ سال کی عمر میں تعلیم کی ابتداء مستحسن ہے اور سات سال تک وہ اپنے اعمال و افعال کا کسی قدر ذمہ دار قرار دیا جاتا ہے بعد ازاں سن بلوغت تک اسے اپنے ایسے اعمال پر صرف تنبیہہ کافی ہے جو قانونِ فطرت یعنی اسلام کے خلاف ہوں تاکہ اس کی زندگی میں ناخوشگوار حالات پیدا نہ ہوں۔

۱۔ صفائی

جونہی بچہ بالغ ہوا قوم کا ایک ایسا فرد قرار پا گیا جو اپنے کل اعمال و افعال اور حرکات و سکنات کا ذمہ دار ہو اور اس پر سب سے اوّل حق اپنی جان کی حفاظت کا ہے چنانچہ قرآن شریف میں ہے کہ

لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَھَا۔ "اللہ کسی جان پر بوجھ نہیں ڈالتا جو اس کی برداشت سے باہر ہو۔"

اس حفاظت کا بہترین طریقہ صفائی کی عادت ہے اس کے لئے اسلام نے جسم پر کسی

گندگی کے لگ جانے پر، بول وبراز سے فراغت پانے پر اور نماز کے پڑھنے سے پہلے نہانا استنجا کرنا اور وضو کرنا فرض کر دیا چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوا وُجُوهَكُمْ وَأَيْدِيَكُمْ إِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوا بِرُءُوسِكُمْ وَأَرْجُلَكُمْ إِلَى الْكَعْبَيْنِ ۚ وَإِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوا۔

(ترجمہ) اے ایمان والو جب نماز کو کھڑے ہونا چاہو تو اپنا منہ دھولو اور کہنیوں تک ہاتھ اور سروں کا مسح کرو اور گٹوں تک پاؤں دھولو اور اگر تمہیں نہانے کی حاجت ہو تو خوب ستھرے ہو لو۔

گویا دن میں کم از کم پانچ مرتبہ ہاتھ منہ دھونا دانت اور ناک صاف کرنا اور سر پر پانی ڈالنا ضروری ہے اس کے علاوہ ہر جمعہ اور عیدین کو نہانا ضروری ہی نہیں بلکہ بڑے ثواب کا باعث قرار دیا گیا چنانچہ حدیث میں آیا ہے۔

مَنِ اغْتَسَلَ ثُمَّ اَتَى الْجُمُعَةَ فَصَلَّى مَا قُدِّرَ لَهٗ ثُمَّ اَنْصَتَ حَتّٰى يَفْرُغَ مِنْ خُطْبَتِهٖ ثُمَّ يُصَلِّيْ مَعَهٗ غُفِرَ لَهٗ مَا بَيْنَهٗ وَبَيْنَ الْجُمُعَةِ الْاُخْرٰى۔ (مسلم شریف)

(ترجمہ) "جس نے غسل کیا اور جمعہ کے لئے آیا اور اپنے حصے کی نماز پڑھی پھر خطیب کے خطبے سے فراغت تک خاموش رہا اس کے اس جمعہ اور پہلے جمعہ کے درمیانی گناہ معاف کر دئے گئے"

اس کے علاوہ کنگھی کرنا سر میں تیل لگانا پسندیدہ ہے اور دانتوں کو صاف رکھنے کی تو اس قدر تاکید ہے کہ جناب رسالت مآب فرمایا کرتے تھے۔

لَوْلَا اَنْ اَشُقَّ عَلٰى اُمَّتِيْ لَاَمَرْتُهُمْ بِالسِّوَاكِ عِنْدَ كُلِّ صَلٰوةٍ

(ترجمہ) اگر مجھے اپنی امت کی تکلیف کا احساس نہ ہوتا تو ہر نماز کے وقت مسواک

کا کرنا فرض کر دیتا"۔

ایک اور حدیث میں ہے اَلسِّوَاكُ مُطَهَّرَةٌ لِلْفَمِ مَرْضَاةٌ لِلرَّبِّ۔ یعنی مسواک منہ کی پاکیزگی کا سبب ہے اور پروردگار کی خوشنودی کا باعث۔

ایک روایت میں ہے کہ دس باتیں فطرت سے ہیں یعنی دس دین کی باتیں ہیں (۱) لبوں کے بال کٹوانا (۲) داڑھی کا بڑھانا (۳) مسواک کرنا (۴) ناک میں پانی ڈالنا۔ (۵) ناخن کٹوانا (۶) انگلیوں کے جوڑوں کا دھونا (۷) بغل کے بال اکھاڑنا (۸) زیر ناف بالوں کا مونڈنا۔ (۹) استنجا میں تھوڑا پانی خرچ کرنا۔ (۱۰) کلی کرنا۔

اسی طرح وضو کے علاوہ کھانے کے بعد کلی کرنا اور منہ کو اندر سے صاف رکھنا بھی حکماً ضروری ہے۔ ارشاد ربانی ہے لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْٓ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ ۔"بیشک ہم نے انسان کو اچھی شکل میں پیدا کیا۔" اس لئے ہرگز یہ مناسب نہیں کہ انسان اسے ناپاک یا گندہ رکھنے سے بدصورت بنا دے بلکہ آدمیت کے لئے امر اولین یہی ہے کہ اپنی شکل و صورت کو پاک وصاف رکھا جائے۔

۲۔ لباس

جسم کی صفائی کے بعد لباس کی صفائی کا نمبر ہے۔ عربی کی مثل ہے کہ لباس ہی انسان کو انسان بناتا ہے۔ ارشاد باری تعالےٰ ہوتا ہے یٰبَنِیْٓ اٰدَمَ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَیْكُمْ لِبَاسًا یُّوَارِیْ سَوْاٰتِكُمْ وَرِیْشًا (ترجمہ) "اے بنی نوع انسان ہم نے تمہارے لئے لباس اُتارا جو تمہاری پردہ پوشی کرے اور باعثِ زینت ہو"

اس آیت سے صریحاً ثابت ہے کہ لباس ایسا پہننا چاہیئے جو استطاعت کے مطابق باعث عزت ہو۔ لباس کی پاکیزگی اور ستھرا ہونے پر اتنا زور دیا گیا ہے کہ کسی مجمع یا مجلس یا نماز میں جاؤ تو عمدہ لباس پہن کر جاؤ اور اگر ایسا لباس میسر نہ ہو تو جو بدن پر موجود ہے اُسے ہی اچھی طرح دھو کر صاف کر لیا کرو اور اس کا اتنا خیال رکھا کہ کلام اللہ میں فرما دیا۔

"لباس کے وقت خوب زیب وزینت کا لباس پہنا کرو"

لباس کے متعلق یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ وہ ایسا ہو جو مردوں کو کاہل اور آرام طلب نہ بنادے اور عورتوں کو اکھڑ نہ بنادے اس لئے صنفِ نازک کے واسطے ریشم کمخواب وغیرہ نرم سے نرم لباس جائز قرار دئیے گئے جو مردوں پر حرام ہوئے۔

لباس میں اسلامی شریعت نے قطع و وضع کی کوئی قید نہیں لگائی البتہ یہ بات لازمی کر دی کہ مرد اپنے جسم کو خصوصاً ناف سے لیکر گھٹنوں تک کبھی ننگا نہ کرے اور ایسا ہی عورت کے لئے ہاتھ پاؤں اور منہ کے سوا کسی حصہ جسم کو کھلا رکھنا حیاسوزی اور بے غیرتی کا موجب ہوا۔ مگر چونکہ قدرت نے عورت کو مردوں کے لئے باعث عیش و راحت بنایا اس واسطے ان پر ہر قسم کا بناؤ سنگار اور زیورات مباح کر دیئے۔ علاوہ ازیں اس بات کی تاکید کی ہے کہ لباس کبھی گندہ یا میلا یا پلید نہ ہو ورنہ اس کا پہننے والا نہ صرف حقوق اللہ کی نگہداشت سے قاصر رہیگا بلکہ انسانیت سے عاری سمجھا جائیگا۔ قطع و وضع کی حد نہ لگانے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ ہر ملک کے لوگ اپنی آب و ہوا اور اوضاع و اطوار کے مطابق لباس اختیار کر سکیں بشرطیکہ جسم کے وہ حصے ننگے نہ ہوں جن کا چھپانا فرض کر دیا گیا ہے۔

لباس کے سلسلے میں اس بات کا بھی خاص خیال رکھنا چاہیئے کہ مرد عورتوں کا سا اور عورتیں مردوں کا سا لباس نہ پہنیں اس طرح مشابہت لازم آتی ہے اور حضور علیہ السلام نے فرمایا عورتوں سے مشابہت کرنے والے مردوں کو اور مردوں سے مشابہت کرنے والی عورتوں کو اللہ تعالیٰ نے لعنت فرمائی ہے۔ آجکل کے نوجوان جو رنگین بھڑکیلا اور شوخ رنگ کا لباس استعمال کرتے ہیں اور عورتوں کی طرح لمبے لمبے بے تکے بال بڑھا لیتے ہیں یا وہ عورتیں جو اپنے بال کٹواتی ہیں اور مردوں کی طرح سفید لباس پہنتی ہیں رسول کریم کی اس حدیث کی رو سے ملعون ہیں۔ کاش آج کا نوجوان حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ

کی شکل وصورت اور سیرت وکردار کا آئینہ ہوتا اس کا لباس اسلامی تہذیب وتمدن کا پتہ دیتا لیکن کتنے افسوس کی بات ہے کہ ہمارے ہاں کے اکثر نوجوان ان غیر ملکی اوباش طبع لوگوں کی تقلید کرتے ہیں جو غیر ملکی کلبوں کی پیداوار ہیں یہی حال آجکل کی اکثر نوجوان تعلیم یافتہ لڑکیوں کا ہے کہ وہ عفت مآب خاتون بننے کی بجائے ان عورتوں کے نقش قدم پر چلنا اپنا مقصد حیات سمجھ بیٹھی ہیں جو شب وروز سینماؤں، کلبوں، تھیٹروں بڑے بڑے ہوٹلوں اور ٹیلیویژن کی زینت بنتی ہیں۔

۳۔ خوراک

صحت وتندرستی کو قائم رکھنے کے لئے خوراک ازبس ضروری ہے اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے اُحِلَّ لَکُمُ الطَّیِّبَاتُ تمہارے لئے تمام پاکیزہ چیزیں حلال کردی گئی ہیں۔ لہٰذا تمام سبزیاں، ترکاریاں، گوشت، اناج، لذیذ خوش ذائقہ پھل اور میوے کھانے کے لئے پیدا کئے گئے ہیں۔ پینے کے لئے دودھ کی فراوانی کی۔ ارشاد ربانی ہوتا ہے،

نُسْقِیْکُمْ مِّمَّا فِیْ بُطُوْنِہٖ مِنْۢ بَیْنِ فَرْثٍ وَّ دَمٍ لَّبَنًا خَالِصًا سَآئِغًا لِّلشّٰرِبِیْنَ ۝

(ترجمہ) "ہم تمہیں پلاتے ہیں اس چیز میں سے جو ان کے پیٹ میں ہے گوبر اور خون کے درمیان میں سے خالص دودھ جو گلے میں آسانی سے اترتا ہے، پینے والوں کے لئے۔"

صرف ان اشیائے خورد ونوش سے پرہیز لازمی قرار فرمایا جن سے جان کے تلف ہو جانے یا مختلف بیماریوں اور متعدی امراض کے پھیلنے کا اندیشہ ہو یا اخلاق انسانی پر بُرا اثر پڑے مثلاً درندے، مردار اور خنزیر کا گوشت ہر قسم کا بہتا ہُوا خون وغیرہ۔

گوشت میں بکرے اور مچھلی کا گوشت خاص طور پر ذکر کیا گیا کہ وہ سب سے زیادہ مزیدار اور خوشگوار ہیں۔ اور ہر جگہ بآسانی میسر آسکتے ہیں۔ شکار کردہ پرندوں کے گوشت کی بھی

تعریف فرمائی اور ثمرات کا جو انسان کو فطرۃً مرغوب ہیں جابجا کلام اللہ میں تذکرہ فرمایا۔ اور خرما، انگور، انار، زیتون، سیب اور دیگر تمام پھلوں کو اپنے انعامات میں شمار کر کے ارشاد کیا کہ یہ سب تمہارے کھانے کے واسطے پیدا کئے گئے۔ غرضیکہ ہر قسم کے لذیذ کھانے قسم قسم کے پاکیزہ پھل اور گوناگوں مفرح شربت نفس کا حق ہیں البتہ وہ چیزیں قابلِ نفرین ہیں جو مضر صحت ہوں یا جن کے استعمال سے عقل و ہوش گم ہو جانے کا احتمال ہو مثلاً شراب وغیرہ۔

اوپر لکھا جا چکا ہے کہ جان کی حفاظت انسان کا فرض اولین ہے اس واسطے کھانے پینے کی جو چیزیں حرام و ممنوع قرار دی گئی ہیں وہ بھی ایسی حالت میں کہ جان خطرہ میں ہو اور کوئی کھانے پینے کی چیز نہ مل سکے کھانی حلال کر دی گئی ہیں۔

ان ضروری ہدایات کے بعد حکم عام ہے کہ انسانی تندرستی اور جسم و جان کے لئے جو چیزیں مفید ہیں ان کو خوب کھاؤ پیو مگر اسراف سے روکا گیا کیونکہ تضیع مال سے معاشیات پر برا اثر پڑتا ہے۔

۴۔ معاش

خوراک و لباس آخر مفت میسر نہیں آتے اور بھیک مانگنا نہایت نامعقول اور مذموم فعل ہے اس لئے نفس کی جائز خواہشات اور ضروریات کو پورا کرنے کے لئے کسبِ معاش کی تلاش از حد ضروری ہے۔ شریعت نے اس کے لئے بڑا وسیع میدان چھوڑ دیا ہے۔ سب سے پہلے زراعت کو لیجئے یہ انسان کو بالکل مستغنی کر دیتی ہے۔ خدا کی زمین میں ہل جوت کر آدمی اپنی محنت سے جو چاہے پیدا کرے، خود کھائے دوسروں کو کھلائے، یہی وجہ ہے کہ زراعت ایک مبارک پیشہ ٹھہرایا گیا ہے۔ اس پیشے میں انسان کے لئے توکل علی اللہ کا درس موجود ہے زمیندار زمین کے اندر بیج ڈال کر اللہ تعالےٰ پر بھروسہ کر کے بیٹھ جاتا ہے پھر خدا تعالےٰ اس کو اس توکل کا صلہ یہ دیتا ہے کہ زمین کی تاریکیوں سے بیج کو نکال کر لہلہاتی کھیتی میں تبدیل کر دیتا ہے بارش برسا کر اس کھیتی کی نشوونما کرتا ہے۔

Marfat.com

۵ پالتا ہے بیج کو مٹی کی تاریکی میں کون؟
کون دریاؤں کی موجوں سے اُٹھاتا ہے سحاب؟
کون لایا کھینچ کر پچھم سے بادِ سازگار
خاک یہ کس کی ہے؟ کس کا ہے یہ نورِ آفتاب
کس نے بھر دی موتیوں سے خوشۂ گندم کی جیب
موسموں کو کس نے سکھلائی ہے خوئے انقلاب (اقبالؔ)

اس کے بعد تجارت کا پیشہ ہے جو اقوام کی ترقی کا سب سے بڑا ذریعہ ہے اور جس کی قرآن مجید میں بارہا تعریف کی گئی ہے اور حلال اشیاء کی تجارت نہ صرف جائز قرار دی گئی بلکہ اس کو مستحسن قرار دیا اس کے بعد صنعت و حرفت اور دیگر ایسے ذرائع معاش ہیں جن سے بنی نوع انسان کو فائدہ آسائش اور آرام پہنچ سکے مثلاً سپہ گری، انجینئری، تعلیم، وکالت، طباعت، طبابت اور حکمت و کتابت وغیرہ کہ ان میں سے اپنی اپنی طبع کے میلان کے مطابق ہر شخص جو کسب چاہے اپنے واسطے انتخاب کر کے اس سے اپنے لئے معاش پیدا کر سکتا ہے اس کے بعد مزدوری اور سب سے آخری درجہ نوکری یا ملازمت ہے جو تحصیل روزگار کا افضل ترین ذریعہ ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ نوکری انسان کی آزادی میں ہی فرق نہیں ڈالتی بلکہ روحانی اور دماغی نشوونما کو بھی روکتی ہے اسی لئے کسی نوکر یا غلام کو اس قدر فارغ البال کر دینا کہ اسے غلامی کی ضرورت نہ رہے اسلام میں ثوابِ عظیم کا کام ہے اور جب تک کوئی شخص ملازم یا نوکر رہے اس کے ساتھ مساوات کا سلوک کرنے کی تاکید آئی ہے۔

اسلام تاکید کرتا ہے کہ آمدنی جائز ذرائع سے حاصل کی جائے وہ اس نفع کو جو حرام ذرائع سے حاصل ہو دوزخ کی آگ قرار دیتا ہے۔ حلال کی طلب اور حرام سے بچنے کی ہدایت کے ساتھ ساتھ اِن چیزوں کی نشاندہی بھی کر دی گئی ہے جو حرام ہیں ان میں سب سے بڑھ کر سود ہے خواہ اس کی کوئی بھی شکل ہو۔

Marfat.com

ظاہر میں تجارت ہے حقیقت میں جوا ہے
سود ایک کا لاکھوں کے لئے مرگِ مفاجات (اقبال)

اسی طرح اسلام آمدنی کے اُن تمام ذرائع کو بند کر دیتا ہے جو غیر منصفانہ ہیں اور جن کی وجہ سے معاشرے میں فساد اور عدم استحکام رونما ہوتا ہے۔ اسلام حلال کے ساتھ ساتھ "طیب" کی بھی قید لگاتا ہے چنانچہ ارشاد ہوتا ہے یَا اَیُّھَا النَّاسُ کُلُوْا مِمَّا فِی الْاَرْضِ حَلٰلًا طَیِّبًا (ترجمہ) "اے لوگو! جو چیزیں زمین میں موجود ہیں ان میں حلال پاکیزہ چیزیں کھاؤ۔"

مطلب یہ کہ کسی معاش میں محض یہ احتیاط کافی نہیں ہے کہ چیز اللہ کی حرام کی ہوئی اشیا کی فہرست میں نہ ہو بلکہ یہ بھی ضروری ہے کہ چیز جائز طریقے اور ذریعے سے حاصل کی جائے ورنہ اگر جائز ذریعہ سے حاصل نہ کی جائے گی تو وہ چیز بھی حرام ہی قرار پائے گی اگرچہ وہ بجائے خود حرام کی فہرست میں نہ ہو۔

اے طائرِ لاہوتی اس رزق سے موت اچھی
جس رزق سے آتی ہو پرواز میں کوتاہی (اقبال)

طلبِ حلال کے ساتھ ساتھ اسلام انسان کو جائز مصارف پر دولت خرچ کرنے کی ترغیب بھی دیتا ہے۔ اور اسراف اور حرام کاموں پر خرچ کرنے سے روکتا ہے جس کی وجہ سے دولت کا بے جا استعمال رُک جاتا ہے نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ انسان کی معاشی زندگی کا معیار بلند ہونے لگتا ہے جب معیارِ زندگی بلند ہوگا تو اخلاقِ حسنہ، ہمدردی، ایثار، غُربا و مساکین کی امداد، سخاوت اور خیرات جیسی نیکیاں پیدا ہونگی جو انسان کو ہر دلعزیز بنا دیتی ہیں۔ انسان کا وقار بلند ہو جاتا ہے۔ سوسائٹی میں اس کو اچھی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے وہ ملک و ملّت کے لئے ایک مفید رکن ثابت ہوتا ہے آڑے وقت میں ملک کی احسن طریقے سے خدمت کر سکتا ہے رفاہِ عامہ کے کاموں میں حصّہ لے سکتا ہے اپنے قبیلے اور خاندان کی اصلاح کر کے اسے ترقی کی راہ پر چلا سکتا ہے۔

۵۔ زوجیّت

بالغ مرد اگر قوی تندرست ہو اور اسے کھانے پینے اور معاش کی طرف سے بے فکری حاصل ہو جائے تو نفس کا سب سے بڑا اور فطری حق نکاح ہے حضور علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ جو مرد بیوی کے نان ونفقہ کی توفیق رکھتا ہو اس کے لئے شادی کرنا واجب ہے ورنہ وہ قانون فطرت کو توڑنے والا ہوگا۔ شادی کے لئے بالعموم ایک عورت کافی ہے مگر خاص حالات میں بعض اشخاص کو زیادہ سے زیادہ چار بیویوں کے رکھنے کی اجازت ہے۔ چونکہ شادی کی غرض رفاقت اور جانبین کا راحت و آرام سے زندگی بسر کرنا ہے اس لئے یہ تعلق اس قدر باعث تکلیف نہ ہو کہ کوئی فریق برداشت نہ کر سکے۔ اسی لئے حکم ہے کہ نکاح سے پہلے لڑکے اور لڑکی کی شکل وصورت، علم وفضل، معاش اور خاندانی حالات کو اچھی طرح دیکھ لو۔ تمام حالات کی تحقیق کے بعد اگر باہمی پسندیدگی کا اظہار کیا جائے تو نکاح کر دیا جائے ورنہ احتراز مناسب ہے چنانچہ ارشاد ہوتا ہے فَانْكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَآءِ یعنی جو عورتیں تمہیں پسند آئیں ان سے شادی کرو۔ مگر عورت مشرکہ اور کافرہ نہ ہو۔

ان حالات کے بعد بھی بدقسمتی سے اگر کوئی ایسا جوڑا بن جائے کہ ان کی آپس کی موافقت مفقود ہو جائے اور وہ ایک دوسرے کی جان کا وبال بن جائیں تو چار و ناچار علیحدگی اختیار کرنے کی اجازت ہے جسے طلاق کہتے ہیں کیونکہ خدا تعالےٰ کسی جان کو ایسی تکلیف دینا نہیں چاہتا جس کی برداشت کی طاقت اس میں نہ ہو۔

جس طرح بالغ مرد کے لئے نکاح ضروری ہے اسی طرح بالغ عورت کو بھی ہدایت ہے کہ وہ بھی کسی غیر مسلم سے شادی نہیں کر سکتی خواہ وہ کتنا ہی حسین وجمیل اور مالدار کیوں نہ ہو۔ اگر عورت کا خاوند ناقابل برداشت ظلم روا رکھے نامرد نکل آئے یا ہمیشہ بیمار رہتا ہو یا کسی متعدی مرض کا شکار ہو جائے جس سے عورت کی زندگی خراب ہو جانے کا خطرہ لاحق ہو جائے یا اپنی عورت پر زناکاری کا جھوٹا الزام لگائے تو قاضی یا حاکم کے ذریعے

ان امور میں سے کسی ایک کا ثبوت دے کر علیحدگی حاصل کرسکتی ہے بعض اوقات ایسے حالات بھی پیش آجاتے ہیں کہ متذکرہ بالا شکایات میں سے کوئی شکایت نہ بھی ہو تو باہمی نفاق و شقاق اور طعن و تشنیع سے زندگی تلخ ہوجاتی ہے ایسی حالت میں عورت کو اختیار رہے کہ خاوند کو کچھ دے دلا کر طلاق حاصل کرے۔ اسے طلاق خلع کہتے ہیں۔

جاننا چاہیئے کہ نکاح میں سات فائدے ہیں۔

۱۔ اولاد کا ہونا: نیک اولاد والدین کی وفات کے بعد ان کے لئے مغفرت کی دعا کرتے ہیں اور ایصالِ ثواب کے ذریعے ان کو فائدہ پہنچاتے ہیں اور جو چھوٹے بچے مرجاتے ہیں وہ قیامت کے دن والدین کے لئے شفیع ہونگے حضور علیہ السلام نے فرمایا اِنَّ الطِّفْلَ یَأْخُذُ ثَوْبَ اَبَوَیْهِ وَیَجُرُّ اِلَی الْجَنَّةِ قیامت کے دن چھوٹے بچے اپنے والدین کا دامن پکڑ کر جنت میں کھینچ لے جائینگے۔ ایک مقام پر حضور علیہ السلام نے فرمایا جس کے تین بچے مرجائیں اللہ اس کو اپنے فضل سے جنت میں داخل فرمائے گا۔

۲۔ شیطان سے حفاظت: مباشرت کی آرزو میں کمی اور بدنگاہی سے حفاظت۔ ار حدیث میں ہے مَنْ نَکَحَ فَقَدْ حَصَّنَ نِصْفَ دِیْنِهٖ یعنی جس نے نکاح کرلیا اس نے اپنے نصف دین کو قلعہ میں کرلیا۔ ایک حدیث میں ہے جس نے نکاح کیا اس نے شیطان کے شر سے نجات پائی۔ ایک جگہ فرمایا اِنَّ الْمَرْاَةَ اِذَا اَقْبَلَتْ اَقْبَلَتْ فِیْ صُوْرَةِ الشَّیْطَانِ فَاِذَا رَاٰی اَحَدُکُمْ اِمْرَاَةً فَاَعْجَبَتْهُ فَلْیَاْتِ اَهْلَهٗ فَاِنَّ مَعَهَا مِثْلَ الَّذِیْ مَعَهَا۔ (ترجمہ) جب عورت سامنے آتی ہے تو شیطان کی صورت میں دکھائی دیتی ہے پس جب تم سے کوئی مرد کسی عورت کو دیکھے اور وہ اسے بھلی معلوم ہو تو اسے چاہئیے کہ اپنی منکوحہ سے آکر صحبت کرے بیشک اس کی منکوحہ کے ساتھ وہی ہے جو اس عورت کے ساتھ ہے۔

ایک اور حدیث میں یوں وارد ہے لَا تَدْخُلُوْا عَلَی الْمُغَیَّبَاتِ فَاِنَّ الشَّیْطَانَ یَجْرِیْ مِنْ اَحَدِکُمْ مَجْرَی الدَّمِ۔ یعنی تم جوان عورتوں کے پاس تنہائی میں نہ جاؤ بیشک

شیطان تمہارے جسم میں خون کی طرح دوڑتا ہے۔

۳۔ قلبی راحت :۔ دل کو عورتوں کے حسن و جمال دیکھنے سے راحت حاصل ہوتی ہے ارشادِ خداوندی ہے وَمِنْ آيَاتِهِ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْا اِلَيْهَا (ترجمہ) اور اس کی نشانیوں سے ہے کہ تمہارے لئے تمہاری ہی جنس سے جوڑے بنائے کہ ان سے آرام حاصل کرو۔

۴ :۔ گھر کی تدبیر اور اس کی آرائش سے فرصت حاصل ہوتی ہے صالح عورت کا گھر میں ہونا اللہ کی نعمت ہے۔ حضور نے فرمایا ایک صالح عورت ہزار غیر صالح مردوں سے بہتر ہے۔ حضرت فاروق اعظم فرماتے ہیں مَا اُعْطِيَ اَحَدٌ بَعْدَ الْاِيْمَانِ بِاللّٰهِ خَيْرٌ مِّنْ اِمْرَأَةٍ صَالِحَةٍ ایمان کے بعد اللہ نے صالح عورت سے بہتر کوئی چیز عطا نہیں فرمائی۔

۵۔ جہادِ نفس :۔ نکاح مجاہدہ نفس ہے کیونکہ اس کے بعد حقوق کا لحاظ بدخوئی پر صبر اور اصلاح میں کوشش اور عدل بین الازواج لازمی ہے سرورِ کائنات نے فرمایا عَدْلُ سَاعَةٍ خَيْرٌ مِّنْ عِبَادَةِ سِتِّيْنَ سَنَةٍ قَامَ لَيَالِيْهَا وَصَامَ نَهَارَهَا (ترجمہ) ایک لحظہ کا عدل ساٹھ سال کی عبادت سے افضل ہے جس کی رات قیام اور دن روزہ میں گزرا ہو۔

دوسرے مقام پر ارشادِ نبوی ہے مَا اَنْفَقَ الرَّجُلُ عَلٰى اَهْلِهٖ فَهُوَ صَدَقَةٌ وَاِنَّ الرَّجُلَ فِيْ نَفَقَةِ امْرَأَتِهٖ يُدْرِكُ دَرَجَةَ الْغَازِيْ ۔ (ترجمہ) جو کچھ تم اپنے اہل پر خرچ کرو گے وہ ثواب میں مثل صدقہ کے ہے اور اپنی عورت کو خرچ دینے والا مرد غازی کا ثواب پائیگا۔

ایک جگہ فرمایا اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْفَقِيْرَ الْمُتَعَفِّفَ ذَا الْعِيَالِ (ترجمہ) بیشک اللہ تعالٰے فقیر، عیالدار، پارسا کو دوست رکھتا ہے۔

۶ :۔ نکاح سے قرابت بڑھتی ہے اور محبت کی نسبت غالب ہوتی ہے۔ اسی لئے حدیث میں ہے اچھے گھرانے میں نکاح کرو تاکہ اچھا پانی اچھی زمین میں جائے اور اولاد صالح پیدا ہو۔

Marfat.com

۷۔ نکاح سے غنا حاصل ہوتا ہے۔ ارشاد خداوندی ہے۔

اِنْ یَّکُوْنُوْا فُقَرَاءَ یُغْنِہِمُ اللّٰہُ مِنْ فَضْلِہٖ

ترجمہ:۔ اگر وہ فقیر ہونگے تو اللہ تعالےٰ انہیں اپنے فضل سے غنی کر دیگا۔ چھ قسم کی عورتوں سے پرہیز کرنا چاہیئے یعنی ان سے شادی کرنے میں احتیاط ضروری ہے۔

۱۔ شداقہ:۔ جو بات کرنے میں ہونٹ چبائے اور آواز نہ بنائے۔

۲۔ انانہ:۔ جو ہمیشہ اپنے آپ کو بیمار بنائے رکھے۔

۳۔ منانہ:۔ جو شوہر پر احسان جتلائے۔

۴۔ حداقہ:۔ جو بات کرنے میں آنکھیں مٹکائے اور ابرو سے اشارہ کرے۔

۵۔ براقہ:۔ جو برق کی طرح تیز طرار ہو اگر شوہر ایک سنائے تو وہ نشتر سنائے۔

۶۔ حنانہ:۔ جو شوہر اوّل سے اولاد رکھتی ہے۔

یہ بھی جان لینا چاہیئے کہ خوبصورت نیک عادت سیاہ آنکھ والی لمبے بالوں والی موٹی آنکھوں والی سفید رنگ کی عورت شوہر کی وفادار اور دوستدار ہوتی ہے حوران بہشتی کی اللہ نے انہیں اوصاف سے تعریف کی ہے۔

آدابِ نکاح

نکاح کرنے کے بعد آدابِ نکاح بجا لانا ضروری ہے۔ آدابِ نکاح حسب ذیل ہیں۔ (۱) زوجہ کو اپنے گھر میں لانا (۲) دو رکعت شکرانہ ادا کرنا (۳) پہلی ہی شب میں مباشرت کرنا بشرطیکہ کوئی چیز مانع نہ ہو (۴) دعوت ولیمہ کرنا (۵) زوجہ سے خوش خوئی کرنا (۶) زوجہ کے ساتھ خوش طبعی اور ملاعبت کرنا (۷) زوجہ کو گستاخ نہ بنانا (۸) زوجہ کو نصیحت کرنا اور غیرت دلانا (۹) کھانے پینے کی تکلیف نہ دینا (۱۰) زوجہ کو غسل اور حیض و نفاس کے مسائل نماز روزہ اور عقائد اسلام کی تعلیم دینا (۱۱) اگر کئی عورتیں ہوں تو ان میں عدل کرنا (۱۲) آپسمیں اگر ناراضگی ہو جائے تو اس کو دور کرنا۔

۶۔ "ترقی جاہ"

فطرتاً ہر انسان کی یہی خواہش ہوتی ہے کہ وہ مال وجاہ میں ترقی کرے اور یہ ایک جائز اور مفید خواہش ہے اور اسلام نے حسب ذیل آیات میں اس کی ترغیب وتحریص دلائی ہے زمینداروں کو مخاطب کر کے فرمایا:

وَلَکُمْ فِیْهَا جَمَالٌ حِیْنَ تُرِیْحُوْنَ وَحِیْنَ تَسْرَحُوْنَ

ترجمہ: اور ان میں تمہاری رونق ہے جب ان (مویشیوں) کو چرا کر لاؤ تب بھی اور جب چرانے لے جاؤ تب بھی۔ یَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا وَیُرْبِی الصَّدَقٰتِ یعنی اللہ سود کو گھٹاتا اور خیرات کو بڑھاتا ہے۔

اسی طرح صنعت وحرفت کی بھی توثیق کی گئی اور جان کو آرام دینے کی خاطر قسم قسم کی سواریاں مثلاً گھوڑے، خچر، اونٹ، ہاتھی اور دیگر جانوروں کو مسخر کر دیا گویا انسان کو عروج وترقی کر کے گاڑی گھوڑے، ہوائی جہاز، ریل، موٹر اور کار وغیرہ کی سواری سے نیز عالیشان عمارات عمدہ ونفیس ملبوسات اور لذیذ خوشگوار ماکولات سے متمتع ہونا کچھ برا نہیں ہاں ساتھ سخاوت کا سلسلہ بھی جاری رہے۔ نفس مطمئنہ کی خوشی کا دارومدار اسی پر ہے کہ آپ بھی آرام پائے اور دوسروں کو آرام پہنچانے میں دریغ نہ کرے۔

۷۔ "تحصیلِ علم"

جب انسان کو اطمینان ویکسوئی نصیب ہو جائے تو اسے بیکار نہ رہنا چاہیئے اہل دانش نے اس حالت میں مختلف ایجادات واختراعات کی یا تو خود بنیاد ڈالی یا ماہرین فنون کو امداد دے کر ان کی حوصلہ افزائی فرمائی اور قرآن حکیم کے اس حکم کی تعمیل وتکمیل میں مصروف رہے جس کا لب لباب یہ ہے کہ وَسَخَّرَ لَکُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا مِّنْهُ یعنی جو کچھ زمین میں ہے سب تمہارے لئے مسخر

کر دیا۔

خدا تعالےٰ نے انسان کو اپنا نائب بنایا ہے لہٰذا اس نیابت کا کمال یہی ہے کہ اللہ تعالےٰ کے دیئے سامان سے اس کی حکمتوں کا پتہ لگایا جائے اور ایسی ایسی ایجادات کی جائیں جو دنیا کو عروج کمال تک پہنچادیں۔ مگر یہ بات دلچسپی لئے اور کوشش کئے بغیر حاصل نہیں ہو سکتی۔ اور اگر سچے دل سے کوشش کی جائے تو اچھے نتائج برآمد ہوتے ہیں جیسے کہ اس طرف قرآن نے بھی اشارہ کیا ہے کہ لَیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَاسَعٰی. یعنی انسان کو کوشش کئے بغیر کچھ حاصل نہیں ہوتا۔

لیکن اس تمام ترقی کے لئے بڑا جزو تحصیلِ علم ہے قرآن و احادیث میں علم اور علماء کی بڑی فضیلت بیان کی گئی ہے کچھ آیات اور احادیث بیان کی جاتی ہیں۔

"آیات"

۱۔ وَقُلْ رَّبِّ زِدْنِیْ عِلْماً۔ آپ دعا کیجئے کہ اے میرے رب میرا علم بڑھا دے

۲۔ قُلْ هَلْ یَسْتَوِی الَّذِیْنَ یَعْلَمُوْنَ وَالَّذِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ۔

ترجمہ۔ آپ کہہ دیجئے کہ کیا علم والے اور جاہل کہیں برابر ہوتے ہیں۔

۳۔ اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ۔ اللہ تعالےٰ سے علماء ہی ڈرتے ہیں

۴۔ یَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَالَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجَاتٍ

ترجمہ: اللہ تم میں سے ایمان والوں کے اور اہلِ علم کے درجے بلند فرماتا ہے۔

احادیث

۱۔ مَنْ سَلَكَ طَرِیْقاً یَلْتَمِسُ فِیْهِ عِلْماً سَهَّلَ اللّٰهُ لَهٗ طَرِیْقاً اِلَی الْجَنَّةِ

ترجمہ: جو کسی راستے میں چلا تاکہ اس میں علم حاصل کرے تو اس کے عوض اللہ تعالےٰ اس کے لئے جنّت کی طرف راستہ آسان کر دیتا ہے۔ (مسلم شریف)

۲۔ مَنْ خَرَجَ فِیْ طَلَبِ الْعِلْمِ فَهُوَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ حَتّٰی یَرْجِعَ۔ (ترمذی)

ترجمہ: جو کوئی علم کی طلب میں (گھر سے) نکلا تو وہ واپس لوٹنے تک اللہ تعالےٰ کے

راستہ میں ہے۔

۳۔ فَضْلُ الْعَالِمِ عَلَی الْعَابِدِ کَفَضْلِیْ عَلٰی اَدْنَاکُمْ (ترمذی)

ترجمہ: عالم کی فضیلت عابد پر ایسی ہے جیسے کہ میری فضیلت تم میں سے ایک ادنیٰ مسلمان پر۔

۴۔ اِنَّ الْمَلٰئِکَۃَ لَتَضَعُ اَجْنِحَتَہَا لِطَالِبِ الْعِلْمِ رِضًا بِمَا صَنَعَ وَاِنَّ الْعَالِمَ یَسْتَغْفِرُ لَہٗ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِی الْاَرْضِ حَتَّی الْحِیْتَانُ فِی الْمَآءِ

(ترجمہ) بیشک فرشتے طالب کی رضا کے لئے اپنے بازوؤں کو پھیلا دیتے ہیں اور جو کچھ زمین و آسمان میں ہے یہاں تک کہ دریا کی مچھلیاں عالم دین کے لئے مغفرت کی دعا کرتی ہیں۔ (ترمذی)

۵۔ اَلنَّظْرُ اِلَی الْعُلَمَآءِ وَالْقُرْاٰنِ عِبَادَۃٌ کَالنَّظْرِ اِلَی الْکَعْبَۃِ۔ (تفسیر عزیزی)

ترجمہ: علماء اور قرآن کی زیارت کا مرتبہ ایسا ہے جیسے کہ کعبہ کی زیارت کا۔

۶۔ اِنَّ الْعُلَمَآءَ وَرَثَۃُ الْاَنْبِیَآءِ (ترمذی)

(ترجمہ) علماء انبیاء کرام کے وارث ہیں۔

۷۔ اِنَّ الْعَالِمَ وَالْمُتَعَلِّمَ اِذَا مَرَّا عَلٰی قَرْیَۃٍ فَاِنَّ اللّٰہَ یَرْفَعُ الْعَذَابَ عَنْ مَقْبَرَۃِ تِلْکَ الْقَرْیَۃِ اَرْبَعِیْنَ یَوْمًا۔ (شرح عقائد)

(ترجمہ) بیشک عالم اور طالب جس بستی پر ہو کر گزر جائیں وہاں کے مقابر سے چالیس روز تک عذاب خداوند قدوس اٹھا لیتے ہیں۔

۸۔ اِنَّ لِلّٰہِ مَدِیْنَۃً تَحْتَ الْعَرْشِ مِنْ مِسْکٍ اَذْفَرَ عَلٰی بَابِہَا مَلَکٌ یُّنَادِیْ کُلَّ یَوْمٍ اَلَا مَنْ زَارَ عَالِمًا فَقَدْ زَارَ الرَّبَّ فَلَہُ الْجَنَّۃُ وَفِیْ رِوَایَۃٍ مَنْ زَارَ الْعُلَمَاءَ فَکَاَنَّمَا زَارَ الْاَنْبِیَاءَ۔ (الحاوی للفتاوی)

(ترجمہ) تحقیق اللہ نے عرش کے نیچے ایک شہر بنایا ہے جو مشک اذفر کا ہے اس کے دروازے پر ایک فرشتہ ہر روز ندا کرتا ہے خبردار جس نے عالم کی زیارت کی اس نے

Marfat.com

(گویا) خدا کی زیارت کی اور اس کے لیے جنت ہے اور ایک روایت میں ہے جس نے علماء کی زیارت کی وہ ایسا ہے کہ جیسے اس نے نبیوں کی زیارت کی۔

۹۔ مَنْ اَحَبَّ اَنْ یَّنْظُرَ اِلٰی عُتَقَاءِ اللّٰہِ مِنَ النَّارِ فَلْیَنْظُرْ اِلَی الْمُتَعَلِّمِیْنَ فَوَالَّذِیْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِیَدِہٖ مَا مِنْ مُتَعَلِّمٍ یَخْتَلِفُ اِلٰی بَابِ عَالِمٍ اِلَّا کَتَبَ اللّٰہُ لَہٗ بِکُلِّ قَدَمٍ عِبَادَۃَ سَنَۃٍ وَیَبْنِیْ لَہٗ بِکُلِّ قَدَمٍ مَدِیْنَۃً فِی الْجَنَّۃِ وَیَمْشِیْ عَلَی الْاَرْضِ وَالْاَرْضُ تَسْتَغْفِرُ لَہٗ

(الحاوی للفتاوی)

(ترجمہ) جو اللہ تعالےٰ کی طرف سے نارِ جہنم سے آزاد کردہ لوگوں کو دیکھنا چاہے وہ طالب علموں کو دیکھ لے قسم ہے اس ذاتِ مقدس کی جس کے قبضہ میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے جو طالب علم عالم کے گھر کی طرف چلتا ہے اللہ تعالےٰ ہر قدم کے بدلے اسے ایک سال کی عبادت کا ثواب دیتا ہے اور ہر قدم کے عوض اس کے لئے جنت میں ایک شہر تعمیر کرتا ہے جس زمین پر چلتا ہے وہ اس کی بخشش کے لئے دعا کرتی ہے۔

۱۰۔ مَنْ خَاضَ فِی الْعِلْمِ یَوْمَ الْجُمُعَۃِ فَکَاَنَّمَا اَعْتَقَ سَبْعِیْنَ اَلْفَ رَقَبَۃٍ وَکَاَنَّمَا تَصَدَّقَ بِاَلْفِ دِیْنَارٍ وَکَاَنَّمَا حَجَّ اَرْبَعِیْنَ حَجَّۃً وَھُوَ فِیْ رِضْوَانِ اللّٰہِ وَعَفْوِہٖ وَمَغْفِرَتِہٖ۔ (الحاوی للفتاوی)

(ترجمہ) جس نے جمعہ کے دن علم میں غور و خوض کیا وہ ایسا ہے جیسے اس نے ستر ہزار غلام آزاد کئے ہزار دیناروں کا صدقہ دیا اور چالیس حج کئے خدا اس پر راضی ہو جاتا ہے اس کے گناہوں کو معاف کر دیتا ہے اور اس کی بخشش فرما دیتا ہے۔

۱۱۔ مَنِ اغْبَرَّتْ قَدَمَاہُ فِیْ طَلَبِ الْعِلْمِ حَرَّمَ اللّٰہُ جَسَدَہٗ عَلَی النَّارِ وَاسْتَغْفَرَ لَہٗ مَلَکَاہُ وَاِنْ مَّاتَ فِیْ طَلَبِہٖ مَاتَ شَہِیْدًا وَکَانَ قَبْرُہٗ رَوْضَۃً مِّنْ رِیَاضِ الْجَنَّۃِ وَیُوَسَّعُ لَہٗ فِیْ قَبْرِہٖ مَدًّا

البَصرِ وَ يُنوّر عَلی جِیرانِہٖ اَرْبَعِینَ قَبْرًا عَنْ یَمِیْنِہٖ اَرْبَعِیْنَ قَبْرًا عَنْ یَسَارِہٖ وَاَرْبَعِیْنَ مِنْ خَلْفِہٖ وَاَرْبَعِیْنَ اَمَامَہٗ (الحاوی للفتاوی)

(ترجمہ) جس کے قدم طلب علم میں غبار آلود ہوئے اللہ تعالےٰ نے اس پر نار دوزخ حرام کر دی اور کراماً کاتبین اس کے لئے مغفرت کی دعا کرتے ہیں اور اگر علم کی طلب میں مرجائے تو شہید ہے اور اس کی قبر جنتی باغوں میں سے ایک باغ بن جاتی ہے حد نگاہ تک اس کی قبر میں توسیع کر دی جاتی ہے اور اس کے دائیں بائیں آگے پیچھے سے چالیس چالیس قبریں روشن کر دی جاتی ہیں۔

۱۲: عُلَمَاءُ اُمَّتِیْ کَاَنْبِیَاءِ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ۔

(ترجمہ) میری اُمت کے علماء بنی اسرائیل کے نبیوں کی طرح ہیں۔

علم کی تحصیل میں شارع علیہ السلام نے کوئی قید نہیں لگائی۔ ہر چیز ہر شعبہ اور ہر فن کا علم مفید ہے بشرطیکہ اس سے بے حیائی اور بے غیرتی کی اشاعت نہ ہو علم کی دو بڑی شاخیں ہیں۔ علم روحانیات اور علم مادیات یا بالالفاظ دیگر علم ادیان اور علم ابدان اور ان دونوں مرکزوں کے دائرے اتنے وسیع ہیں کہ ان میں ہر قسم کا علم سما جاتا ہے۔

چوں شمع پے علم باید گداخت
کہ بے علم نتواں خدا را شناخت

۸۔ نیند

حقوق متذکرہ بالا کے علاوہ نفس کا ایک نہایت ضروری اور اہم حق اور بھی ہے جسے نیند کہتے ہیں۔ بعض افراد کو دنیا کے کاروبار میں اس قدر انہماک ہو جاتا ہے یا عبادات اور روحانیات میں اس قدر شغف ہو جاتا ہے کہ نیند ان پر حرام ہو جاتی ہے مگر یہ طریق کار غلط ہے سونا صحت کے لئے اشد ضروری ہے اور اللہ تعالیٰ نے رات محض اس لئے بنائی کہ انسان

Marfat.com

چارو ناچار کام بند کرنے پر مجبور ہو اور نفس کو کوفت اور تکان سے خلاصی ملے مالک حقیقی کے پیارے پیارے الفاظ ملاحظہ ہوں۔

وَالنَّوْمَ سُبَاتًا

یعنی ہم نے تمہاری نیند کو تمہارے لئے موجب راحت بنایا ہے۔

ایک مرتبہ حضور علیہ السلام کو شکایت پہنچی کہ آپ کا ایک خادم بہت رات گئے تک عبادات الٰہی میں مشغول رہتا ہے۔ آپ نے اسے بلایا اور یوں سمجھایا وَلِنَفْسِكَ عَلَيْكَ حَقٌّ" تجھ پر تیرے نفس کا بھی حق ہے تری آنکھ کا بھی حق ہے اور تیری بیوی کا بھی حق ہے یعنی اپنے جسم کو آرام دے تا کہ تیری صحت برقرار رہے اور تو تمام حقوق کو احسن طریقے سے ادا کر سکے۔

۹۔ تفریح

نیند کے علاوہ ہر وقت پیچیدہ اور مشکل پیشوں میں مصروف رہنا بھی مستحسن نہیں روزانہ کاروبار اور مزدوری کے سوا کچھ وقت تفریح، سیر اور ورزش کے لئے بھی نکالنا چاہیئے معنی خیز لطیفے، مسخرآمیز حکایات، لطیف اور عمدہ روایات کا پڑھنا اور سننا بھی انسانی خوشی کا ذریعہ اور روحانی و عقلی نشوونما کا ایک طریقہ ہے۔ نتیجہ خیز کھیلوں میں حصہ لے کر اپنی جسمانی قوت میں اضافہ مفید ہے مگر مخرب الاخلاق قسم کے مشاغل سے بچنا از حد ضروری ہے اور ان میں شمولیت باعث معصیت کبیرہ ہے ورزشی کھیلوں میں اسلام نے نیزہ بازی، تیراندازی، چوگان، کبڈی دوڑ، گھوڑ دوڑ اور اسی قسم کے دیگر کھیلوں کو بنظر استحسان دیکھا ہے۔

مستورات کے لئے بھی ورزش قیام تندرستی و صحت کے لئے ضروری ہے اور تفریح کے دیگر سامانوں میں سے سیر و سیاحت کو سب پر فوقیت ہے۔ ہواخوری ایسی ورزش ہے جو بچپن سے بڑھاپے تک مرد و زن ہر دو کے لئے یکساں طور پر مفید ہے اور آخر عمر تک قائم رہ سکتی ہے توفیق ہو تو سیاحت کی طرف بھی قدم اٹھانا ضروری ہے چنانچہ قرآن حکیم میں ارشاد ہوتا ہے۔

Marfat.com

سِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ (ترجمہ) زمین میں سیر کرو۔

غرضیکہ ورزش سے جسم کو ہر وقت تیار رکھنا اچھا ہی نہیں بلکہ حکم ہے کہ جو تمہارا بادشاہ ہو اُسے بھی علم وجسم دونوں سے بہرہ ور ہونا چاہیئے تاکہ اس کے رعب وداب میں فرق نہ آئے۔ البتہ کھیل کود اور اس قسم کے اشغال میں تکبر، غرور، لغویات اور بدگوئی سے پرہیز ضروری ہے اور یہی کامیابی اور ہر دلعزیزی کا موجب ہے نیز یہ طریقہ قومی صلاح و فلاح کے لئے بھی مفید اور کارآمد ہے۔

جسم وجان کی حفاظت کو اس قدر لازمی قرار دیا گیا کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ لَا رُھْبَانِیَّۃَ فِی الْاِسْلَامِ۔ "اسلام میں رہبانیت بالکل نہیں"۔ کیونکہ کسی عضو کا بالکل بلاوجہ معطل کر دینا ناک کان کا پھاڑنا کسی حلال چیز کو اپنے اوپر عمر بھر کے لئے حرام کر لینا یا بعض فرقوں کی طرح شادی سے گریز کرنا یا تارک الدنیا بن جانا تمام مذموم اور خلاف فطرت باتیں ہیں جو دین فطرت کے مطابق ہو اس میں اس قسم کی مکروہات کی گنجائش نہیں ہو سکتی۔

آجکل اکثر لوگوں کی تفریح کا ذریعہ سینما بینی، ٹیلیویژن، تھیٹر، کلبیں، ریڈیو پر گانے طوائفوں کے ناچ اور مغنیہ عورتوں کے گانے[1] ہیں حالانکہ یہ سب چیزیں تضیع مال و اوقات کا سبب ہیں ان سے بے پردگی عیاشی، بے حیائی، بے مروتی، ڈاکہ زنی، چوری قتل وغارت والدین کی نافرمانی بزرگوں کی توہین جھوٹ، مکر و فریب، چغلی وغیبت غرضیکہ ہر قسم کی برائی کا درس ملتا ہے مزاج میں آوارگی، ہٹ دھرمی اور ضد جیسی قبیح عادات پیدا ہو جاتی ہیں یہ کتنی حیاسوزی کی بات ہے کہ باپ اور بیٹی، بھائی اور بہن، ماں اور بیٹا اکٹھے بیٹھ کر سینما میں یا ٹیلیویژن پر عریاں فلم دیکھیں۔ مخرب الاخلاق ڈرامہ دیکھیں۔

وہی بت فروشی وہی بت گری ہے	سینما ہے یا صنعت آذری ہے
وہ مذہب تھا اقوام عہد کہن کا	یہ تہذیب حاضر کی سوداگری ہے
وہ دنیا کی مٹی یہ دوزخ کی مٹی	وہ بت خانہ خاکی یہ خاکستری ہے

(اقبال)

---

[1] گانے کی مذمت از قرآن وحدیث ہماری کتاب بدر الکبریٰ میں ملاحظہ کرو۔

باب سوم

حقوق اللہ

فطرت کا تقاضا ہے کسی نہ کسی ہستی کو دنیا و مافیہا کا خالق اور اس کارخانہ کائنات چلانے اور قائم رکھنے والا تسلیم کیا جائے۔ اپنی ہستی یا ذات یالا محدود طاقت کو اللہ اور خدا وغیرہ مقدس ناموں سے تعبیر کیا گیا ہے۔ افسوس صرف اتنا ہے کہ باوجودیکہ یہ جذبہ ہر ایک کے دل میں مضمر ہے تاہم اس کی کما حقہٗ پرواہ نہیں کی جاتی اور جس ذات والاصفات کا پتہ ہر شخص کا ضمیر دے رہا ہے اس کی کوئی قدر و منزلت نہیں کی جاتی چنانچہ ارشاد ربانی ہوتا ہے وَمَا قَدَرُوا اللّٰہَ حَقَّ قَدْرِہٖ لوگوں نے اللہ کی اتنی قدر نہ کی جو اس کی شان کے شایان ہے۔

جب عقل و دیانت کی رُو سے انسان ذات باری کو ماننے پر مجبور ہے اور یہ جانتا ہے کہ دنیا کا کل ساز و سامان انسان ہی کے تابع ہے اور وہ اس سے ہر طرح کا فائدہ اٹھا سکتا ہے تو اندازہ لگانا چاہیئے کہ جس ذات نے اس کو پیدا کیا ہے اور فہم و فراست کے زیور سے آراستہ کر کے دنیا و مافیہا کو اس کا مسخر کر دیا وہ کس قدر شکریہ کا مستحق ہے عالم مخلوقات کی ہر چیز ایسی ہے جس سے انسان متمتع ہو سکتا ہے اور قانونِ قدرت کا ہر اصول و قاعدہ ایسا ہے جس سے وہ نفع حاصل کر سکتا ہے۔ اس لئے ایسے مہربان مالک و خالق اور رازق کا جتنا احسان مانا جائے کم ہے حق تو یہ ہے کہ ایسی غفور و رحیم ہستی پر اگر جان و مال جو اسی کا عطا کردہ ہے نثار کرنا پڑے تو دریغ نہ کیا جائے

اسی واسطے پیروانِ قانون فطرت کو خطاب کر کے ارشاد ہے کہ :-

Marfat.com

اِنَّ اللّٰہَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَھُمْ وَاَمْوَالَھُمْ۔ بیشک اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے جان و مال کو خرید لیا ہے جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ لوگ دینِ فطرت کے پابند ہیں۔ وہ خلاقِ عالم کے بے دام غلام ہیں اور اس کے قوانین و ضوابط پر چل کر نام پیدا کرتے ہیں۔ اِس باب میں صرف اِن حقوق کا ذکر کیا جائیگا جو مالکِ حقیقی کے اپنے بندوں پر بلاواسطہ واجب الادا ہیں۔ اور ان کی ادائیگی کا کیا طریقِ کار ہے نیز ان کے ادا کرنے میں بنی آدم کو کیا فائدے حاصل ہوتے ہیں۔

۱۔ پابندیٔ احکام

حقوق اللہ میں اول درجہ پر پابندیٔ احکامِ الٰہی ہے اس میں باری تعالیٰ کے انعام و اکرامات کے شکریہ کے علاوہ اس کی اطاعت بھی شامل ہے۔ احکام کی عام فرمانبرداری میں حقوقِ نفس اور حقوق العباد بھی آجاتے ہیں جن کا ذکر الگ الگ ہونا چاہئیے اس جگہ صرف اتنا ذکر کرنا ضروری ہے کہ قانونِ فطرت کے مطابق چلنا ہی احکام کی فرمانبرداری ہے اور اس ذات کا شکریہ یہ ہے کہ وہ لوگ جو اس قانون سے ناواقف ہوں اُن کی رہنمائی کی جائے اور جو سامان و انعام انسان کو عطا ہوئے ہیں ان سے پُورا پُورا کام لیا جائے چنانچہ ارشاد ہوتا ہے لَئِنْ شَکَرْتُمْ لَاَزِیْدَنَّکُمْ یعنی اگر تم ہمارے انعامات کی قدر کرو گے تو تمہیں اور زیادہ عطیات ملیں گے۔

۲۔ "جہاد"

جہاد اللہ کا وہ حق ہے جس کا اجراء محض اس کے قوانین کی پابندی کے لئے لازم ہے یہ ایک مسلّمہ امر ہے کہ اگر کسی حاکم کی بغاوت کی جائے تو وہ باغی سے یقیناً اپنی سلطنت و مملکت کو پاک کرنا چاہتا ہے ہر حکومت کا نظام اور وہاں کے امن کا قیام اس بات کا مقتضی ہے کہ وہاں کے قوانین کی پُوری پوری فرمانبرداری ہو۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام نے تمام حقوق اللہ پر جہاد کو مقدم رکھا

ہے اور اس حکم کو باقی تمام احکام پر فضیلت اور ترجیح دی ہے کیونکہ جب تک کسی مملکت سے فتنہ و فساد کی بیخ کنی کر کے اس میں صلح و آشتی اور اطاعت و متابعت کا بیج نہ بویا جائے وہاں انتظام قائم رکھنا ناممکن ہو جاتا ہے۔

جہاد کی دو اقسام ہیں ایک جانی دوسری مالی یعنی جو لوگ ضعیفی، بیماری یا کسی دیگر وجہ سے جہاد میں شرکت نہ کر سکیں وہ مالی امداد دیں اور ان کا یہ عمل ایسا ہی مستحسن ہوگا جیسے ان غازیوں کا جو جنگ میں شریک ہو کر تیغ و تفنگ کا اپنے ہاتھوں استعمال کرتے ہیں حکم ہوتا ہے:۔

وَجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ (ترجمہ) اور تم اپنے مال و جان سے اللہ کی راہ میں جہاد کرو یہی تمہارے لئے بہت اچھی بات ہے اگر تم اس کو سمجھتے"۔

دنیا کے مشہور و معروف فلسفی اس بات کو اب تسلیم کرتے ہیں کہ قومی حیات کے لئے جہاد امورِ ضروریہ سے ہے اور اسی بناء پر اسلام نے اسے لازمی قرار دیا ہے اور اس کی اصلی غرض و غایت یہی قرار دی کہ دنیا میں قانونِ فطرت کی ترویج ہو اور جو لوگ خدا کے قانون کی مخالفت کریں اور حکمت و نرمی کے سمجھائے نہ سمجھیں تو ان سے جدال و قتال ہی کرنا پڑے تو کیا جائے چنانچہ جہاد کی تائید میں کئی سورتیں نازل ہو چکی ہیں مثلاً انفعال، توبہ، فتح وغیرہ اور ان میں جہاد کی جزئیات تک کو تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ اس مدعا کے متعلق ذیل کی آیات ملاحظہ ہوں۔

يَا اَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنَافِقِيْنَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ ۝

(ترجمہ) اے غیب کی خبریں دینے والے کافروں اور منافقوں سے جہاد کرو اور ان پر سختی کرو۔

اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِهٖ صَفًّا كَاَنَّهُمْ بُنْيَانٌ مَّرْصُوْصٌ ۝ (ترجمہ) بیشک اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو دوست رکھتا ہے جو اس کی راہ میں صف بستہ جہاد کرتے ہیں گویا وہ سیسہ پلائی ہوئی عمارت ہیں۔

وَاقْتُلُوْهُمْ حَيْثُ ثَقِفْتُمُوْهُمْ (ترجمہ) (منکرین قانون فطرت کو) جہاں پاؤ قتل کر دو

مجاہدین کے درجات دیگر مسلمانوں سے کہیں ارفع و اعلیٰ ہیں یہی وجہ ہے کہ ہر مومن کی یہ دلی تمنا ہوتی ہے کہ خدا تعالیٰ اسے شہادت کی دولت سے بہرہ ور فرمائے تاکہ اس حیاتِ فانی کے بعد اس کو حیاتِ ابدی مل جائے۔

شہادت ہے مطلوب و مقصودِ مومن — نہ مالِ غنیمت نہ کشور کشائی

جب ہم یہ کہتے ہیں کہ مومن کا مقصودِ زندگی شہادت ہے تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیوں؟ اس سوال کے یوں تو عقلی و نقلی کئی جوابات دیئے جا سکتے ہیں لیکن قرآن کریم کی روشنی میں اس سوال کا جواب ڈھونڈنے کی کوشش کرتے ہیں۔

قرآن حکیم اس سوال کا ایک جواب یہ دیتا ہے کہ جو شخص اللہ کی خوشنودی کے لئے اس کی راہ میں یعنی اس کے بندوں کی مادی اور روحانی زندگی کی اصلاح و تحسین اور اعلائے کلمۃ الحق کی خاطر اپنی جان دیتا ہے جسے شہادت کہتے ہیں تو اللہ تعالیٰ اس جان کے عوض شہید کو اسی لمحے "حیاتِ محض" عطا کرتا ہے۔

شہید اس دارِ فانی میں ہمیشہ زندہ رہتے ہیں
زمیں پر چاند تاروں کی طرح تابندہ رہتے ہیں

اور حیاتِ محض سے مراد گوناگوں قسم کے پھلوں، پھولوں، نعمتوں اور سبزہ رنگ کے رنگین نظاروں نیز آبِ رواں کے دلکش مناظر سے معمور حسین و منور ماحول میں حسین و مسرور حیاتِ جاوداں ہے ارشادِ ربانی ہے وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْرِيْ نَفْسَهُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ اور لوگوں میں سے کچھ ایسے بھی ہیں جو اللہ کی خوشنودی کے لئے اپنی جانوں کو بیچ دیتے ہیں

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خواہشاتِ نفسانی کو زیر کرنے اور ایک مسلمان کا دوسرے مسلمان بھائی کے فائدے کو اپنے فائدے پر ترجیح دینے کو بھی جہاد سے موسوم کیا ہے چنانچہ جب آپ ایک غزوہ سے واپس آئے تو فرمایا رَجَعْنَا مِنَ الْجِهَادِ الْاَصْغَرِ اِلَى الْجِهَادِ الْاَكْبَرِ کہ ہم جہادِ اصغر سے فارغ ہو کر تو واپس آگئے ہیں مگر ابھی جہادِ اکبر کرنا ہے ایک مقام پر ارشاد نبوی

یوں ہے۔

اَفْضَلُ الْجِهَادِ اَنْ يُّجَاهِدَ الرَّجُلُ نَفْسَهٗ وَهَوَاهُ۔ افضل ترین جہاد یہ ہے کہ آدمی اپنے نفس اور اس کی ناجائز خواہشات سے جہاد کرے۔

جہاد نفس، جہاد اکبر کیوں ہے؟ اس لئے کہ کفار ظاہری دشمن ہیں اور نفس اور شیطان باطنی دشمن ہیں۔ کفار سے جہاد کرنے کے لئے قوت بازو اور تیغ و تفنگ اور دیگر اسلحہ کی ضرورت ہے اور نفس کے ساتھ جہاد کرنے کے لئے قوت ایمان اور اعمالِ صالحہ کی ضرورت ہے کفار سے کبھی کبھی جہاد کا موقع آتا ہے مگر نفس و شیطان سے ہر وقت جہاد کرنا پڑتا ہے پس معلوم ہوا کہ جہاد نفس جہاد اکبر ہے۔ جو لوگ نفس کے ساتھ جہاد کرتے ہیں ان کی دس خصلتیں ہیں۔ جن کو وہ اپناتے اور ان پر مداومت کرتے ہیں۔ اور باذن الٰہی انہیں قائم اور مضبوط کرتے ہیں تو وہ اعلیٰ مراتب پر فائز ہو جاتے ہیں۔

پہلی خصلت: یہ ہے کہ بندہ اللہ کی قسم نہیں کھاتا خواہ وہ سچی ہو یا جھوٹی، قصداً ہو یا سہواً جب بندہ اس عادت کو اختیار کر لیتا ہے تو اللہ تعالےٰ اپنے انوار کا دروازہ اس کے لئے کھول دیتا ہے جس سے اپنے دل میں اس عادت کی منفعت اور اس درجہ کی رفعت اور اپنے عزم و ارادہ کی قوت جو اس کے سفر کرنے میں ہے اور بھائیوں میں اور ہمسایوں میں بزرگی و کرامت کو پہچان لیتا ہے۔ یہاں تک کہ جو اس بندے کو پہچان لے گا وہ اس سے ہیبت زدہ ہو گا۔

دُوسری خصلت: یہ ہے کہ بندہ جھوٹ سے بچے گا خواہ سہو کے طور پر ہو یا قصداً اس لئے کہ جب بندہ جھوٹ کے ترک کو اختیار کرے گا اور اپنے نفس میں اسے مضبوط کر لیگا تو اس کی زبان سچ کی عادی ہو جائیگی اور اللہ تعالیٰ اس کا سینہ کشادہ کر دے گا۔ اور اس کے علم کو مصفیٰ اور پاکیزہ کر دے گا گویا وہ جانتا ہی نہیں کہ جھوٹ اور کذب کیا ہوتا ہے اور جب کسی دوسرے سے جھوٹ سنے گا تو اسے معیوب جانے گا۔ اور اپنے دل میں اس کی ملامت کرے گا۔ اور اس کے لئے کذب کی عادت کو دُور کرنے کی دُعا کرے گا۔ تو اسے ثواب ملے گا۔

Marfat.com

تیسری خصلت:۔ یہ ہے کہ بندہ جس چیز کا وعدہ کرے اسے پورا کرے یا پھر سرے سے وعدہ کرنے سے اجتناب کرے کیونکہ وعدہ خلافی جھوٹ کی ایک قسم ہے پس جب بندہ ایفائے وعدہ کا عادی بن جائے گا تو اللہ تعالےٰ اس کے لئے سخاوت کا دروازہ کھول دے گا۔ اور صادقین کے دلوں میں اس کی دوستی پیدا کی جائیگی اور عند اللہ اس کا مرتبہ بلند ہو گا۔

چوتھی خصلت:۔ یہ ہے کہ بندہ کسی مخلوق پہ بددعا کرنے سے احتراز کرے اگرچہ اس پر وہ ظلم کرے یہ ایک ایسی خصلت ہے جو بلند درجوں تک پہنچا دیتی ہے بندہ دنیا اور آخرت میں بزرگ اور مشرف مرتبہ پر فائز ہوتا ہے اور قریب و بعید کی مخلوق میں مقبول اور محبوب ہو جاتا ہے اس کی دعا میں مقبولیت آجاتی ہے۔

پانچویں خصلت:۔ یہ ہے کہ بندہ کسی مخلوق پہ لعنت کرنے سے بچے اور کسی کو اذیت نہ دے کیونکہ یہی ابرار اور صادقین کا طریقہ ہے جو لوگ اس عادت کو اپنے اندر راسخ کر لیتے ہیں وہ اللہ کی پناہ اور حفاظت میں آجاتے ہیں اللہ تعالےٰ ان کو مہلکات سے نجات دیتا ہے۔ اور اپنا قرب عنایت فرماتا ہے۔

چھٹی خصلت:۔ یہ ہے کہ بندہ کسی مسلمان پر شرک و کفر اور نفاق کا قطعی حکم نہیں دیتا۔ یہ خصلت سنت پر مکمل اتباع ہے۔ یہ خصلت اللہ کی طرف جانے کا ایک عظیم دروازہ ہے اور اس سے رافت و رحمت کے جذبات پیدا ہوتے ہیں۔ مخلوق پہ نرمی اور مہربانی کرنے کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔

ساتویں خصلت:۔ یہ ہے کہ بندہ نافرمانی سے اجتناب کرے اپنے اعضاء کو صغائر اور کبائر کی آلودگیوں میں ملوث نہ ہونے دے اس سے باطن میں جلا پیدا ہو گی علاوہ ازیں آخرت کی بھلائیاں نصیب ہوتی ہیں۔ نیک اعمال کا ثواب ملتا ہے۔

آٹھویں خصلت:۔ یہ ہے کہ بندہ کسی مخلوق پر اپنا بوجھ ڈالنے سے اجتناب کرے وہ بوجھ خواہ بڑا ہو یا چھوٹا۔ بلکہ اپنا بار تمام مخلوق سے دور کرے کیونکہ یہ عابدوں کی پوری عزت

اور پرہیز گاروں کی بزرگی ہے اور اسی خصلت سے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر پر قوت حاصل ہو گی۔ بندہ میں غنا د یقین اور اعتماد پیدا ہو گا۔ اخلاص کی دولت سے بہرہ ور ہو گا۔ اپنی خواہش کے پورے ہونے میں مخلوق کی طرف نہیں بلکہ خالق کی طرف رجوع کرے گا۔

نویں خصلت :۔ یہ ہے کہ بندہ کو زیبا ہے کہ وہ اپنی طمع آدمیوں سے قطع کرے اور جو ان کے پاس ہے اس کا نفس اس کی طمع نہ کرے کیونکہ یہ بہت بڑی عزت، خالص بے نیازی، بڑی بادشاہی، فخر جلیل، یقین صافی اور توکل شافی ہے اور یہ زہد کے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے اور اس سے تقویٰ حاصل ہوتا ہے اور عبادت کامل ہوتی ہے اور یہ اللہ کی طرف یکسو ہونے والوں کی علامتوں میں سے ایک علامت ہے۔

دسویں خصلت :۔ تواضع کرنا ہے اس لئے کہ اس سے عابدوں کا مرتبہ بلند ہوتا ہے اور اللہ کے نزدیک عزت و رفعت مکمل ہوتی ہے اور دنیا و آخرت کے کام میں جو چاہے گا اس پر اُسے قدرت ہو گی۔ یہ خصلت تمام طاعتوں کی اصل ہے اور اسی تواضع سے بندہ کاملین اور صالحین کے مرتبوں کو پاتا ہے ہر حالت میں خدا کی رضا پر راضی رہنے کا عادی بن جاتا ہے۔ تواضع کی صفت تقویٰ کا کمال ہے اور تواضع یہ ہے کہ بندہ جس مسلمان سے بھی ملے اُسے اپنے سے اچھا جانے اور خیال کرے کہ شاید یہ اللہ کے نزدیک مجھ سے بہتر ہو اور درجہ میں بلند ہو۔ اور اگر وہ عمر میں چھوٹا ہو تو سمجھے کہ اس نے اللہ کی نافرمانی نہیں کی۔ اور نہ ہی گناہ کا ارتکاب کیا ہے پس اس میں شک نہیں کہ یہ مجھ سے بہتر ہے اور اگر عمر میں بڑا ہو تو یہ جانے کہ یہ مجھ سے پہلے اللہ کی عبادت میں مشغول ہے اور اگر وہ عالم ہے تو یقین کرے کہ اسے وہ چیز دی گئی ہے جو مجھے نہیں دی گئی اور یہ وہ علم جانتا ہے جو مجھے نہیں ملا اور یہ علم کے ساتھ عمل کرتا ہے۔ اگر وہ جاہل ہے تو یہ کہے کہ وہ جہالت سے اللہ کی نافرمانی کرتا ہے اور میں باوجود علم کے نافرمانی کرتا ہوں اور میں نہیں جانتا کہ میرا خاتمہ کس طرح ہو گا۔

یہ وہ دس خصائل ہیں جو اہل مجاہدہ کا طرۂ امتیاز ہیں ان سے وہ اللہ کے مقبول بندے

Marfat.com

بن جاتے ہیں وہ اللہ کے ہو جاتے ہیں اور اللہ ان کا ہو جاتا ہے۔

۳۔ شرک

دنیا کے ہر ملک کے تعزیری قوانین کو دیکھو گے تو تمہیں معلوم ہو جائیگا کہ عہد وفا کا توڑنا سب سے بڑا جرم ہے اسی طرح اللہ تعالےٰ کے ساتھ عہد عبودیت کا توڑنا اور کسی دوسرے کو اس کا ساجھی بنانا جرم عظیم ہے اور اسلامی اصطلاح میں اس کو شرک کہتے ہیں اور مشرک کے متعلق حکم خداوندی یہ ہے کہ

اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِہٖ وَ یَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِکَ لِمَنْ یَّشَآءُ (ترجمہ) بیشک اللہ تعالےٰ شرک کو ہرگز معاف نہیں کرے گا مگر اس کے علاوہ اور گناہوں کو چاہے تو بخش دے گا"

دوسری جگہ فرمایا اِنَّ الشِّرْکَ لَظُلْمٌ عَظِیْمٌ بیشک شرک ظلم عظیم ہے۔

غور کرو کہ جب چھوٹے سے چھوٹا دنیاوی بادشاہ یہ نہیں چاہتا کہ اس کی بادشاہت میں کوئی دوسرا بادشاہ بھی مداخلت کرے اور ایسی باتوں پر کشت وخون اور بڑے بڑے معرکوں اور جنگوں تک نوبت پہنچ جاتی ہے تو کس طرح یہ تصور کیا جا سکتا ہے کہ وہ شہنشاہوں کا شہنشاہ اور احکم الحاکمین جس نے آسمان و زمین اور اس کے درمیان کی کل مخلوقات کو پیدا کیا اور پھر ان پر اسے پورا قبضہ و اختیار ہو۔ اپنی حکومت میں کسی بندہ کی مداخلت کو پسند اور گوارا کرے گا۔ خصوصاً جبکہ اس بندہ کی ہستی ایسے عظیم الشان بادشاہ کے مقابلہ میں ہیچ ہو۔

اسلام نے خدا کے متعلق جو عقیدہ پیش کیا ہے وہ حقیقی احسن اور اکمل ہے اور اس کی ایک امتیازی خوبی یہ بھی ہے کہ وہ خالصتاً عقیدہ توحید ہے بالفاظ دیگر وہ ہر قسم کے شرک یا رنگ شرک سے منزہ ہے چنانچہ وہ کہتا ہے کہ افراد نسل انسانی کا رازق و نشوونما

دینے والا صرف ایک اللہ ہے اور وہ ایک زندہ اور پائندہ ہستی ہے جو نہ صرف قائم بالذات ہے بلکہ تمام موجودات کی زندگی اور بقا بھی اسی کی رہین منت ہے۔ ارشاد ربانی ہے اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ اللہ تعالےٰ ہی ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ زندہ جاوید ہے اور وہ خود ہی قائم ہے اور ہر چیز اس کے حکم سے قائم ہے۔

اس سے معلوم ہوا اللہ تعالےٰ ایک ایسی ہستی ہے جس کے حکم سے دنیا کی ہر چیز قائم ہے اس سے اللہ تعالےٰ اور کائنات جس میں انسان بھی شامل ہے کے تعلق پر بھی روشنی پڑتی ہے کہ کائنات کی ہر چیز نہ صرف اس کی مخلوق ہے بلکہ اس کی زندگی اور بقاء بھی اسی کے حکم پر موقوف ہے اس میں کسی اور ہستی کا قطعاً کوئی عمل دخل نہیں لہٰذا اس سے ان تمام مکاتبِ فکر کی نفی اور بطلان ہوتا ہے جو دوسری ہستیوں کو بھی کاروبارِ خدائی میں شریک سمجھتے ہیں۔ بعض کے نزدیک خدا ایک ایسی ہستی ہے جو کارخانۂ ہستی کو چلا کر خود تماشہ دیکھ رہا ہے یعنی اب اس کی حیثیت ایک تماشائی کی سی ہے۔ اسلام اس نظریہ کی تردید کرتا ہے اور اس کا موقف ہے کہ اس کاروبار ہستی میں اللہ تعالیٰ کی مشیت برابر کام کر رہی ہے۔ خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

قُلْ مَنْ یَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اَمَّنْ یَّمْلِكُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَمَنْ یُّخْرِجُ الْحَیَّ مِنَ الْمَیِّتِ وَیُخْرِجُ الْمَیِّتَ مِنَ الْحَیِّ وَمَنْ یُّدَبِّرُ الْاَمْرَ ؕ فَسَیَقُوْلُوْنَ اللّٰهُ ۚ فَقُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ○

(ترجمہ) ان سے پوچھو کہ کون تمہیں آسمان اور زمین سے رزق دیتا ہے سننے اور دیکھنے کی قوتیں کس کے قبضہ میں ہیں کون بے جان میں سے جاندار کو اور کون جاندار میں سے بے جان کو نکالتا ہے کون کاروبار (کائنات) کی تدبیر کرتا ہے وہ ضرور کہیں گے اللہ کہو پھر تم کیوں تقویٰ اختیار نہیں کرتے ہو۔

Marfat.com

اس میں اللہ تعالیٰ کی چار صفات کی نشاندہی کی گئی ہے اول یہ کہ اللہ تعالیٰ ہی انسان کو رزق دیتا ہے اور آسمان و زمین کی تمام نعمتیں اللہ کی ہیں اور وہی بنی نوع انسان کو دیتا ہے۔ اس سے ان تمام عقائد و نظریات کی نفی ہوتی ہے جو اس نظام ربوبیت میں اللہ تعالیٰ کے سوا دوسری ہستیوں کو بھی شریک سمجھتے ہیں۔ دوم انسان کو دیکھنے اور سننے کی جو قوتیں ملی ہیں وہ خدا تعالیٰ ہی کی عطا کردہ ہیں۔ انسان ان قوتوں کا امین ہے ان کا مالک فقط اللہ تعالیٰ ہے اور اس کے قبضہ و اختیار میں یہ قوتیں ہیں۔ اور وہ جب چاہے انہیں سلب کر سکتا ہے۔ سوم وہ زندہ چیزوں کو مردہ چیزوں سے اور مردہ چیزوں سے زندہ چیزوں کو پیدا کرتا ہے اس ارشاد خداوندی میں علم و حکمت کے بڑے اسرار موجود ہیں۔ بہر حال موت و حیات بھی اسی کے قبضے میں ہے وہ جس طرح چاہے انہیں کام میں لا سکتا ہے۔ چہارم وہ نظام حیات اور کاروبار زندگی کو علم و حکمت سے چلاتا ہے اس سے اسلام ان تمام مکاتب فکر کا ابطال کرنا چاہتا ہے جو یہ کہتے ہیں کہ یہ نظام کائنات و حیات از خود چل رہا ہے نہ اسے کسی نے بنایا اور نہ اس میں کسی کا عمل دخل ہے یہ خود رو اور خود کار ہے اس سے اس دبستان فکر کی بھی تردید ہوتی ہے جس کی رائے میں یہ نظام اللہ تعالیٰ کا تو ہے اور اس کے قوانین کے مطابق از خود چل رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا اس میں کوئی عمل دخل نہیں۔ اس سے اس نظریے کا بھی رد ہوتا ہے جس کی رو سے اس کے نظام زندگی میں دوسری ہستیاں بھی شامل ہیں۔ اس سے یہ بات بھی ثابت ہوتی ہے اللہ تعالیٰ اپنے نظام کائنات و حیات کی جزئیات و کلیات سب کا علم رکھتا ہے اور اس میں اس کی مشیت کارفرما رہتی ہے۔

جب یہ حقیقت اور یقیناً حقیقت ہے تو پھر اسلام پوچھتا ہے کہ کیا وجہ ہے کہ تم اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتے اور تمہارے اندر نیکی اور حسن عمل کا جذبہ پیدا نہیں ہوتا؟

Marfat.com

اسلام ہمیں یہ تعلیم دیتا ہے کہ ایسی منظم و حسین کائنات کئی مختلف خداؤں کی موجودگی میں ایک لحظہ کے لئے بھی نہیں چل سکتی۔ ایک سے زائد خدا ہوتے تو اس کے ہر گوشے میں تصادم و فساد رونما ہو جاتا ہے ارشادِ خداوندی ہے لَوْ كَانَ فِيهِمَآ آلِهَةٌ إِلَّا اللَّهُ لَفَسَدَتَا۔ اگر زمین و آسمان میں اللہ کے سوا کوئی اور معبود ہوتا تو (نظام کائنات میں) فساد واقع ہو جاتا۔

جیسے ایک عورت کے لئے چند خاوندوں کا ہونا اس کی بربادی کا سامان ہے یا ایک سلطنت کے لئے دو بادشاہوں کا ہونا ملک اور تخت کی تباہی کا موجب ہے ایسے ہی کائنات ارضی و سماوی میں دو خداؤں کا ہونا فتنہ و فساد کا سبب ہوتا پس خدا ایک ہی ہے اور اس کے سوا کوئی معبود نہیں عبادت کرو تو اسی واحد و لاشریک کی۔

وہی ایک خدا تمہارا خالق و مالک اور رازق ہے حاکم مطلق ہے جزا اور سزا دینے والا ہے پس اسی ایک کو اپنا رب اور الٰہ مانو اس کے ساتھ کسی دوسری قوت کی ربوبیت اور الوہیت کا پیوند نہ لگاؤ یہ شرک ہے اور اس کائنات کا مالک حاکم اپنے مرتبے اپنی صفات اور اپنے حقوق میں کسی دوسرے کی شراکت کو تسلیم نہیں کرتا اور نہ بطور امر واقعہ کے ایسی کوئی شراکت موجود ہے۔ خدا کی توحید کا یہ تصور ہی وہ واحد نقطہ ہے جس کے گرد دنیا کی تمام قومیں تمام نسلیں اپنی بولیوں اور رنگوں کے اختلاف کے ساتھ جمع ہو سکتی ہیں یہی وحدت انسانیت کا واحد راستہ ہے۔

توحید کے بارے میں ارشاد رسول مقبول معلوم کرنے کے لئے ذیل کی احادیث ملاحظہ فرمائیں۔

(نمبر ۱) ابو سعید کی روایت میں ہے کہ اللہ تعالےٰ نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا اے موسیٰ آسمان اور جو کچھ اس میں ہے زمین اور جو کچھ اس میں ہے سمندر اور جو کچھ اس میں .... اگر یہ سب چیزیں کسی ترازو کے ایک پلڑے میں رکھ دی جائیں اور کلمہ لا الٰہ الا اللہ دوسرے

پلڑے میں رکھ دیا جائے تو یہ کلمہ ان تمام چیزوں پر بھاری ہوگا۔

یہ سقف ارض وسماوات اگر ہوں میزان میں
تو بالیقیں ہے گراں لا الہ الا اللہ

(نمبر۲) حضرت انس رضی اللہ تعالٰے عنہ کی روایت میں ہے کہ اللہ تعالٰے نے حضرت موسٰی پر وحی نازل کی اے موسٰی امت محمدیہ میں کچھ لوگ ہونگے جو سفر میں اونچی نیچی زمین پر چڑھتے اترتے لا الہ الا اللہ کی شہادت دینگے۔ ان کا ثواب اور بدلہ میرے نزدیک مثل انبیاء کے ہے۔

(نمبر۳) حضرت ام ہانی سے روایت ہے کہ قیامت کے دن ایک پکارنے والا یعنی اللہ فرمائے گا۔ اے توحید والو تم آپس میں ایک دوسرے کی خطائیں معاف کردو اور تمہارا اجرو ثواب میرے ذمہ ہے۔ (طبرانی)

(نمبر۴) حضرت عبداللہ بن عباس کی روایت میں ہے کہ عرش الٰہی پر یہ الفاظ لکھے ہوئے ہیں کہ جس نے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہا میں اس کو دائمی عذاب میں گرفتار نہ کرونگا۔

(نمبر۵) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰے عنہ کی روایت میں ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا تمہارا رب فرماتا ہے اگر میرے بندے میری پوری پوری اطاعت کرینگے تو میں رات کو ان پر بارش کیا کرونگا اور دن کو کاروبار کی غرض سے ان پر دھوپ نکال دیا کرونگا۔ اور کڑک کی آواز سے ان کو محفوظ رکھونگا۔ (حاکم)

(نمبر۶) حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالٰے عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ تعالٰے ارشاد فرماتا ہے کہ میں اللہ ہوں میرے علاوہ اور کوئی بندگی کے لائق نہیں۔ میں مالک الملک ہوں یا دشاہوں کا بادشاہ ہوں تمام بادشاہوں کے دل میرے ہاتھ میں ہیں جب بندے میری اطاعت اور فرمانبرداری کرتے ہیں تو میں

ان کے بادشاہوں کے دل ان کی طرف پھیر دیتا ہوں اور بادشاہ ان کے ساتھ نرمی اور شفقت کا برتاؤ کرتے ہیں اور جب بندے میری نافرمانی کرتے ہیں تو میں ان کے بادشاہوں کے دل ان کے خلاف کر دیتا ہوں اور بادشاہ ان پر ظلم کرتے ہیں اور ہر قسم کے عذاب میں ان کو مبتلا کرتے ہیں تو جب کبھی ایسا ہو کہ تمہارے بادشاہ ظالم ہو جائیں تو تم بجائے اس کے کہ بادشاہوں کو کوسو اور ان کو بد دعا دو اپنے نفسوں کی اصلاح کرو اور ذکر الٰہی میں مشغول ہو کر میرے سامنے تضرع اور گریہ وزاری کرو تاکہ میں تمہارے بادشاہوں کے شر کو تم سے روک دوں۔

(نمبر ۷) حضرت انس رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا میں نے تین سو دس سے کچھ زیادہ فضیلتیں پیدا کی ہیں اگر کوئی شخص ان میں سے ایک عمل بھی میرے پاس لے کر آئیگا۔ بشرطیکہ لا الٰہ الا اللہ کی شہادت ہمراہ لائے تب بھی اسے جنت میں داخل کر دونگا۔ (طبرانی)

(نمبر ۸) حضرت علی بن موسیٰ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے کہ مجھ کو میرے باپ موسیٰ کاظم سے ان کو ان کے باپ امام جعفر صادق سے انہیں اپنے باپ امام باقر سے اور ان کو اپنے باپ امام زین العابدین سے ان کو اپنے والد ماجد شہید کربلا امام حسین سے اور ان کو اپنے والد ماجد حضرت شیر خدا سے یہ حدیث پہنچی کہ رسول خدا نے فرمایا کہ مجھ سے جبریل امین نے کہا کہ اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے کہ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه میرا قلعہ ہے جس شخص نے اس کلمہ کو پڑھا وہ میرے قلعہ میں داخل ہو گیا اور جو شخص میرے قلعہ میں داخل ہو گیا وہ میرے عذاب سے محفوظ ہو گیا (الآثار الاول)

(نمبر ۹) حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ تعالےٰ ارشاد فرماتا ہے کہ بیشک میں اللہ ہوں میرے سوا کوئی معبود نہیں جس شخص نے میری توحید کا اقرار کیا وہ میرے قلعے میں داخل ہو گیا وہ میرے عذاب سے بے خوف ہو گیا۔

(نمبر ۱۰) ایک حدیث میں ہے کہ جب کوئی مسلم لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه کہتا ہے تو یہ کلمہ آسمان

کو طے کرتا ہوا بارگاہ خداوندی میں حاضر ہوتا ہے اللہ تعالےٰ اس کلمے کو ٹھہرنے کا حکم دیتا ہے یہ کلمہ کہتا ہے الٰہی مجھے کس طرح سکون ہو ابھی میرا پڑھنے والا بخشا تو گیا نہیں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے جس وقت تجھ کو اس کی زبان پر جاری کیا تھا میں نے اسی وقت پڑھنے والے کی مغفرت کردی تھی۔

(ابن عساکر)

تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ

اب شرک کے بارے میں ارشادات رسول مقبول ملاحظہ ہوں۔

۱:۔ حضرت انس رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ تعالےٰ قیامت کے دن اس بندے سے دریافت کرے گا جو کم سے کم عذاب میں مبتلا ہو گا۔ کیا اس عذاب سے نجات حاصل کرنے کے لئے اگر تیرے ہاتھ میں دنیا کی کوئی چیز ہوتی تو دے دیتا۔ یہ بندہ کہے گا بیشک میرے پاس جو کچھ بھی ہوتا وہ دے کر اس عذاب سے نجات حاصل کرلیتا۔ اللہ تعالےٰ فرمائے گا میں نے تجھ سے جبکہ تو آدم کی پشت میں تھا بہت ہی ہلکی چیز طلب کی تھی کہ میرے ساتھ شرک نہ کیجیو لیکن تو نے انکار کیا اور تو نے میرے ساتھ شرک کیا۔ (بخاری)

۲:۔ حضرت انس کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ ارشاد فرماتا ہے اے ابن آدم تو جب تک مجھ کو پکارتا رہے گا اور مجھ سے امید رکھے گا میں تیری مغفرت کرتا رہوں گا۔ خواہ تو کسی حالت میں ہو مجھے کچھ پرواہ نہیں۔ اے آدم کی اولاد تیرے گناہ اگر اس قدر زیادہ ہوں کہ آسمان تک پہنچ جائیں اور تو مجھ سے مغفرت حاصل کرے تو بھی ان گناہوں کو بخش دونگا۔ اور مجھے کچھ پرواہ نہیں۔ اے ابن آدم اگر تو مجھ سے ایسی حالت میں ملاقات کرے کہ تیرے پاس اتنی خطائیں ہوں جن سے زمین بھر جائے مگر ان خطاؤں اور گناہوں میں شرک نہ ہو تو میں تجھ سے اتنی ہی مغفرت کے ساتھ ملاقات کرونگا۔ (ترمذی)

۳:۔ حضرت ابن عباس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ جو شخص یہ عقیدہ رکھتا ہو کہ میں اس کے گناہ بخش دینے اور معاف کردینے کی قدرت رکھتا ہوں

Marfat.com

تو میں اس کی خطائیں معاف کر دیتا ہوں اور کچھ پرواہ نہیں کرتا بشرطیکہ وہ میرے ساتھ کسی شے کو شریک نہ کرتا ہو۔

عـ۴ حضرت عیاض فرماتے ہیں کہ نبی کریم نے ایک دن اپنے خطبے میں فرمایا لوگو! آگاہ ہو جاؤ میرے پروردگار نے مجھے حکم دیا کہ تمہیں وہ باتیں جن کی تمہیں خبر نہیں اور اللہ تعالےٰ نے مجھے آج وہ باتیں بتائی ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے بیشک میں نے تمام بندوں کو صحیح فطرت اور صحیح دین پر پیدا کیا ہے مگر ان کے پاس شیاطین آئے اور ان کو ان کے اس دین سے بہکا دیا جس دین پر میں نے ان کو پیدا کیا تھا اور جو چیزیں میں نے اپنے بندوں پر حلال کی تھیں ان کو ان پر حرام کر دیا اور ان شیطانوں نے ان کو حکم دیا کہ وہ میرے ساتھ شرک کریں۔ اور ایسی چیزوں کو میرا شریک ٹھہرائیں جن پر میں نے کوئی دلیل نہیں بھیجی۔ (مسلم شریف)

عـ۵ حضرت ابوہریرہ حضور علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ میں تمام شرکا کے شرک کی بے نیازی سے بے پرواہ ہوں جس شخص نے کوئی عمل کیا اور اس عمل میں میرے غیر کو شریک کر لیا تو میں اس کو اور اس کے شرک کو چھوڑ دیتا ہوں۔ (مسلم شریف)

عـ۶۔ حضرت ابوہریرہ کی دوسری روایت میں ہے جس شخص نے کسی عمل میں میرے غیر کو شریک کر لیا تو میں اس سے بیزار ہوں اور وہ عمل اسی کے لئے ہے جس کے لئے کیا گیا ہے میرا اس سے کوئی تعلق نہیں۔ (مسلم شریف)

اگر شرک کے بارے میں مزید تفصیل درکار ہو تو ہماری کتاب "فلسفہ ارکانِ خمسہ" دیکھو۔

عـ۲ صبر و شکر

تبلیغ و اشاعتِ قانونِ فطرت میں ہر طرح کے مصائب و تکالیف اور رنج و الم کا سامنا ہونا لازمی ہے۔ ارشادات تو یہ ہیں کہ حکمت و دانائی سے یہ اشاعت کی جائے اور اگر جھگڑا ہی کرنا پڑے تو نہایت احسن طریقے سے کیا جائے جبر ہرگز روا نہ رکھا جائے مگر جو

لوگ اپنے مذہب کی پیروی امن و آرام سے نہ کریں بلکہ مصمم ارادہ کر لیا اور افعال سے اس کا اظہار کرنے لگیں کہ دینِ فطرت کی اشاعت کو جبر و اکراہ سے بلکہ جنگ و جدال سے روک دیں تو ان کی مخالفت میں مدافعانہ جنگ و جدال کیا جائے اسے جہاد کا نام دیا گیا ہے ظاہر ہے کہ اس کے لئے سختیاں اٹھانی پڑیں گی۔ لہٰذا صبر کی تلقین کی گئی اور فرمایا گیا۔ یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوا اسْتَعِیْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوۃِ اے ایمان والو صبر اور نماز سے مدد حاصل کرو۔ دوسری جگہ فرمایا اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ۔ بیشک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔ اور جگہ ہے اِنَّمَا یُوَفَّی الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَیْرِ حِسَابٍ۔ صابروں کا ثواب بے شمار ہے۔

یہ ناممکن ہے کہ پیروانِ دینِ حق ہر وقت مصائب کا شکار اور تکالیف کا نشانہ بنے رہیں بلکہ ان کی زندگی کا اکثر حصّہ کامیابی اور راحت میں بسر ہوتا ہے اس کے واسطے نصیحت فرمائی کہ ایسی حالت میں فخر و غرور اور تکبر و نخوت کو اختیار نہ کرو۔ بلکہ ہر قسم کی خوشی اللہ ہی کی طرف سے سمجھو اور اس مالکِ حقیقی کا شکر بجا لایا کرو تاکہ ان خوشیوں میں اضافہ ہوتا رہے جیسے کہ ارشاد باری تعالےٰ ہے لَئِنْ شَکَرْتُمْ لَاَزِیْدَنَّکُمْ اگر تم ہمارے شکر گذار ہو گے تو ہم تمہیں زیادہ دیں گے۔

حقوق اللہ اگرچہ وہ فرائض ہیں جو اللہ تعالےٰ نے اپنے لئے بندوں کے ذمہ لگا دیئے ہیں مگر اس میں فائدہ سراسر بندوں ہی کا ہے جیسے ایک شفیق استاد اپنے شاگردوں یا ایک مہربان باپ اپنی اولاد یا ایک قابل طبیب اپنے مریض کے لئے صحت و اصلاح کے درپے ہو کر ان سے بعض کام بظاہر سختی سے لیتے ہیں مگر دراصل وہ ان کی آئندہ زندگی کے لئے نہایت مفید ثابت ہوتے ہیں۔ اسی طرح اللہ تعالےٰ اپنے بندوں سے جو کام لیتے ہیں وہ ان کی دنیوی اور اخروی زندگی کے لئے بڑے مفید ہوتے ہیں۔

غرض یہ کہ دنیا میں رہ کر اس تعلیم کا حاصل کرنا ضروری ہے کہ انسان چھوٹی پارٹی

ناکامیوں سے مایوس نہ ہونے پائے اور ادنیٰ اور اعلیٰ خوشیوں کے حصول پر اپنے آپے سے باہر نہ ہو اور ہر دو حالت میں مستقل مزاج رہ کر صبر و شکر کا عادی ہو جائے

حوصلہ ہارے نہ انسان پریشانی میں ہر بنا کام بگڑ جاتا ہے نادانی میں

ڈوب سکتی نہیں کبھی موجوں کی طغیانی میں جن کی کشتی ہو محمدؐ کی نگہبانی میں

صبر کی حقیقت یہ ہے کہ آدمی کسی سخت کام پہ دل میں کدورت نہ آنے دے اور اگر آ بھی جائے تو اس کی پرواہ نہ کرے اور کام کو سخت نہ جانے اس کی دو قسمیں ہیں، صبر بدن اور صبر نفس۔ صبر بدن یہ ہے کہ خدا کی رضا کیلئے سخت محنت برداشت کرے روزہ نماز حج اور سردی کے موسم کے وضو وغیرہ کی سختی پہ خیال نہ کرے یا بدنی امراض پر رب سے ناراض نہ ہو علاج اور دعا خلاف صبر نہیں۔ صبر نفس یہ ہے کہ نفس کو اس کی ناجائز خواہشوں سے روکے اس کی بہت سی قسمیں ہیں اور ہر قسم کا علیحدہ نام ہے پیٹ اور شرمگاہ کی غلط خواہش سے رکنے کو عفت کہتے ہیں مال و دولت کی ہوس سے باز رہنے کو قناعت اور مصیبت میں تحمل کرنے کو صبر غنی تونگری میں غرور و تکبر سے بچنے کو حوصلہ جہاد کفار میں قائم رہنے کو شجاعت اور غصہ میں آپے میں رہنے کو حلم اور زبان سے کسی کا راز فاش نہ کرنے کو رازداری کہتے ہیں۔

صبر کے بے شمار فوائد ہیں جن میں سے بعض مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ ہر عبادت پہ ثواب مقرر ہے مگر صبر پہ نہیں اس کا ثواب بے اندازہ ہے۔

۲۔ ساری عبادتوں کی جزا جنت ہے اور صبر کا ثواب خود رب تعالیٰ ہے۔

۳۔ وعدہ الٰہی ہے کہ اگر تم صبر کرو گے تو ہم پانچ ہزار فرشتے بھیج کر تمہاری مدد کریں گے۔

۴۔ صبر سے استقلال اور ثابت قدمی حاصل ہوتی ہے جو کہ کامیابی کا پیش خیمہ ہے بغیر استقلال کوئی کام احسن طریقے سے سرانجام نہیں پاتا۔

۵۔ انسانیت کا تقاضا ہے کہ جس کی نعمتیں کھائے اس کی خاطر تکلیف بھی برداشت کرے۔ کتا مالک کا ٹکڑا کھا کر ہزار دفعہ اس کی لاٹھی بھی کھا لیتا ہے بے صبر انسان جانور سے بھی بدتر ہے۔

۶۔ صبر سنت انبیاء ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السّلام نے اپنا سارا مال خیرات کر کے اپنے بیٹے کے حلق پر چھری رکھ کر اور نمرودی آگ میں اپنے آپ کو پہنچا کر صبر کی مثال قائم کر دی۔ حضرت ایوب علیہ السّلام نے سخت بیماری برداشت کر کے عظیم الشان صبر کا مظاہرہ کیا ہمارے نبیؐ نے کفار مکہ کی سختیاں جھیل کر طائف والوں کی سنگ باری پر ان کو دعائیں دے کر گزشتہ صبروں پر رجسٹری فرما دی۔

شکر بھی رب کی بڑی عبادت ہے اس کے چند درجات ہیں ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ ہر نعمت کو رب کی طرف سے جانے اس سے بڑھ کر یہ کہ ہر نعمت پر رب کی تعریف کرے اس سے بڑھ کر یہ کہ ہر نعمت کو عبادت میں صرف کرے یہ شکر کا اعلیٰ درجہ ہے اور یہی شریعت و طریقت کا اصل اصول ہے۔

انسان کے تمام اعضاء پر شکر واجب ہے آنکھ کا شکر یہ ہے کہ بھلائی دیکھ کر ظاہر کی جائے اور برائی کو چھپایا جائے۔ کان کا شکر یہ ہے کہ اچھی بات سن کر یاد کر لی جائے اور بری بات کو بھلا دیا جائے ہاتھوں کا شکر یہ ہے کہ ان سے رزق حلال کیا جائے کسی کو بیجا دکھ نہ دیا جائے پیٹ کا شکر یہ ہے کہ اس کے نیچے کے حصے میں کھانا اور اوپر کا حصہ علم و حکمت سے لبریز رہے شرمگاہ کا شکر یہ ہے کہ بیوی اور لونڈی کے سوا کسی پر اس کا استعمال نہ کیا جائے۔ پاؤں کا شکر یہ ہے کہ بے دست و پا کی امداد کی جائے ان سے چل کر مساجد اور نیک محافل میں جایا جائے۔

۵۔ نماز

جب خدا تعالیٰ کا قانون رائج ہو جائے، بغاوت کا خیال نابود ہو جائے اور انسان صبر و شکر کے عادی ہو جائیں تو انہیں دنیا کے خدشات سے ایسا غافل نہ ہو جانا چاہیئے کہ گویا غرض حاصل ہو چکی اور کام ختم ہو گیا بلکہ ہر وقت ایک فوجی سپاہی کی طرح مخالفینِ حق کے مقابلہ کیلئے تیار رہنا چاہیئے۔ جو احکام اس تیاری کے لئے ایزد متعال نے قرار دیئے ہیں ان میں سے پہلا نمبر نماز کا ہے جو کہ جناب باری کی شکر گزاری کا ایک طریقہ ہے نماز کے چند دنیاوی اغراض و فوائد کا ذکر کیا جاتا ہے۔

نماز اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے ذمہ ایک ایسا حق لگا دیا ہے جس کی کسی حالت یہاں تک کہ مرض الموت میں بھی معافی نہیں جیسے امن کے زمانہ میں بھی فوجی سپاہی پریڈ سے غیر حاضر رہنے سے سپاہیوں کی فہرست سے خارج ہو جاتا ہے اسی طرح ایک مسلمان نماز ترک کرنے سے کامل مومن نہیں رہتا بلکہ صحابہ کی ایک جماعت تو تارک نماز کو کافر گردانتی ہے اور کہتی ہے مَنْ تَرَكَ الصَّلٰوةَ مُتَعَمِّدًا فَقَدْ كَفَرَ جس نے جان بوجھ کر نماز چھوڑ دی وہ کافر ہو گیا۔

نماز سے پابندیٔ اوقات کا درس ملتا ہے جس سے آدمی کو وقت کی قدر و قیمت بتانا اور ہر کام کو وقت پر کرنے کا عادی بنانا مطلوب ہے۔

جماعت کا قائم کرنا تاکہ افراد جماعت میں ربط و ضبط اور ملاپ رہے گویا باہم خلوص و محبت سے رہنا سکھانا مقصود ہے دنیوی امور آپس کے مشورے کے بغیر طے کرنے کی کوشش کی جائے تو ہزاروں دقتوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے مگر اجتماعی صورت میں ان کے انجام دینے میں بہت آسانی ہو جاتی ہے۔

اب نماز کے اوقات کی کیفیت سنئے۔ کہنے کو تو بعض معترضین کہہ دیتے ہیں کہ پانچ نمازوں کی کیا ضرورت ہے خدا تعالیٰ کو تو کسی وقت بھی یاد

Marfat.com

یاد کرلیا جائے تو کافی ہے اور اگر خصوصیت ہی مطلوب تھی، تو صبح کو اٹھتے وقت اور رات کو سوتے وقت اس کی بارگاہ میں اس کی یاد کے لئے حاضر ہونا کافی تھا لیکن ان ظاہر بینوں کو یہ علم نہیں کہ نماز تو ایک پنتھ دو کاج کا سا معاملہ ہے اس میں خدا تعالیٰ کی عبادت اور بندگی کے علاوہ انسانی صحت اور تندرستی کے قیام کا خیال بھی رکھا گیا ہے اور سپاہیانہ تربیت بھی مقصود ہے طریقہ نماز خود اس پر دلالت کرتا ہے مثل مشہور ہے کہ وقت کی نماز بے وقت کی ٹکریں کلام اللہ میں وقت پر نماز ادا کرنے کی از حد تاکید ہے چنانچہ ارشاد ربانی ہے اِنَّ الصَّلٰوۃَ کَانَتْ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ کِتَابًا مَّوْقُوْتًا نماز مومنوں کو وقت پر ادا کرنی لازمی ہے اب نماز کے اوقات کے فوائد کا ذکر کیا جاتا ہے۔

صبح جب آدمی خواب سے بیدار ہوتا ہے تو قدرتاً جسم میں سستی اور کاہلی کے آثار ہوتے ہیں اس لئے حکم ہے کہ ضروریات جسمانی سے فراغت حاصل کرکے غسل کرو اور اگر کوئی عارضہ یا ملکی آب و ہوا اس کی مانع ہو تو کم از کم وضو کرلو یعنی منہ ہاتھ پیر دھو ڈالو ناک اور دانت صاف کرلو۔ پھر قریب ترین مسجد میں جاکر باجماعت نماز ادا کرو کیونکہ ابھی معدہ خالی تھا اس واسطے صرف دو رکعت کا حکم ہوا اور اس میں قیام۔ رکوع اور سجود جو فرض تھے ادا ہوگئے یعنی خدا کی یاد بھی ہوگئی اور ہلکی سی جسمانی ورزش بھی ہوگئی اہل محلہ کے حالات سے بھی اطلاع ہوگئی اور باہمی مشورہ بھی ہوگیا پھر ذرا ہوا خوری ہوئی گھر آئے ناشتہ کیا اور کاروبار میں لگ گئے کیونکہ صبح کے وقت تازہ دم تھے اسلئے پانچ چھ گھنٹے خوب کام میں مشغول رہے دوپہر ہوئی سورج نصف النہار پر آیا بھوک لگی تھکان محسوس ہوئی اس لئے آرام کا وقت آگیا گرم ملکوں میں تو دوپہر کو بالعموم آرام کرنے کا دستور ہے ہی

مگر اب سائنسدانوں نے یہ ثابت کیا ہے کہ سرد ملکوں میں بھی دوپہر کے وقت آرام کرنا صحت کے لئے مفید ہے اور از بس ضروری ہے پس دوپہر کا کھانا کھا کر تقریباً ایک آدھ گھنٹہ آرام کرنا مسنون ہوا کیونکہ کھانا کھاتے ہی کاروبار میں لگ جانا باعث علالت ہے پھر اس آرام کے بعد جو کاہلی اور کسالت جسم میں پیدا ہوئی اسے دور کرنے کیلئے ضروری ہوا کہ منہ ہاتھ دھو لیا جائے اور پیشتر اس کے کہ کام شروع کیا جائے نماز ادا کر لی جائے تاکہ خدا کی یاد بھی ہو جائے اور ہاتھ پاؤں بھی کھل جائیں اس نماز کو ظہر کے وقت رکھا پھر جب تازہ دم ہو گئے تو ڈھائی تین گھنٹے اور کام کر لیا اس کے بعد طبیعت اکتائی پھر اٹھے کچھ آرام کیا اور کچھ کھایا وضو کیا ہوش آیا اور نماز عصر ادا کر لی اس کے بعد اگر روزانہ کام سے فارغ ہو تو تفریح طبع کیلئے کھیلو، چلو اور ہوا خوری کر لو پھر شام کو اہل وعیال میں جانے سے پیشتر منہ ہاتھ دھونا اور بخیر و عافیت سے دن گزارنے پر خالق حقیقی کا شکریہ ادا کرنا واجب ہے جسے نماز شام یا مغرب کہا گیا تاکہ انسان فارغ البال نظر آئے اور اہل وعیال میں جائے تو ہشاش بشاش ہو گھر میں آئے کھانا کھایا بیوی بچوں اور دیگر احباب و اقارب کے ساتھ گفت و شنید میں کچھ وقت گزارا طبیعت سیر ہوئی اتنے میں بستر استراحت پر لیٹنے کا وقت آگیا زندگی کا بھروسہ نہیں نامعلوم کل کیا ہو کھانے کی ثقالت اور رات بھر محنت و مشقت سے گریز ایسے امور تھے کہ پاسبانِ حقیقی کی عبادت پر مجبور کرنے کے علاوہ کچھ ورزش کے متقاضی تھے لہٰذا عشاء کی نماز مقرر ہوئی۔

سونے والے رب کو سجدہ کرکے سو — کیا خبر اٹھے نہ اٹھے صبح کو

کیا خبر ہے صبح ہوگی یا نہیں — اور چلا جائے گا تو زیر زمیں

اور اس کے بعد آرام کی نیند سوئے غذا کی ثقالت کی وجہ سے اگر کسی وقت

آنکھ کھلی تو چاہا تو پھر ہاتھ منہ دھو کر اللہ تعالیٰ کو یاد کر لیا مگر یہ ضروری نہیں اسے نماز تہجد کہتے ہیں اہل ذوق کہتے ہیں کہ رات کی خاموشی کا سماں اور دل کا لگاؤ اس وقت انسان کو اتنا محو کر دیتا ہے کہ ان کو کسی نماز میں وہ لطف حاصل نہیں ہوتا جو اس وقت ہوتا ہے۔

اب نماز کے باقی فوائد بھی سن لیجیئے اوپر ذکر ہو چکا ہے کہ نماز باجماعت پڑھنی چاہیئے چنانچہ اس کی تائید میں کلام الٰہی میں بار بار ارشاد ہوتا ہے۔ وَارْكَعُوْا مَعَ الرّٰكِعِيْنَ کہ رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کر خود حضور پُرنور فرمایا کرتے تھے کہ نماز باجماعت اکیلے نماز پڑھنے سے بدرجہا افضل ہے اور تم پر جماعت کے ساتھ رہنا فرض ہے ظاہر ہے اس سے اتفاق و اتحاد قومی کی بنیاد ڈالنی مقصود ہے۔ صبح و شام کی نمازیں تو بالعموم محلے کی مسجد میں ادا ہوتی ہیں اور باقی کاروباری جگہ کے قریب والی مسجد میں اس طرح ہر نمازی اپنے اہل محلہ اور اہل بازار کے حالات سے واقف اور ان کے مشوروں میں شامل رہتا ہے اور اس بات کو پختہ کرنے کے لئے قرار دے دیا ہے کہ نماز کو گھر یا کارخانہ سے قریب ترین مسجد میں ادا کرنا لازمی ہے جب اس طرح اہل محلہ اور دیگر اہل علاقہ کا اتحاد ہو گیا تو ہفتہ میں ایک مرتبہ ظہر کی نماز شہر کی جامع مسجد میں پڑھنا فرض کر دیا تاکہ تمام کے تمام شہری کوئی اہم مشورہ کر سکیں اور شہر کی ہر جگہ کے باشندوں کے حالات سے باخبر ہو جائیں اور سارے شہر کا اتفاق قائم رہے اسی پر بس نہیں بلکہ سال میں دو مرتبہ نماز عیدین کا حکم ہوا جس میں شہر اور اس کے گرد و نواح کے دیہاتی اور قریب کے لوگ بھی شامل ہو سکیں تاکہ کم از کم ایک تحصیل کا باہمی میل جول قائم رہے اور دیہاتی شہریوں اور شہری دیہاتیوں کے متعلق معلومات فراہم کر سکیں اور بوقت ضرورت ایک دوسرے کے کام آسکیں۔

اخیر میں اس امر کا بیان کرنا اس فصل کی تکمیل کیلئے ضروری ہے کہ نماز عملاً یک جہتی یکسوئی اور اتحادِ عمل کی داعی ہے اس کے تقرر میں اصلی راز ہی یہ تھا کہ پیروان قانون فطرت کا مرکز بھی ایک ہو اور نکتہ نگاہ بھی ایک ہو پس کسی خطۂ زمین میں چلے جاؤ یہی دیکھو گے کہ نماز کے وقت ایک امام کے پیچھے ایک ہی گھر کی طرف آنکھ لگائے کھڑے ہیں جب وقت ان کی نگاہ مرکز سے ہٹی ان کا دائرہ عمل ٹوٹ جائیگا اور وہ حیران و پریشان پھرتے دکھائی دیں گے۔

کاش آج کل مسلمان نماز کے ان فوائد کو مدنظر رکھتے ہوئے نماز کی پابندی کا خیال کریں لیکن افسوس اور صد افسوس کہ آج کل اکثر مسلمان نماز کی بجائے ٹیلیویژن سینما ریڈیو اور تھیٹر کے شائق ہیں جس کا نتیجہ یہ ہے کہ نئی نسل تباہی و بربادی کی طرف جا رہی ہے اسلامی تہذیب و تمدن اور اخلاق کی دولت ہاتھ سے چھن گئی طبعی عیاشی زوروں پر ہے گالی گلوچ دینا بزرگوں پہ آوازے کسنا علماء کا مذاق اڑانا چوری ڈکیتی رہزنی والدین کی نافرمانی بزرگوں کی بے ادبی قتل و غارت و دنگا فساد اور دیگر مخرب الاخلاق عادات سینما بینی کا ثمرہ ہیں، لڑائی جھگڑا بدسلوکی نااتفاقی اور باہمی رنجش زوروں پہ ہے بھائی بھائی کا دشمن دوست دوست کا مخالف رشتے داروں میں باہمی چپقلش اپنے عروج پہ ہے یہ صرف نماز چھوڑنے کا نتیجہ ہے۔

۵۔ نماز روزہ سے عار کب تک شراب و مطرب سے پیار کب تک
چلے گا شیطان کا وار کب تک رہے گا یہ حال زار کب تک

۶۔ زکوٰۃ

بیماری، بیکاری، حادثات اور عوارضات انسانی زندگی کا لوازمہ

ہیں۔ پابند دین فطرت نماز کی ادائیگی کی وجہ سے بیگانوں اور یگانوں کے حالات سے باخبر رہتا ہے اس واسطے قدرتی بات ہے کہ اس کو ان ہمؔ کے شاکیوں سے پالا پڑے اور وہ باقتضائے انسانی ہمدردی ان کی امداد کی طرف مائل ہو کیونکہ اسوہ کامل امام الانبیاء کا ارشاد ہے المسلم اخو المسلم مسلمان مسلمان کا بھائی ہے اور اسے ایک دوسرے کے مضبوط اور توانا رکھنے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھنا چاہیئے نیز مسلم قوم پوری کی پوری جسم واحد کی طرح ہے اور اس کے افراد اس کے اعضاء ہیں اس لئے اگر ایک عضو کو تکلیف ہو تو سارے جسم کو بیکل ہو جانا چاہیئے شیخ سعدی فرماتے ہیں۔

بنی آدم اعضائے یک دیگر اند — کہ در آفرینش ز یک جوہر اند
چو عضوے بدرد آورد روزگار — دگر عضوہا را نماند قرار

ان حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے ایک نظام کا قیام ضروری تھا اس لئے ہر ذی استطاعت مسلمان کو حکم ہوا کہ وہ اپنی اس جائداد سے جو اس کا اور اس کے اہل و عیال کا خرچ نکال کر بچ رہے اور سال بھر اس کے تصرّف و قبضہ میں رہے چالیسواں حصہ راہ خدا میں ضرور دے اس حکم کا نام ادائگی زکوٰۃ رکھا گیا یعنی وہ حکم جس سے اموال و جائداد پاک اور بابرکت ہو جاتے ہیں یہ زکوٰۃ ایک بیت المال میں جمع کی جائے پھر یہ فنڈ اول خویش بعدہ درویش کے اصول پر مفصلہ ذیل حاجت مندوں پر خرچ کیا جائے، یتامیٰ مساکین مسافر اسیر قرضدار نومسلم وغیرہ

زکوٰۃ اہل زر اور امراء قسم کے لوگوں کو کبھی معاف نہیں ہو سکتی البتہ دیگر خیرات و صدقات اختیاری ہیں اور ان کے لئے بھی جا بجا ترغیب دلائی گئی ہے اور بخل و کنجوسی کرنے سے منع کیا گیا اور استطاعت سے بڑھ

کر فیاضی کرنے سے روکا گیا کیونکہ حسب فرمان جناب رسول پاک بہترین امور وہی ہیں جن میں میانہ روی اختیار کی جائے۔

زکوٰۃ انسان کے اخلاق ہی کا نہیں بلکہ اس کے ایمان کا بھی بہت کڑا اور سخت امتحان ہے جو شخص خدا کی راہ میں خرچ کرنے سے جی چراتا ہے اس خرچ کو اپنے اوپر چٹی اور جرمانہ سمجھتا ہے حیلوں اور بہانوں سے بچاؤ کی صورتیں نکالتا ہے اور اگر خرچ کرتا ہے تو اپنی تکلیف کا بخار لوگوں پر احسان رکھ کر نکالنے کی کوشش کرتا ہے یا یہ چاہتا ہے کہ اس کی سخاوت کا دنیا میں اشتہار دیا جائے وہ دراصل خدا اور آخرت پر ایمان ہی نہیں رکھتا وہ سمجھتا ہے کہ خدا کی راہ میں جو کچھ دیا گیا وہ ضائع ہو گیا اس کو اپنا عیش، اپنا آرام اپنی لذتیں اپنے فائدے اور اپنی ناموری خدا سے اور اس کی خوشنودی سے زیادہ عزیز ہے وہ سمجھتا ہے کہ جو کچھ ہے یہی دنیا کی زندگی ہے اگر روپیہ صرف کیا جائے تو اسی دنیا میں ناموری اور شہرت ہونی چاہیئے تاکہ اس روپے کی قیمت یہیں وصول ہو جائے۔ ورنہ اگر روپیہ بھی گیا اور کسی کو یہ معلوم بھی نہ ہوا کہ فلاں صاحب نے فلاں کار خیر میں اتنا مال صرف کیا ہے تو گویا سب مٹی میں مل گیا قرآن مجید میں صاف طور پر فرما دیا گیا کہ اس قسم کا آدمی خدا کے کام کا نہیں ہے وہ اگر ایمان کا دعویٰ کرتا ہے تو لمنافق ہے چنانچہ ارشاد ایزد متعال ہے۔

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُبْطِلُوا صَدَقَاتِكُم بِالْمَنِّ وَالْأَذَىٰ كَالَّذِي يُنفِقُ مَالَهُ رِئَاءَ النَّاسِ وَلَا يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ؕ

ترجمہ: اے ایمان والو اپنی خیرات کو احسان رکھ کر اور اذیت پہنچا کر ضائع نہ کرو اس شخص کی طرح جو محض لوگوں کو دکھانے (اور شہرت کے لئے) خرچ

کرتا ہے اور اللہ اور آخرت پر ایمان نہیں رکھتا۔

وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۙ

ترجمہ:۔ جو لوگ سونا اور چاندی جمع کر کے رکھتے ہیں اور اسے خدا کی راہ میں خرچ نہیں کرتے انہیں دردناک عذاب کی بشارت دے دو۔

خود غرضانہ ذہنیت کے نتائج کیا ہیں؟ اس کے نتائج صرف اجتماعی زندگی ہی کے لئے مہلک نہیں ہیں بلکہ آخر کار خود اس شخص کیلئے بھی مہلک ہیں اور نقصان دہ ہیں جو تنگ نظری اور جہالت کی وجہ سے خود غرضی کو اپنے لئے فائدہ مند سمجھتا ہے جب لوگوں میں یہ ذہنیت کام کر رہی ہو تو تھوڑے اشخاص کے پاس دولت سمٹ سمٹا کر اکھٹی ہو جاتی ہے اور بیشمار اشخاص بے وسیلہ ہوتے چلے جاتے ہیں دولتمند لوگ روپے کے زور سے روپیہ کھینچتے رہتے ہیں اور غریب لوگوں کی زندگی روز بروز تنگ ہوتی جاتی ہے افلاس جب سوسائٹی میں عام ہو وہ طرح طرح کی خرابیوں میں مبتلا ہو جاتی ہے جسمانی صحت میں خرابیاں پیدا ہوتی ہیں۔ بیماریاں پھیلتی ہیں کام کرنے کی قوت کم ہو جاتی ہے جہالت بڑھتی ہے اخلاق گرنے لگتا ہے لوگ اپنی ضروریات پوری کرنے کیلئے جرائم کا ارتکاب کرنے لگتے ہیں۔ آخر کار یہاں تک نوبت پہنچتی ہے کہ لوٹ مار ہونے لگتی ہے عام بلوے ہوتے ہیں دولتمند لوگ قتل کئے جاتے ہیں ان کے گھر لوٹے اور جلائے جاتے ہیں اور وہ اس طرح تباہ و برباد ہوتے ہیں کہ ان کا نام و نشان باقی نہیں رہتا۔

اگر پاکستان کے تمام کارخانہ دار مل مالکان فیکٹریوں کے مالک بڑے بڑے امراء رؤسا متمول صاحب ثروت اور زمیندار اپنے عشر اور زکوٰۃ

نکالیں تو اس ملک میں کوئی غریب نہیں رہ سکتا ملک کی معاشی اور اقتصادی کمزوری دور ہو سکتی ہے غربت اور افلاس کا قلع قمع ہو سکتا ہے چوری ڈاکہ زنی اور لوٹ مار ختم ہو سکتی ہے لیکن کتنے افسوس کی بات ہے کہ اس ملک کے ساہوکار دولت پر سانپ بن کر بیٹھے ہوئے ہیں اور خدا کی حقوق کی پرواہ تک نہیں کرتے اور یہ سب کچھ اس لئے ہے کہ اس ملک میں اسلامی قانون کا نفاذ نہیں ہے خلافت راشدہ کی سی حکومت نہیں ہے جب تک اس ملک میں قرآن و سنت کی حکومت نہیں ہو گی اس ملک سے برائیوں کا دور ہونا ناممکن ہے کہاں سے لائیں دَور صدیقی کہ زکوٰۃ کے منکروں کے خلاف لشکر آرائی کر کے اُن کی سرکوبی کر دی جاتے اور ثابت کر دیا جاتے کہ زکوٰۃ ادا نہ کرنے والے ہمارے معاشرے کے لئے ایک رستہ ہوا ناسور ہیں ۔

۷ ـــ "روزہ"

مصیبت زدہ انسان کی تکلیف کا اندازہ تب ہی لگایا جا سکتا ہے کہ انسان خود بھی اس تکلیف میں مبتلا ہو چکا ہو۔ اس یاد دہانی کے لئے فاطر کائنات نے لکھ دیا کہ ہر پابند فطرت کو ایک ماہ کے روزے ضرور رکھنے ہوں گے اور قمری مہینہ مقرر کرنے میں یہ حکمت ہے کہ وہ ہمیشہ گردش میں رہتا ہے اور کسی خاص موسم میں نہیں آتا اور اس طرح کسی حصہ زمین کے باشندگان کو یہ شکایت نہیں ہو سکتی کہ ہمیں شدید موسم میں روزے رکھنے پڑتے ہیں اور دوسروں کو اچھے موسم میں نیز یہ مقصد بھی تھا کہ انسان کو ہر آب و ہوا اور ہر موسم میں بھوک اور پیاس برداشت کرنے کی عادت پڑ جاتے اور ضبط

نفس کا خوگر بن جاتے۔

اس زمانے میں تو مہذب ملکوں نے بھی بروتے سائنس اس امر کو تسلیم کرلیا ہے کہ روزہ تمام جسمانی بیماریوں سے نجات پانے کا بہترین علاج ہے اس مقصد کے لئے بعض غیر مسلم بھی فاقہ کشی کرتے ہیں بعض ہندو نفس کشی کے لئے کئی کئی ماہ فاقہ کرتے ہیں اسلام دین فطرت ہے اس لئے رب العالمین نے روز ازل سے انسانی طاقت کا اندازہ لگا کر ایک ماہ کے روزے مقرر کئے اور بچوں بوڑھوں، ضعیفوں، مریضوں، حائضہ اور دودھ پلانے والی عورتوں کو اس حکم سے مستثنیٰ قرار دیا۔

روزہ صرف یہ نہیں کہ انسان کھانے پینے وغیرہ سے رک جاتے بلکہ روزہ دار کو بری بات کرنا نظر بد سے بچنا اشارتاً بھی کسی برائی میں حصہ لینا یہاں تک کہ دل میں برُے خیالات کا لانا بھی قطعاً ممنوع ہے اب سمجھ لو کہ انسانی اخلاق پر روزہ کا کیا اثر پڑے گا یک جہتی اور اتحاد عمل کو یہاں بھی ہاتھ سے نہیں دیا گیا بلکہ رمضان میں دیکھو گے کہ ساری دنیائے اسلام اس حکم کی فرمان برداری میں مشغول ہے۔

مسلم زندگی سپاہیانہ زندگی ہے ہر مسلم تبلیغ کے لئے ایک سپاہی ہے، اور سپاہی کے لئے نہایت ضروری ہے کہ وہ فاقہ کشی اور برداشت کی عادت ڈالے تاکہ اگر کسی وقت کھانے پینے کی اشیاء دستیاب نہ ہوسکیں تو اس کے روزمرہ کے معمول میں فرق نہ آئے نیز بھوک کی برداشت انسان میں ہمدردی ایثار اور قربانی کے جذبات پیدا کرتی ہے اس سے دوسروں کی تکلیف کا احساس ہوتا ہے۔

Marfat.com

۸ — حج

حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ سفر وسیلۂ ظفر ہے دوسری جگہ ارشاد ہے سفر میں دوزخ کی تکلیف اٹھانی پڑتی ہے ان دو ارشادات سے سفر کے روشن اور تاریک پہلو سامنے آگئے ادھر جگہ جگہ کلام اللہ میں اس طرف توجہ دلائی جاتی ہے کہ باوجود تکالیف اٹھانے کے اللہ کی زمین میں پھرو اور درس عبرت حاصل کرو ان احکام کو عملی جامہ پہنانے کیلئے اور اسلامی سپاہیوں کو سفر کی صعوبتوں کا عادی بنانے کیلئے حج فرض کر دیا گیا ہے جس سے انسان دوسرے ملکوں کی حالت دیکھ کر اپنے ملک کی اصلاح کے طریقے سوچ سکتا ہے علاوہ ازیں جب تمام ممالک کے اشخاص ایک مرکز پر جمع ہونگے تو باہمی اسلامی برادری کا سلسلہ قائم رہے گا اور اسلامی دنیا کے اہم امور باہمی مشورہ سے انجام پذیر ہوں گے۔ اور ہر سال ان مجالس کی تجدید ہوتی رہے گی۔

مجاہد کی روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس نے فرمایا کہ ہم حضور کی خدمت گرامی میں موجود تھے کہ یمن سے کچھ لوگ حاضر ہوئے اور انہوں نے عرض کی یارسول اللہ ہمارے ماں باپ آپ پر قربان آپ ہمیں حج کے فضائل سے آگاہ فرمائیں حضور نے فرمایا جو شخص حج یا عمرہ کی نیت سے گھر سے چلا تو ہر قدم پر اس کے گناہ اس طرح دور ہوتے ہیں جس طرح درختوں سے پتے نیچے گر جاتے ہیں جب وہ مدینہ پہنچ کر مجھ سے سلام کرتا ہے اور ذو الحلیفہ کے چشمہ پر پہنچ کر غسل کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے گناہوں سے پاک کر دیتا ہے اور اس سے فرشتے مصافحہ کرتے ہیں جب نئے کپڑے (چادر و تہبند) پہنتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو بہت سی نیکیاں عطا فرماتا ہے جب وہ لبیک اللّٰھم لبیک کہتا ہے تو اللہ تعالیٰ لبیک و سعدیک کہتا ہوا جواب دیتا ہے جب

Marfat.com

مکہ میں داخل ہو کر طواف اور صفا و مروہ کے درمیان سعی کرتا ہے تو اللہ نیکیوں کو اس کے ساتھ کر دیتا ہے جب عرفات میں پہنچ کر حاجتوں کی طلب میں آواز بلند کرتا ہے تو اللہ ساتوں آسمانوں کے فرشتوں سے فخر فرماتا ہوا کہتا ہے میرے فرشتو! میرے آسمانوں پر رہنے والو! کیا تم نہیں دیکھتے کہ میرے بندے غبار آلود بال پریشان دور دراز مقامات سے آئے ہیں انہوں نے اپنا مال بھی خرچ کیا ہے اور اپنی جانوں کو بھی تھکایا اپنی عزت وجلال کی قسم میں ان نیکوں کے طفیل ان کے بڑوں کو بھی بخش دوں گا اور ان کو گناہوں سے اس طرح پاک کروں گا جس طرح ماں کے پیٹ سے پیدا ہونے کے دن تھے جب لوگ کنکریاں پھینکتے، سر منڈاتے اور کعبہ کی زیارت کرتے ہیں تو عرش کے نیچے سے ایک پکارنے والا پکارتا ہے تم لوگ اپنے گھروں کو واپس جاسکتے ہو میں نے تمہارے پچھلے سارے گناہ معاف کر دیئے اب آئندہ سے نیک عمل کرو۔

نماز، زکوٰۃ، روزہ اور حج کے اسرار اور فوائد کی تفصیل کے لئے ہماری کتاب "فلسفہ ارکان خمسہ" کا مطالعہ نہایت مفید ثابت ہوگا۔

۹۔ قربانی

رسول اقدس سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات سے قربانیوں کے بارے میں سوال کیا گیا کہ یہ قربانیاں کیا ہیں تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ قربانی دینا تمہارے باپ ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے۔

جب قرآن واحادیث کا مطالعہ بنظر غور کیا جائے تو معلوم ہو جاتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قربانی صرف یہ نہ تھی کہ انہوں نے ایک دنبہ ذبح فرمایا بلکہ ان کی قربانی یہ تھی کہ انہوں نے دنبہ ذبح کرنے سے پہلے اپنے ہر ارادے کو اللہ کے نام پر اس کی رضا کے موافق قربان کر دیا تھا۔ اللہ کا ارادہ پاکر بے دھڑک

آگ میں کود پڑے' اس کی توحید کی تبلیغ کیلئے اپنے آبائی وطن سے ہجرت فرمائی' صرف اللہ کا ذکر سننے کے لئے ذاکرین کی ایک جماعت کو اپنے گھر کا سارا ساز و سامان بخش دیا' حق تعالیٰ ہی کی خوشنودی حاصل کرنے کیلئے اپنی بیوی سیدہ حاجرہ اور اپنے فرزند حضرت اسماعیل علیہ السلام کو بے آب و گیا وادی میں چھوڑ آئے' فرزند ارجمند کے معصوم حلق پر تیز دھار چھری صرف اس لئے چلائی کہ اپنے تمام ارادے پورے طور پر ذبح و قربان کر دیں اور اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور رضا صحیح معنوں میں حاصل ہو جائے۔

مندرجہ بالا سوال کا جواب دے کر سید عالم علیہ السّلام نے ایک لطیف اشارہ اس امر کی طرف فرمایا کہ قربانی دیتے وقت گوشت خوری' ریاکاری کا لحاظ نہ کیا جائے بلکہ صرف حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت کا اتباع ملحوظ خاطر ہو اور صرف بکرے کے ذبح کرنے پر اکتفا نہ کیا جائے بلکہ تمام شہوانی ارادوں نفسانی خواہشات کو طاعات و عبادات کی چھری سے پورے طور پر ذبح کیا جائے یہی حقیقی قربانی ہے۔

قرآن مجید میں بھی اس کی تصریح موجود ہے لَنْ يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَلَا دِمَآءُهَا وَلٰكِنْ يَّنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ۔ اللہ کو ہرگز نہ ان (قربانیوں) کے گوشت پہنچتے ہیں نہ ان کے خون ہاں تمہاری پرہیزگاری اس تک باریاب ہوتی ہے۔

مطلب واضح ہے کہ قربانی کا گوشت تو لوگ کھاتے ہیں اور خون زمین پیتی ہے اللہ تعالیٰ کو ان میں سے کسی کی حاجت نہیں اس کو تو صرف تقویٰ پرہیزگاری' اخلاص اور نیک نیتی پسند ہے جس نے نیک نیتی سے قربانی دی اور تقویٰ اختیار کیا اس کی قربانی مقبول ہے اور جس نے صرف گوشت خوری کے

لئے جانور کو ذبح کیا اس کی قربانی نامقبول۔

قاضی بیضاوی علیہ الرحمتہ نے تقویٰ کی تفسیر میں فرمایا ہے فِعْلُ الْحَسَنَاتِ وَتَرْکُ السَّیِّاٰتِ یعنی نیک کاموں کے کرنے اور بُرے کاموں سے بچنے کا نام تقویٰ ہے تو جو شخص نماز روزہ حج زکوٰۃ وغیرہا نیک کام نہ کرتا ہو اور شراب خوری جوا بازی، زنا کاری، بدمعاشی، عیاشی، حرام کاری، حرام خوری، عریانی، بے پردگی جیسی بدیوں میں ہر وقت مشغول رہتا ہو اور صرف لوگوں کو دکھانے کے لئے ہر سال قربانی بھی دیتا ہو تو ایسے شخص کی قربانی کو حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کی قربانی سے کچھ نسبت نہیں نہ یہ قربانی اللہ کی مرضی کے موافق ہے اور سنت خلیل اللہ کے مطابق قربانی دینے والے پر لازم ہے کہ وہ صرف اللہ کے نام پر قربانی دے اور بکرے کے ساتھ ساتھ اپنے نفس سرکش کے تمام ارادے بھی ذبح کر ڈالے۔

ہم جب اپنے پاکستانی بھائیوں اور بہنوں کی عید کے موقع پر بڑھتی ہوئی عیاشیوں، بدمعاشیوں، عریانیوں اور بے حیائیوں کو دیکھتے ہیں تو سر ندامت سے جھک جاتا ہے اور حد درجہ افسوس ہوتا ہے کیونکہ رسولِ عربی کے ان نالائق امتیوں کو شیطان کی پیروی کے سبب اللہ تعالیٰ کے قہر و غضب کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوتا ان کے اس فعل شنیع اور عمل قبیح سے ان کا ازلی دشمن ابلیس تو خوش ہو جاتا ہے لیکن جس پیارے پیغمبر کے امتی کہلاتے ہیں اور جس خلیل اللہ کی یادگار قائم رکھنے کے لئے سینکڑوں روپیہ خرچ کر کے بکرے خریدتے ہیں وہ دونوں ان سے ناراض رہتے ہیں۔

عید کا جو تصور ان کے یورپ زدہ دماغوں میں موجود ہے وہ سراسر غلط و بے بنیاد ہے۔ عید کا صحیح تصور ایک بزرگ نے بدیں الفاظ پیش فرمایا ہے۔

لَیْسَ الْعِیْدُ لِمَنْ لَبِسَ الْجَدِیْدَ ‌ ‌ اِنَّمَا الْعِیْدُ لِمَنْ اٰمِنَ الْوَعِیْدَ
لَیْسَ الْعِیْدُ لِمَنْ بَسَطَ الْبِسَاطَ ‌ ‌ اِنَّمَا الْعِیْدُ لِمَنْ جَاوَزَ الصِّرَاطَ
لَیْسَ الْعِیْدُ لِمَنْ رَکِبَ الْمَطَایَا ‌ ‌ اِنَّمَا الْعِیْدُ لِمَنْ تَرَکَ الْخَطَایَا

ترجمہ: عید اس کی نہیں جس نے نئے کپڑے پہنے بلکہ عید اس کی ہے جو اللہ کے قہر و غضب سے ڈرا عید اس کی نہیں جس نے خوبصورت فرش پر دسترخوان بچھا کر رنگ برنگے کھانے چنے بلکہ عید اس کی ہے جس نے پل صراط کو عبور کیا۔

عید اس کی نہیں جس نے تفریح کی خاطر مختلف سواریوں پر سواری کی۔ بلکہ عید اس کی ہے جس نے گناہوں کو ترک کیا اور نفسانی خواہشات کو پامال کیا۔

قربانی قرآن مجید کے مجاہدانہ کارناموں اور احکام میں سے ایک حکم ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے وَانْحَرْ یعنی قربانی کر چنانچہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے مدینہ طیبہ کے دس سالہ قیام میں ہمیشہ قربانی کی اور اس پر مواظبت فرمائی اسی طرح صحابہ کرام تابعین عظام امامان دین اور جمہور مسلمین سب نے آج تک ہر سال قربانی کی اور کرتے ہیں مگر اب نئے منکرین یورپ نے یہ نیا شوشہ چھوڑا ہے کہ قربانی کرنا ایک بیکار چیز ہے اور ہر سال جو اس قدر کثیر رقم قربانی پر صرف ہوتی ہے وہ ملک کے رفاہی کاموں اور تعمیری امور میں خرچ ہونی چاہیئے۔

تعجب کی بات ہے کہ جو روپیہ قربانی پر صرف ہوتا ہے وہ تو ان مغرب زدہ لوگوں کو بیکار نظر آتا ہے لیکن جو لاکھوں بلکہ کروڑوں روپیہ سینما، تھیٹر، کلب گھروں، ناچ گھروں۔ ٹی پارٹیوں مسرفانہ دعوتوں گھوڑ دوڑوں لاٹریوں اور معمہ بازیوں سرخی پاؤڈر۔ لپ اسٹک اور دیگر اسراف و تبذیر کی بے شمار مدوں پر خرچ ہوتا ہے۔ اس کے متعلق کسی کے دل میں درد کی کوئی چسک پیدا نہیں ہوتی۔ اخلاق تباہ ہو رہا ہے صحت و تہذیب کا جنازہ نکل گیا دنیا بھی

Marfat.com

برباد دیں بھی تباہ ملکی استحکام کیلئے بھی نامعقول اخراجات نقصان دہ ہیں کاش ان نئے مفکروں کو یہ خیال آتا کہ حکومت اور عوام کی توجہ اس طرف مبذول کرائی جائے کہ ان سیاہ کاریوں پر جو روپیہ پانی کی طرح بہایا جا رہا ہے وہ اسلحہ کی خرید میں صرف کیا جائے تاکہ ملک کی عسکری قوت میں اضافہ ہو اور ملکی استحکام مضبوط ہو جائے۔

بعض لوگ قربانی کے نقائص بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ معدہ پر یہ بار گراں ہر سال حکیموں اور ڈاکٹروں کی گرم بازاری کا سبب ہوتا ہے میں کہتا ہوں کہ اگر اس مزعومہ گرم بازاری کو صحیح تصور کر لیا جائے تو اس کا سبب قربانی کرنا نہیں بلکہ قربانی کے بعد مسنون طریقہ سے اس کے گوشت کی عدم تقسیم ہے اگر ارشاد نبوی کے مطابق عمل کیا جائے تو کسی گھر میں گوشت اتنی مقدار میں باقی نہ رہے جس کی بنا پر معدہ پر بوجھ ہو۔ یوں تو ہر مذہبی کام کی ادائیگی میں بعض ناواقف لوگوں سے کوئی ایسی غلطی ہو جاتی ہے جس کی وجہ سے اس قسم کے مفاسد لازم آ جاتے ہیں لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ایسے غلط کار کو مذہبی فریضہ کی ادائیگی سے روک دیا جائے۔ بلکہ اس کی غلطی کی اصلاح کرنا چاہیئے

"حضرت اسمٰعیلؑ کے واقعہ قربانی کے چند اہم نکات"

نکتۂ اوّل:۔ خواب میں حضرت ابراہیم علیہ السّلام کو حکم ہوا کہ اپنے فرزند کو قربان کر دو اس میں کیا حکمت تھی؟ ارباب اشارات فرماتے ہیں کہ اس میں حکمت یہ تھی کہ ثابت کیا جائے کہ انبیاء علیہم السّلام کے خواب بھی وحی الٰہی ہوا کرتے ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السّلام نے فرمایا۔

یَا بُنَیَّ اِنِّیْ اَرٰی فِی الْمَنَامِ اَنِّیْ اَذْبَحُکَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰی قَالَ

قَالَ یٰۤاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ سَتَجِدُنِیْۤ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِیْنَ ۝

ترجمہ:۔ اے میرے بیٹے میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں تجھے ذبح کرتا ہوں اب تو دیکھ تری کیا رائے ہے؟ عرض کیا اے میرے باپ جس کام کا آپ کو حکم ہوا ہے کر دیجئے انشاء اللہ آپ مجھے صبر کرنے والوں میں سے پائینگے۔

پدر بولا کہ بیٹا آج میں نے خواب دیکھا ہے — کتاب زندگی کا اک نرالا باب دیکھا ہے
یہ دیکھا ہے کہ میں خود آپ تجھکو ذبح کرتا ہوں — خدا کے نام سے تیرے لہو میں ہاتھ بھرتا ہوں
کہا فرزند نے اے باپ اسمٰعیل صابر ہے — خدا کے حکم پر بندہ پئے تعمیل حاضر ہے

اس آیہ کریمہ پر غور فرمائیے حضرت ابراہیم علیہ السّلام فرما رہے ہیں کہ میں نے خواب دیکھا ہے اور حضرت اسمٰعیل عٰ کہہ رہے ہیں کہ وہ کام کر دیجئے جس کا آپ کو حکم ہوا ہے معلوم ہوا کہ حضرت اسمٰعیل علیہ السّلام اس حقیقت کو جانتے تھے کہ پیغمبر کا خواب بھی حکم الٰہی ہوتا ہے اور حضرت ابراہیم علیہ السّلام نے بھی اس کے حکم الٰہی ہونے میں کسی قسم کے شک شبہ کو اپنے دل میں جگہ نہیں دی بلکہ اس کی تعمیل اسی طرح ضروری سمجھی جس طرح اس حکم کی سمجھتے جو عالم بیداری میں انہیں خدا کی طرف سے ملتا تھا

یہی حال دوسرے انبیاء علیہم السّلام کا ہے اسی واسطے حضرت عبد اللہ بن عباس فرماتے ہیں رُؤْیَا الْاَنْبِیَآءِ وَحْیٌ نبیوں کے خواب بھی وحی ہوتے ہیں۔ حضور علیہ السّلام کا ارشاد ہے اَصْدَقُکُمْ رُؤْیًا اَصْدَقُکُمْ حَدِیْثًا تم میں زیادہ سچا خواب دیکھنے والا وہ ہے جو زیادہ سچ بولتا ہے۔

چونکہ انبیاء علیہم السّلام سے بڑھ کر سچ بولنے والا اور کوئی نہیں ہوتا اور نہ ہی ان پر شیطان وغیرہ کا کوئی اثر ہوتا ہے لہٰذا ان کا خواب اللہ کی طرف

Marfat.com

سے ہوتا ہے اور وہ خواب وحیٔ الٰہی ہوتا ہے چنانچہ حضور علیہ السلام کی وحی کا آغاز بھی رویائے صالحہ سے ہوا کہ جو کچھ آپ خواب میں دیکھتے وہ روز روشن کی طرح ظاہر ہو جاتا چنانچہ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں۔

اَوَّلُ مَا بُدِئَ بِهٖ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللّٰہ علیہ وسلم مِنَ الْوَحْيِ الرُّؤْيَا الصَّالِحَةُ فِي النَّوْمِ فَكَانَ لَا يَرٰى رُؤْيَا اِلَّا جَاءَتْ مِثْلَ فَلَقِ الصُّبْحِ (بخاری شریف)

ترجمہ:۔ رسولؐ خدا کی وحی کی ابتدا، رویائے صالحہ سے ہوئی جو کچھ آپ خواب میں دیکھتے تھے بعینہ وہ صبح کی روشنی کی طرح ظہور میں آجاتا۔

نکتہ دوم:۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام سے مشورہ طلب فرمایا کہ فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰى اس میں حکمت یہ تھی کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے رب تعالیٰ سے نیک اولاد کی تمنا کی تھی رَبِّ هَبْ لِيْ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ الٰہی مجھے صالح لڑکا عطا فرما۔ خدا تعالیٰ نے حضرت اسماعیل علیہ السلام عطا فرمایا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اسے آزمائش کی کسوٹی پر پرکھنا چاہا کہ آیا واقعی یہ صالح ہے یا نہیں اسلئے یہ مشورہ طلب فرمایا کہ بیٹا تیری کیا رائے ہے حضرت اسماعیل علیہ السلام نے فرمایا یا اَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ آپ حکم الٰہی کی تعمیل فرمایئے اس پر حضرت خلیل اللہ نے جان لیا کہ یہی وہ نیک فرزند ہے جس کیلئے رب تعالیٰ سے دعا کی تھی اور اس میں ایک حکمت یہ بھی تھی کہ خدا تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ذبح کا حکم دیا حالانکہ اس سے مقصود حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کا قتل کرنا نہ تھا بلکہ یہ ظاہر کرنا مقصود تھا کہ یہ وہی نیک فرزند ہے جس کی تم نے ہم سے دعا مانگی تھی۔

Marfat.com

اسی طرح ہمارے نبی علیہ السلام نے خدا تعالیٰ سے صالح امت کی درخواست کی اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَعَلٰی عِبَادِ اللّٰہِ الصَّالِحِیْنَ خدا تعالیٰ نے آپ کو صالح امت کی خوشخبری دی اِنَّ الْاَرْضَ یَرِثُہَا عِبَادِیَ الصَّالِحُوْنَ۔ بیشک زمین کے وارث میرے نیک بندے ہیں۔ قیامت کے دن ان کو پل صراط کے اوپر سے گزارا جائیگا حکم الٰہی ہے وَاِنْ مِّنْکُمْ اِلَّا وَارِدُہَا تم میں سے ہر آدمی جہنم کے اوپر سے گزرے گا۔ دوزخ کے اوپر سے گزارنے سے مقصود ان کا جلانا نہیں بلکہ یہ ظاہر کرنا مقصود ہوگا کہ اے محبوب یہ وہی صالح امت ہے جس کی آپ نے ہم سے تمنا کی تھی۔ ان کی صالحیت اس حد تک پہنچ چکی ہے کہ آج جہنم پکار پکار کر یہ کہتی ہے کہ

جُزْ یَا مُؤْمِنُ فَاِنَّ نُوْرَکَ اَطْفَأَ لَہَبِیْ

ترجمہ:۔ اے مومن جلدی سے گزر جا ترے نور نے میری نار کو بجھا دیا ہے

ارشاد ربانی ہے ثُمَّ نُنَجِّی الَّذِیْنَ اتَّقَوْا پھر متقی نجات پا جائینگے۔

نکتہ سوم:۔ عام طور پر بچوں کی یہ عادت ہوتی ہے کہ دکھ اور مصیبت کے وقت جزع فزع اور رونا چلانا شروع کر دیتے ہیں لیکن حضرت اسماعیل علیہ السلام نے کمال صبر و استقلال کا مظاہرہ کیا اور رضائے الٰہی پر راضی رہتے ہوئے اپنے والد ماجد کی خدمت میں عرض کی یا ابت افعل ما تومر اس پر گویا خالق کائنات نے یہ فرمایا اے اسماعیل چھری کی عادت ہے کاٹنا تو نے ہماری خاطر اپنی عادت کو بدل دیا ہم نے تری خاطر چھری کی عادت کو بدل دیا اب یہ ترے حلق کو تو کیا ترے حلق کے ایک رونگٹے تک کو نہیں کاٹے گی چنانچہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے چھری کو اچھی طرح تیز کر کے خوب زور سے حضرت اسماعیل علیہ السلام کے حلق پر چلایا تو چھری نے ایک بال تک بھی قطع نہ کیا آپ

کو غصہ آیا آپ نے اس چھری کو زمین پر دے مارا خدا تعالیٰ نے اس چھری کو بولنے کی قوت دی اور اس نے آپ سے سوال کیا کہ آپ مجھ سے ناراض کیوں ہوتے ہیں آپ نے فرمایا اس لئے کہ تو نے اسماعیل کی گردن کا ایک بال بھی نہیں کاٹا چھری نے عرض کی نار نمرود نے آپ کو کیوں نہیں جلایا تھا آپ نے فرمایا کہ خدا نے اسے حکم دیا تھا کہ ابراہیم علیہ السلام پر سلامتی کے ساتھ ٹھنڈی ہو جا اس پر چھری بولی آگ کو تو نہ جلانے کا حکم صرف ایک مرتبہ ہوا تھا اور مجھے اللہ تعالیٰ نے ستر مرتبہ فرمایا ہے کہ اسماعیل علیہ السلام کی گردن کا ایک بال بھی نہ کاٹنا

مشیت کا مگر دریائے رحمت جوش میں آیا
کہ اسماعیل کا اک رونگٹا کٹنے نہیں پایا

اسی طرح انسان کی عادت ہے کہ مصائب و آلام پر قلق و بیقراری اور اضطراب کا اظہار کرتا ہے لیکن جو بندہ مومن اس وقت صبر و تحمل سے کام لے اور گھبراہٹ اور جزع فزع نہ کرے بلکہ اپنی عادت کو بدل کر رضائے الٰہی پر راضی ہو جائے قیامت کے دن خدا تعالیٰ اس کے حق میں دوزخ کی عادت کو بدل دیں گے اور وہ جب پل صراط سے گزرے گا تو دوزخ کی آگ اس کو اذیت نہ دیگی۔

پائے کوباں پل سے گزریں گے تری آواز پر
رب سلم کی صدا پر وجد لاتے جائیں گے

نکتہ چہارم:۔ خدا تعالیٰ نے بہشت عنبر سرشت کو پیدا فرمایا تو اس نے کہا مجھ سے بڑھ کر کوئی نوازشات کرنے والا نہیں خدا تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو جنت سے نکال دیا اور جنت سے کہا اگر تو واقعی اپنے دعوے میں سچی ہے تو حضرت آدم علیہ السلام تری ان نوازشات سے کیوں محروم ہو

گئے۔ خدا تعالیٰ نے آگ کو پیدا کیا اس نے لاف زنی کی کہ مجھ جیسا کوئی جلانے اور پگھلانے والا نہیں خدا تعالیٰ نے اس کو حضرت خلیل اللہ سے آزمایا اور فرمایا اگر واقعی ترا دعویٰ درست ہے تو تو نے میرے خلیل کو کیوں نہ جلایا؟ دریا کو پیدا کیا اس نے کہا مجھ سے بڑھ کر کوئی غرق کرنے والا نہیں خدا تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اس کے حوالے کر کے اس کے غرور و تکبر کو پامال کر دیا، اور وہ باوجود اپنی طغیانی کے کلیم اللہ کو غرق نہ کر سکا، خدا تعالیٰ نے معدہ کو پیدا کیا تو اس نے بلند بانگ دعویٰ کیا کہ مجھ سے زیادہ کوئی ہضم کرنے والا نہیں خدا نے حضرت یونس علیہ السلام کو اس کے حوالے کر کے اس کے اس استکبار کو خاک میں ملا دیا اور مچھلی کا معدہ حضرت یونس کے ایک بال کا بھی نقصان نہ کر سکا اسی طرح جب موت کو پیدا کیا گیا تو اس نے کہا مجھ جیسا کوئی قاطع حیات نہیں خدا تعالےٰ نے حضرت عزیر علیہ السلام کو اس کے سپرد کر کے ثابت کر دیا کہ اگر واقعی ایسا ہوتا تو میرا عزیر دوبارہ زندہ نہ ہوتا۔ شیطان کو پیدا کیا گیا تو اس نے کہا مجھ جیسا کوئی گمراہ کرنے والا کوئی نہیں خدا تعالیٰ نے اس کو انبیاء و اولیاء سے آزمایا اور اس خبیث کے تکبر اور غرور کا قلع قمع کیا اور گویا فرمایا کہ اگر واقعی تو گمراہ کنندہ ہے تو میرے ان نیک بندوں پر تیرا بس کیوں نہ چلا۔ اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَکَ عَلَیْهِمْ سُلْطٰنٌ یعنی بیشک میرے بندوں پر ترا کوئی قابو نہیں۔ اسی طرح چھری نے کاٹنے کا دعویٰ کیا تو اسے حضرت اسماعیل علیہ السلام کے حلق سے آزمایا گیا۔

ان امور سے ثابت ہوا کہ ہر چیز میں تاثیر کا پیدا کرنے والا وہی خالق حقیقی ہے وہ چاہے تو قوت تاثیر کو بحال رکھے وہ چاہے تو اس قوت کو سلب کر لے اسے ہر چیز پر قدرت حاصل ہے لہٰذا قبر اگرچہ تنگ و تاریک

Marfat.com

ٹھنڈی ہو گی لیکن بندۂ مومن کے لئے خدا اسے بقعۂ نور بنا دے گا اور حد نگاہ تک کشادہ کر دے گا۔ پل صراط اگرچہ بال سے زیادہ باریک اور تلوار سے زیادہ تیز ہو گا لیکن خدائے ذوالجلال اُسے بندۂ مومن کے لئے کھلے میدان کی طرح بنا دے گا۔ دوزخ کی آگ اگرچہ تین ہزار سال تک جلتی رہی ہے لیکن بندہ مومن کے لئے سلامتی کے ساتھ ٹھنڈی ہو جائیگی۔

نکتہ پنجم :۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام کے حلق پر چھری نے اس لئے اثر نہ کیا کہ آپ کی پیشانی میں امام الانبیاء کا نور تھا خدا تعالیٰ کو اس کی حفاظت مقصود تھی خدا تعالےٰ نے بندۂ مومن کے دل میں بھی نور پیدا کیا۔ ارشاد ربانی ہے۔ اَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ فَهُوَ عَلٰى نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّهٖ ۔

ترجمہ :۔ تو کیا جس کا سینہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کے لئے کھول دیا ہے وہ اپنے رب کی طرف سے نور پر ہے اس لئے قیامت کے دن اگر وہ مالک حقیقی اپنے اس بندے کو نار جہنم سے محفوظ رکھے تو کوئی تعجب کی بات نہیں ہے۔

نکتہ ششم :۔ خدا تعالےٰ نے نار نمرود کو حکم دیا اے آگ جن رسیوں سے نمرود نے میرے خلیل کو باندھ رکھا ہے ان کو جلا دے لیکن میرے خلیل کا ایک بال بھی نہ جلے دریا کو حکم ہوا اے دریا فرعون اور فرعونیوں کو غرق کر دے لیکن میرے موسیٰ اور ان کے امتیوں کو غرق نہ کرنا چھری کو حکم ہوا کہ دنبہ کو ذبح کر دینا لیکن میرے اسماعیل کا ایک رونگٹا بھی نہ کاٹنا اسی طرح قیامت کے دن خدا تعالیٰ دوزخ سے فرمائے گا اے دوزخ میرے محبوب کے گنہگار امتیوں کے گناہوں کو جلا دینا لیکن اُن کے اجسام کو نہ جلانا۔

نکتہ ہفتم :۔ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت اسماعیلؑ کو ذبح کرنے کے لئے منہ کے بل زمین پر لٹایا تو رحمت الٰہی نے جوش مارا۔ اور

حضرت اسمٰعیل علیہ السّلام کی اس سجدے کی حالت کو پسند فرمایا اور آپ کے حلق کو منقطع ہونے سے محفوظ رکھا مقام غور ہے کہ حضرت اسماعیل علیہ السّلام نے ایک مرتبہ فرمانبرداری کرتے ہوئے اپنے سرکو سجدے کی حالت میں جھکایا تو خداوند تعالیٰ نے ان کو ذبح کی تکلیف سے نجات دی۔ اگر بندۂ مومن پانچوں وقت نماز کا پابند ہو اور ہر نماز کی ہر رکعت میں دو بار بارگاہ خداوندی میں سرنیاز خم کرلے تو رحمت خداوندی سے کوئی بعید نہیں کہ اس بندے کو عذاب نار سے نجات دے دی جائے۔

نکتہ ہشتم:۔ جب حضرت ابراہیم علیہ السّلام نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو ذبح کرنا چاہا تو حضرت اسماعیل نے رضا و رغبت کا اظہار فرماتے ہوئے اپنے والد محترم سے پوچھا کہ قربانی کے معاملے میں آپ سخی ہیں یا میں حضرت ابراہیم علیہ السّلام نے فرمایا بیٹا ظاہر ہے کہ میں تم سے زیادہ سخی ہوں کہ اپنے جگر گوشہ کو قربان کر رہا ہوں۔ حضرت اسماعیل علیہ السّلام نے فرمایا کہ میں آپ سے زیادہ سخی ہوں کیونکہ آپ کا میرے علاوہ ایک اور بیٹا بھی ہے اور میرے پاس صرف ایک جان ہے۔ جو راہ حق میں فدا کر رہا ہوں اس پر خلیل اللہ علیہ السّلام نے فرمایا بیٹا تو تو جان فدا کرکے ایک آن میں موت کی سختی سے نجات پا جائے گا۔ لیکن مجھے تیری جدائی اور فراق کا غم رہ رہ کر ستاتا رہے گا۔ جب بھی تو یاد آتے گا غم و اندوہ کے زخم تازہ ہو جائیں گے۔ ہر دو بزرگ اس گفتگو میں مشغول تھے کہ خدا تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ تم نے ہماری بارگاہ میں اپنی سخاوت کا اظہار کیا حالانکہ میں تم دونوں سے زیادہ سخی ہوں۔ اے ابراہیم (علیہ السّلام) یہ دنبہ لے لو اور اس کو اسماعیل (علیہ السلام) کی جگہ ذبح کردو۔ بعد ازاں فرمایا اے ابراہیمؑ ہم نے اسماعیل کے بدلے میں دنبے کا فدیہ دیکر تمہیں فرزند کی جدائی کے صدمے سے بچایا اور اے اسماعیل ہم نے تمہاری جان

بچالی۔ لہٰذا ہم تم دونوں سے زیادہ سخی ہیں

نکتہ نہم: جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو اپنی خواب سے آگاہ فرمایا تو انہوں نے جلدی سے اپنی رضامندی کا اظہار کر دیا اس پر خلیل اللہ علیہ السلام نے فرمایا بیٹا شاید تو موت کی سختی کو نہیں جانتا اس لئے جلد ذبح ہونے کو تیار ہو گیا انھوں نے جواب دیا ابا جان جو کچھ میری نگاہوں کے سامنے ہے اگر آپ بھی وہ دیکھ لیں تو آپ میری جگہ قربان ہونے کی تمنا کریں حضرت خلیل اللہ علیہ السلام نے فرمایا بیٹا تو کیا دیکھ رہا ہے آپ نے فرمایا عرش سے لیکر فرش تک ساری مخلوق آپ کے عزم و استقلال کو دیکھ رہی ہے اور خالق ارض و سما میری جاں نثاری کو دیکھ رہا ہے۔

نکتہ دہم: قربانی کی دس قسمیں ہیں۔

۱۔ **قربانی قبولیت:** حضرت ہابیل نے خدا کے نام پہ ایک موٹے دنبے کی قربانی کی جو رب تعالیٰ کی بارگاہ میں شرف قبولیت کو پہنچی۔

۲۔ **قربانی شقاوت:** یہ قابیل کی قربانی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ ابْنَيْ اٰدَمَ بِالْحَقِّ اِذْ قَرَّبَا قُرْبَانًا فَتُقُبِّلَ مِنْ اَحَدِهِمَا وَلَمْ يُتَقَبَّلْ مِنَ الْاٰخَرِ

ترجمہ: اور انہیں پڑھ کر سناؤ آدم کے دو بیٹوں کی سچی خبر جب کہ دونوں نے قربانی پیش کی تو ایک قبول ہوئی اور دوسرے کی قبول نہ ہوئی۔

ہابیل بھیڑ بکریوں کا مالک تھا اس نے قربانی کیلئے ان میں سے خوبصورت اور موٹے جانور کا انتخاب کیا۔ قابیل مزارع تھا وہ بادل ناخواستہ ردی جو کا ایک خوشہ قربانی کیلئے لایا دونوں نے اپنی اپنی قربانیاں پیش کیں آسمان

سے آگ آئی اور حضرت ہابیل کے دنبے کو لے گئی اور قابیل کے خوشہ جو کو چھوڑ گئی اس طرح حضرت ہابیل کی قربانی قبول ہوئی۔ اور قابیل کی قربانی مردود قابیل نے حسد کی بنا پر ہابیل کو قتل کر دیا حق تعالیٰ نے قابیل کو شقی اور مردود بنا دیا اور قیامت تک جتنے ناحق قتل کرنے والے ہوں گے ان کے گناہ میں قابیل کا بھی حصہ ہے اس لئے کہ مَنْ سَنَّ سُنَّةً سَيِّئَةً فَلَهُ ،، وِزْرُهَا وَ وِزْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا یعنی جس نے کوئی برائی ایجاد کی اس کو اس برائی کے ایجاد کرنیکا گناہ ہوگا اور علاوہ ازیں جتنے لوگ اس برائی پر عمل کرینگے ان سب کے برابر بھی گناہ ہوگا۔

اور جہاں تک ہابیل کا تعلق ہے تو اس کو قیامت تک کے تمام شہدا کے برابر ثواب ہوگا اور قیامت تک جتنے مومن قربانی کرنے والے ہونگے ان سب کے برابر بھی ثواب ہوگا اس لئے کہ حدیث میں آیا ہے۔

مَنْ سَنَّ سُنَّةً حَسَنَةً فَلَهُ أَجْرُهَا وَأَجْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ۔

ترجمہ:۔ جس نے کوئی اچھا طریقہ ایجاد کیا اسکو اسکا ثواب ہوگا اور قیامت تک جتنے لوگ اس اچھے طریقے پر عمل کریں گے۔ ان سب کے برابر بھی ثواب ہوگا۔

۳۔ قربانی قدر و منزلت:۔ یہ قربانی یہ تھی کہ حضرت عبد المطلب کو خواب میں اپنے فرزند کی قربانی کا اشارہ ہوا انہوں نے قرعہ اندازی کے ذریعے حضرت عبداللہ کا انتخاب کیا۔ جیسے کہ کتب سیر میں یہ واقعہ تفصیل کے ساتھ موجود ہے۔

۴۔ قربانی شفقت:۔ وہ قربانی یہ تھی کہ حضور علیہ السلام دو مینڈھے لیتے۔

ایک کو اپنے اہلبیت کی طرف سے اور ایک کو اپنی اور اپنی اُمت کی طرف سے قربان کر دیتے اور اس کو ذبح کرتے وقت فرماتے۔ اَللّٰھُمَّ ھٰذَا قُرْبَانٌ مِنْ مُحَمَّدٍ وَّاُمَّتِہٖ لِمَنْ شَھِدَ لَکَ بِالتَّوْحِیْدِ وَشَھِدَ لِیْ بِالْبَلَاغِ

ترجمہ:۔ الٰہی یہ قربانی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور اس کے اس امتی کی طرف سے ہے جس نے تری توحید اور مری تبلیغ کی گواہی دی۔

یہ امت کے حق میں کمال شفقت و عنایت ہے کہ امراء کی قربانیاں حضور علیہ السلام کی اس قربانی کے صدقے قبول ہوتی ہیں اور غرباء کو حضور کی اس قربانی کے صدقے ثواب مل جاتا ہے۔ چنانچہ ایک حدیث میں آتا ہے کہ ایک مرتبہ جب کہ حضور نے یہ دو قربانیاں کیں تو حضرت جبریل امین حاضر خدمت ہوئے اور عرض کی خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ تیرے جس غریب اُمتی کے دل میں یہ خیال آئے گا اگر میں امیر ہوتا تو قربانی کرتا اللہ تعالےٰ اس غریب اور نادار آدمی کو ستّر قربانیوں کے برابر ثواب دے گا۔ اور شہیدوں کا سا ثواب بھی عنایت کروں گا اور اے محبوب یہ سعادت صرف تیری قربانی کی وجہ سے اس نادار شخص کو نصیب ہو گی۔

۵۔ قربانی فضیلت:۔ یہ حاجیوں کی قربانی ہے میدان منیٰ میں۔

۶۔ قربانی رحمت و محبت:۔ یہ مسلمانوں کی عید الضحیٰ کے دن کی قربانی ہے کہ ایک جانور خدا کی رضا کے لئے قربان کریں تو خدا تعالیٰ ان کو دوزخ سے آزاد کر دے گا۔ اور یہ خلیل اللہ علیہ السلام کی متابعت کی برکت ہے۔ اگر خدا تعالےٰ حضرت اسماعیل علیہ السلام کا فدیہ نہ بھیجتا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے فرزند کو قربان کر دیتے تو سب کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی متابعت میں فرزند قربان کرنے پڑتے جو کہ انتہائی دشوار اور مشکل کام

تھا خدا تعالیٰ نے کرم فرمایا اور ایک دنبہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کے فدیے میں بھیجا اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی قربانی دنبے کی قربانی میں تبدیل ہوگئی۔ اور اس امت کو حضرت خلیل علیہ السلام کی سنت کی پیروی کرتے ہوئے جانور ذبح کرنے کا حکم ہوا تاکہ یہ امت برزخ و دوزخ کے عذاب سے نجات پا جائے۔ چنانچہ ارشاد نبوی ہے۔

اِنَّ الضَّحَایَا یَمْحُو الْخَطَایَا وَاِنَّ الضَّحَایَا یَرْفَعُ الْبَلَایَا وَالضَّحَایَا فِدَاءُ الْمُؤْمِنِیْنَ مِنَ النَّارِ کَفِدَاءِ الذَّبِیْحِ مِنَ الذَّبْحِ۔

ترجمہ:۔ بیشک قربانیاں گناہوں کو ختم کر دیتی ہیں اور بیشک قربانیاں مصائب کو دور کر دیتی ہیں اور قربانیاں دوزخ سے مومنین کا فدیہ ہیں جیسے کہ دنبہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کا فدیہ تھا۔

۷۔ قربانی قدرت:۔ قیامت کے دن جب کہ جنتی جنت میں دوزخی دوزخ میں داخل ہو جائیں گے تو موت کو ایک مینڈھے کی شکل میں جنت اور دوزخ کے درمیان لا کر کھڑا کیا جائیگا پھر اہل بہشت اور اہل دوزخ سے پوچھا جائیگا کہ کیا تم اس کو جانتے ہو سب کہیں گے ہاں ہم جانتے ہیں کہ یہ موت ہے پھر اس جگہ موت کو ذبح کر دیا جائیگا اور ایک پکارنے والا اعلان کرے گا کہ اہل بہشت ہمیشہ جنت میں رہیں گے اب ان کو موت نہ آئے گی اور اہل نار ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے ان کو بھی موت نہ آئے گی اس اعلان پر جنتی بہت خوش ہوں گے اور دوزخی بہت غمگین ہونگے۔

۸۔ قربانی کرامت:۔ یہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی قربانی ہے۔

۹۔ قربانی عشق:۔ یہ اُن لوگوں کی قربانی ہوتی ہے جو اپنے مالک حقیقی کے وصال اور مشاہدے کے اشتیاق میں اپنی جان قربان کر دیتے ہیں چنانچہ

حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں جنگل میں جارہا تھا کہ ایک نوجوان کو کھجور کے ایک درخت کے نیچے نماز میں مشغول دیکھا میں اس کے پاس گیا اس نے نماز سے فراغت حاصل کی تو میں نے سلام کیا اس نے جواب دیا اور مجھے کچھ کھجوریں دیں میں نے اس سے کہا اے عزیز میں آپ کے ساتھ رہنا چاہتا ہوں اس نوجوان نے کہا آپ میں میرے ساتھ رہنے کی ہمت وطاقت نہیں ہے میں اُسے چھوڑ کر چلا گیا حضرت مالک بن دینار فرماتے ہیں میں نے ایک روز اسی نوجوان کو منیٰ میں مسجد خیف کے نزدیک دیکھا نماز میں مشغول تھا جب نماز سے فارغ ہوا تو اس نے کہا یا اللہ لوگ تیرے دربار میں اپنے جانوروں کی قربانیاں پیش کر رہے ہیں اور میں اپنی جان کے سوا اور کسی چیز کا مالک نہیں ہوں میں تیری بارگاہ میں اسی جان کو بطور قربانی پیش کرتا ہوں۔ یہ کہہ کر اس نے اپنی انگلی سے اپنے حلق کی طرف اشارہ کیا اور فوراً جاں بحق ہو گیا۔

۱۰۔ قربانی نفس امارہ:۔ نفس کی چار قسمیں ہیں۔

ا۔ نفس مطمئنہ:۔ یہ وہ نفس ہے جس کو خدا تعالیٰ اپنی عنایت سے اپنی طرف کھینچے۔

ب۔ نفس ملہمہ:۔ جس کو دنیا سے نفرت اور آخرت سے رغبت ہو اس کی برکت سے نفس مقام روح میں داخل ہو جاتا ہے اور تنہائی پسند ہو جاتا ہے خلقت سے وحشت اور خالق کی طرف رغبت ہو جاتی ہے۔

ج۔ نفس لوامہ:۔ جس کو ترک دنیا حاصل ہو جاتے بلکہ یہ حق سے غافل کر دینے والی چیزوں سے بچتا ہے یہ اولیاء کرام کا مقام ہے۔

د۔ نفسِ امّارہ:۔ یہ سرکش ہوتا ہے بری باتوں کی طرف رغبت دلاتا ہے خدا تعالیٰ کے برگزیدہ بندے اپنی نفسانی خواہشات کی مخالفت کرتے ہیں اور نفس امارہ کو بھوک پیاس مجاہدات ریاضات اور عبادات کی چھری سے ذبح کر دیتے ہیں نفس امارہ کی قربانی ان کو خدا کی بارگاہ میں مقام محبوبیت تک پہنچا دیتی ہے ان کی زندگی کا ہر پہلو سنت رسولؐ خدا کے سانچے میں ڈھل جاتا ہے شریعت مطہرہ زندگی کے ہر موڑ پر ان کی رہنمائی کرتی ہے ان کی شکل و صورت، لباس، حرکات و سکنات اور معاملات وغیرہ میں خالص اسلامی رنگ نظر آنے لگتا ہے۔

تِلْکَ عَشَرَۃٌ کَامِلَۃٌ

۱۰ ——— "توکّل"

خدا تعالیٰ کا سب سے بڑا اور آخری حق توکل ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ انسان ہر مفید کام کی انجام دہی میں اپنی انتہائی کوشش کر کے اس کا نتیجہ خدا کے سپرد کرے قرآن مجید میں اکثر مقامات پر توکل کی اہمیت کو وضاحت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔

(۱) وَ عَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ۔

مومنوں کو اللہ ہی پر بھروسہ کرنا چاہیئے۔

(۲) فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ۔

پھر جب آپ رائے پختہ کرلیں تو خدا پر اعتماد کیجئے۔

(۳) وَ مَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ۔

اور جو اللہ پر بھروسہ کرے خدا اس کے لئے کافی ہے۔

Marfat.com

(۳) اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اِذَا ذُکِرَ اللّٰہُ وَجِلَتْ قُلُوْبُھُمْ وَاِذَا تُلِیَتْ عَلَیْھِمْ اٰیَاتُہٗ زَادَتْھُمْ اِیْمَانًا وَّ عَلٰی رَبِّھِمْ یَتَوَکَّلُوْنَ۔

ایمان والے تو ایسے ہوتے ہیں

کہ جب ان کے سامنے اللہ کا ذکر آتا ہے تو ان کے دل کانپ جاتے ہیں اور جب اللہ کی آیات ان کو پڑھ کر سنائی جاتی ہیں۔ تو وہ آیات ان کے ایمان کو اور زیادہ مضبوط کر دیتی ہیں اور وہ اپنے رب پر بھروسہ رکھتے ہیں۔

توکل کے بارے میں احادیث کا ذکر بھی کثرت سے آیا ہے چنانچہ ارشاد نبوی ہے ؏۱ کہ میری امت کے ستر ہزار لوگ ایسے ہوں گے جن سے قیامت کے دن حساب وکتاب نہ لیا جائیگا اور ان کے من جملہ اوصاف میں سے ایک وصف یہ ہے کہ وَ عَلٰی رَبِّھِمْ یَتَوَکَّلُوْنَ اور اپنے رب پر بھروسہ کرتے ہیں۔

۲۔ لَوْ اَنَّکُمْ تَتَوَکَّلُوْنَ عَلَی اللّٰہِ حَقَّ تَوَکُّلِہٖ لَرَزَقَکُمْ کَمَا یَرْزُقُ الطَّیْرَ تَغْدُوْ خِمَاصًا وَّتَرُوْحُ بِطَانًا (ترمذی)

اگر تم اللہ پر بھروسہ کر لو۔ جیسا کہ توکل اور بھروسہ کا حق ہے تو وہ تم کو اس طرح رزق دے گا۔ جیسا کہ پرندوں کو رزق دیتا ہے کہ صبح کو بھوکے نکلتے ہیں اور شام کو پیٹ بھر کر آجاتے ہیں۔

باب چہارم

حقوق العباد

دنیا کی زندگی سوشل ہے اور انسان کی جتنی بھی تعریفیں کی گئی ہیں ان میں سے سب سے زیادہ مشہور یہی ہے کہ انسان ایک مجلسی حیوان ہے لہذا فطرتاً باہمی وابستگی کے مدارج مختلف ہیں اور انہیں کی بنا پر حقوق کی بھی کئی اقسام ہیں۔

ا۔ "حقوق رفتگاں"

انسان دنیا میں گزشتہ تاریخ اور گرد و نواح کے موجودہ حالات سے متاثر ہوتا ہے اور ہر شخص کو فطرتاً اپنے بزرگوں کے کارناموں اور اپنے حسب و نسب پر فخر اور ناز ہوتا ہے اور یہ بات تو کم از کم کوئی شخص پسند نہیں کرتا کہ اس کے آباؤ اجداد کی توہین کی جائے اس لئے دین فطرت یعنی اسلام نے حکم دیا کہ کسی مسلمان کو مرنے کے بعد برا نہ کہا جائے کہ زندوں کو رنج پہنچتا ہے۔ البتہ جو لوگ دین فطرت کی مخالفت محض ہٹ دھرمی اور بددیانتی سے کرتے رہے ہوں اور ان کے انجام خراب ہوئے ہوں ان کی ذلیل حالی کا ذکر دوسروں کو عبرت دلانے کے لئے جائز قرار دیا گیا۔

شیخ سعدی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

نام نیک رفتگاں ضائع مکن تا بماند نام نیکت برقرار

یوں تو قرآن شریف میں کسی کو برا کہنے کی اجازت نہیں یہاں تک

Marfat.com

کہ کفار کے ان بزرگوں کو جن کے بت بطور دیوتاؤں کے پوجے جاتے ہیں۔ بدی سے یاد کرنا از روئے قرآن سخت ممنوع ہے اسی سے اندازہ لگاؤ کہ انبیاء اولیاء اور صالحین کا کس قدر ادب ملحوظ رکھنا ہوگا شارح اسلام کے جو احسانات دنیا پر ہوئے ان کو سامنے رکھتے ہوئے اس ذات بابرکات کی جتنی بھی عزت کی جائے کم ہے جس وقت انسان پستی کی تحت الثریٰ تک پہنچ چکا تھا تو اس ہستی نے قانون فطرت کے ذریعے اس کو قعر مذلت سے نکال کر اوج رفعت تک پہنچایا اور پھر اس قانون پر ایسی خوبی اور کمال سے عمل کر کے دکھایا کہ حیات انسانی کا کوئی پہلو ایسا نہیں بچا جس میں آپ کا نمونہ پیش نہ کیا جاسکتا ہو اگر آدمی زندگی کے ہر شعبہ اور ہر مرحلہ پر حضور پر نور کے نقش قدم پر چلے تو بلاشک وشبہ کامیاب وکامران ہو سکتا ہے جس ہستی نے انسانیت کو گمراہی اور ضلالت کی تاریکیوں سے نکال کر رشد و ہدایت کی راہ دکھائی ہو اس کے انسان پر کتنے حقوق ہوں گے یہی وجہ ہے کہ اس اسوۂ کامل نے خود ارشاد فرمایا:۔ اس ہستی کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے تم میں کوئی حقیقی پیرو دین فطرت یعنی مسلمان نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ اپنے والدین۔ اولاد اور جملہ خویش واقارب سے مجھے محبوب تر نہ سمجھے انسان مسلّم طور پر اشرف المخلوقات ہے اور حضور علیہ السلام کامل واکمل انسان ہیں اسی لئے آپ کو خیر البشر اور سید البشر کے معزز خطابات سے مخاطب فرمایا گیا پس ثابت ہوا کہ دنیا میں خدا تعالیٰ کے بعد آپ ہی کا مرتبہ ہے۔

"بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر"

Marfat.com

۲۔ حقوق والدین

خالق حقیقی کے بعد اگر کوئی ہستی انسان کی جان کی کفیل ہوتی ہے تو وہ والدین ہیں چنانچہ اسی بزرگی کو مدنظر رکھتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا۔ وَقَضٰی رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْۤا اِلَّاۤ اِیَّاهُ وَبِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا ؕ

ترجمہ:۔ اور تمہارے رب نے فیصلہ فرما دیا ہے کہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو اور والدین کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آؤ۔

خدا اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کے بعد والدین کی خدمت لازم ہے۔ جن تکالیف اور مصائب کو برداشت کر کے ماں باپ بچوں کی پرورش کرتے ہیں ان کا تقاضا یہی ہے کہ انسان والدین کی خدمت میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ رکھے والدین کے ساتھ احسن سلوک کرنے کے سلسلے میں خدا تعالیٰ نے انسان کو تعلیم دینے کے تمام طریقے اختیار فرمائے چنانچہ کہیں ارشاد فرمایا۔

اِمَّا یَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَاۤ اَوْ كِلٰهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَاۤ اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِیْمًا ؕ

ترجمہ:۔ اگر والدین میں سے ایک یا دونوں تیرے سامنے بڑھاپے کو پہنچے تو ان کے سامنے اُف بھی نہ کرو اور ان کو جھڑکو مت بلکہ ان کے ساتھ نرمی سے بات کرو۔

کہیں ارشاد ربانی ہوتا ہے۔

وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّیٰنِیْ صَغِیْرًا ؕ

ترجمہ:۔ اور محبت سے خاکساری کا پہلو ان کے آگے جھکائے رکھنا

Marfat.com

اور ان کے حق میں دعا کرتے رہنا کہ الٰہی جس طرح انہوں نے مجھ چھوٹے
سے کو پالا اور میرے حال پر رحم کرتے رہیں، اسی طرح تو بھی ان پر رحم کر۔
صنف نازک کو یہاں بھی زیادہ قدر کی نگاہ سے دیکھا گیا ہے چنانچہ کلام مجید
میں جہاں والدین کے ساتھ نیکی و مروت کی ہدایت ہے وہاں ماں کے حقوق کی
طرف خصوصیت سے توجہ دلائی گئی ہے اور اس کی دلیل میں ارشاد ربانی ہے کہ:۔

حَمَلَتْهُ أُمُّهُ وَهْنًا عَلَىٰ وَهْنٍ وَفِصَالُهُ فِي عَامَيْنِ۔

ترجمہ:۔ اس کی ماں نے مصیبت پر مصیبت اور دکھ پر دکھ برداشت کر کے
اُسے پیٹ میں اٹھائے رکھا اور پھر دو سال تک اپنا دودھ پلا کر
اس کی پرورش کی۔

رسول پاک علیہا السلام کا ارشاد ہے جنت ماں کے قدموں کے نیچے ہے
اور جب ایک صحابی نے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ دنیا میں احسان کا سب سے زیادہ
مستحق کون ہے تو آپ نے فرمایا تیری "ماں" پھر جب اس نے دریافت کیا تو آپ نے
دوبارہ سہ بارہ یہی جواب دیا کہ تیری ماں چوتھی دفعہ جب اس نے کہا کہ حضور ماں کے
بعد کون حقدار ہے تو فرمایا تیرا باپ۔

والدین کی رضا میں خدا کی رضا ہے اور ان کی ناراضگی خدا کے قہر و غضب
کا موجب ہے حقوق اللہ میں سب سے اوّل درجہ جہاد کا ہے مگر جہاں والدین
کو تکلیف پہنچنے کا اندیشہ ہو وہاں مسلمانوں کو جہاد پر جانے سے بھی معافی دی گئی
چنانچہ ایک مرتبہ ایک نوجوان جہاد میں بھرتی ہونے کے لئے آیا تو حضورؐ نے
اس سے دریافت کیا کہ کیا تیرے والدین یا ان میں سے کوئی ایک زندہ ہے جب
جواب اثبات میں دیا گیا تو حکم ہوا جاؤ ان کی خدمت کرو تمہارا یہی
جہاد ہے۔

۲۔ حقوق زوجین

عورت پر مرد کے اکیس حقوق ہیں۔

۱۔ مرد کی خواہش پوری کرے (۲) اپنے آپ کو اپنے خاوند کی خوشنودی کے لئے آراستہ رکھے (۳) خاوند کے گھر سے خاوند کی اجازت کے بغیر کسی کو کوئی چیز نہ دے (۴) خاوند کی اجازت کے بغیر نفلی روزہ نہ رکھے (۵) خاوند کی اجازت کے بغیر گھر سے باہر نہ نکلے سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو عورت اپنے شوہر کی اجازت کے بغیر گھر سے باہر نکلتی ہے تو جب تک وہ واپس نہیں آتی فرشتے اس پر لعنت کرتے ہیں ایک اور جگہ ارشاد فرمایا لَوْ اَمَرْتُ اَحَدًا اَنْ یَّسْجُدَ لِاَحَدٍ لِغَیْرِ اللّٰہِ لَاَمَرْتُ اَنْ تَسْجُدَ الْمَرْاَۃُ لِزَوْجِھَا مِنْ عُظْمِ حَقِّہٖ عَلَیْھَا۔

ترجمہ۔ اگر میں کسی کو اللہ کے سوا کسی کے سامنے سجدہ کرنے کا حکم دیتا تو میں حکم دیتا کہ عورت اپنے خاوند کو سجدہ کرے اس کے شرف و عظمت کی وجہ سے۔ (۶) خاوند کی غیبت نہ کرے اور اس کا عیب ظاہر نہ کرے (۷) اپنے آپ کو نامحرم کی نظر سے بچائے (۸) شوہر کی آبروریزی اور پردہ دری نہ کرے (۹) شوہر کے مال کی حفاظت کرے (۱۰) عورت کو چاہیئے کہ اپنے گھر میں بیٹھی رہے شوہر کے دوستوں سے آشنائی نہ کرے (۱۱) خاوند کی اگر پہلی بیوی سے اولاد ہو تو اس پر شفقت کرے۔ (۱۲) خاوند کے سامنے اپنے حسن پر فخر نہ کرے اور اس کی بدصورتی کی وجہ سے اسے حقیر نہ جانے (۱۳) محتاج خاوند کو حقارت سے نہ دیکھے (۱۴) خاوند کے اختیار سے باہر فرمائش نہ کرے۔ حدیث پاک میں ہے۔

لَاتُؤْذِیْ اِمْرَاَۃٌ زَوْجَھَا فِی الدُّنْیَا اِلَّا قَالَتْ زَوْجَتُہٗ
مِنَ الْحُوْرِ الْعِیْنِ لَاتُؤْذِیْہِ قَاتَلَکِ اللّٰہُ فَاِنَّمَا
ھُوَعِنْدَکِ دَخِیْلٌ یُوْشِکُ یُفَارِقُکِ اِلَیْنَاہ

ترجمہ: نہیں ایذا دیتی کوئی عورت اپنے خاوند کو مگر اس مرد کی جنتی بیوی حور عین کہتی ہے اے عورت خدا تجھے قتل کرے اس کو ایذا نہ دے بیشک وہ مرد آج تیرے پاس ہے عنقریب وہ ہمارے پاس آجائے گا۔

(۱۵) بیماری میں پورے طور پہ خاوند کی تیمارداری کرے (۱۶) اگر خاوند فقیر ہے تو عورت کو لازم ہے کہ سلائی پسائی وغیرہ کا کام کر کے اس کو بھی کھلائے۔ (۱۷) اوقات عبادت میں خاوند کی مدد کرے (۱۸) خاوند کے گھر کا کام بخوشی کرے (۱۹) خاوند کو نیکی سے یاد کرے (۲۰) خاوند کے لئے نیک دعا کرے (۲۱) شوہر کی موت کے بعد چار مہینے دس دن سوگ کرے اس مدت میں عطر نہ لگائے اور نہ ہی بناؤ سنگار کرے۔

خاوند پر بھی بیوی کے اکیس حقوق ہیں۔

(۱) مہر ادا کرنا (۲) بقدر وسعت نفقہ دے (۳) موسم کے مطابق کپڑے بنا دے (۴) تیسرے دن صحبت کرے اور چار دن سے زائد وقفہ نہ دے (۵) ضروریات روزمرہ کا سامان مہیا کرے (۶) اگر خود عطر وغیرہ کا شوق ہو تو زوجہ کے لئے بھی مہیا کر دے (۷) بیوی کی رہائش کے لئے علیحدہ مکان ہو۔ (۸) اگر امیر ہو تو زوجہ کے لئے بھی خادم یا باندی مقرر کر دے (۹) زوجہ کو نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ اور حیض و نفاس کے ضروری مسائل سکھا دے اگر خود نہ جانتا ہو تو دوسروں سے پوچھ کر بتا

Marfat.com

دے (۱۰) زوجہ کو بلا ضرورت شرعی رنجیدہ نہ کرے (۱۱) ترشروئی سے پیش نہ آئے (۱۲) محبت سے باتیں کرے (۱۳) اگر قدرت ہو تو زوجہ کو زیور پہنائے (۱۴) زوجہ کے سامنے ان عورتوں کا ذکر نہ کرے جنہیں اس کی زوجہ سے زائد جہیز ملا ہو (۱۵) اگر ایک زوجہ مالدار دوسری غریب ہو تو غریب کی اہانت نہ کرے (۱۶) زوجہ کے رشتہ داروں سے وہی سلوک کرے جو اپنے قرابت داروں سے کرتا ہے (۱۷) عورت کو گالی نہ دے (۱۸) زوجہ کو رشک نہ دلائے یعنی اس کے سامنے دوسری بیوی کے ساتھ دل لگی کی باتیں نہ کرے اور نہ ہی کوئی ایسا کام کرے جس سے رقابت کے جذبات بیدار ہوں (۱۹) زوجہ پر خرچ کر کے احسان نہ جتائے (۲۰) سفر سے زوجہ کے لئے تحفہ لائے (۲۱) زوجہ کے مرنے کے بعد اس کے عزیز اور رشتہ داروں کے ساتھ اچھا سلوک کرے۔

ان مذکرہ حقوق کے بارے میں قدرے وضاحت سے تحریر کیا جاتا ہے۔

عورت کی سب سے بڑی ذمہ داری جو مرد کے سر ہے وہ یہ کہ عورت کی دلجوئی اور اس کی پوشش اور خورد و نوش کی کفالت کرے یہ باتیں مرد کی استطاعت کے مطابق ہونی چاہئیں عورتوں کو آرام پہنچانا اور اذیتوں سے مصئون و محفوظ رکھنا مرد کا فرض ہے۔ اسی لئے ارشاد ہے کہ جن ایام میں عورتیں پاک نہ ہوں ان سے الگ رہو کیونکہ اس میں ان کی جسمانی تکالیف اور امراض کا خطرہ ہے ان ایام کے علاوہ رخصت کہ عورتوں سے قانون فطرت کے اقتضاء کے مطابق صحبت کرو ارشاد ربانی ہے۔

نِسَآؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ فَاْتُوْا حَرْثَكُمْ اَنّٰى شِئْتُمْ

ترجمہ:۔ عورتیں تمہاری کھیتیاں ہیں تم جس مناسب طریق سے چاہو ان کے پاس آؤ جاؤ۔

بیوی کے فرائض میں سب سے اوّل خاوند کی فرمان برداری ہے اور اس کے مال کی پوری پوری حفاظت ہے سرور کائنات کا ارشاد ہے اگر کوئی عورت اس حال میں وفات پائے کہ اس کا خاوند اس سے خوش رہا تو جنت میں داخل ہوگی۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ اچھی اور قابل تعریف عورت وہ ہے کہ شوہر جب اس کو دیکھے وہ خندہ پیشانی سے نظر آئے اور خاوند کی فرمان بردار ہو اور اپنا مال اور جان اس کے حوالے کر دے۔

میاں بیوی کے راز کے اوقات بھی فاطر ہستی نے مقرر فرمائے چنانچہ حکم ہے کہ تین اوقات میں تمہارے پاس کسی کو آنے کی اجازت نہیں عشاء کی نماز کے بعد، دوپہر کے وقت، جب تم آرام کی خاطر بعض کپڑے اتار دیتے ہو اور صبح کی نماز سے پیشتر اسی ضمن میں جناب محبوب کبریا کا فرمان ہے کہ دنیا و آخرت میں سب سے بڑا خائن وہ شخص ہے جو خواہ مرد ہو یا عورت دوسروں کے سامنے باہمی صحبت کے حالات کا انکشاف کرے۔

یہ تمام قواعد و ضوابط اس لئے بنائے گئے کہ انسان کی متاہل زندگی سکون اور آرام سے بسر ہو پھر بھی اگر باہمی رنجش کی کوئی صورت پیدا ہو جائے تو فرمایا ایک حکم عورت کے رشتہ داروں اور ایک مرد کے رشتہ داروں سے مل کر میاں بیوی کی صلح کرا دیں مجبوراً اگر صلح کی کوئی صورت پیدا نہ ہونے پائے تو طلاق کے ذریعے علیحدگی کر دی جائے امام الانبیاءؑ نے فرمایا مباحات میں بدترین بات جو مباح رکھی گئی ہے وہ طلاق ہے طلاق دیتے وقت مندرجہ ذیل امور کا لحاظ رکھنا نہایت ضروری ہے۔

(۱) بیوی کو اس کا حق مہر پورا ادا کیا جائے (۲) جو جائیداد از قسم مکانات، زیورات، ملبوسات، نقدی وغیرہ اس کو قطعاً دی جا چکی ہو اس میں سے کچھ واپس نہ لے (۳) عدت طلاق کے لئے اس کو نان و نفقہ دیکر رخصت کر دو (۴) اگر بیوی حاملہ ہو تو ایام وضع حمل تک اس کے اخراجات کے کفیل رہو اس کے بعد اگر بچہ کو دودھ پلانا مقصود ہو تو اس کی اُجرت علاوہ بچہ کے اخراجات کے ادا کرو۔

موت کے بعد زوجین ایک دوسرے کے وارث قرار پائے ہیں اور بیوہ اگر جوان ہو تو اختتام عدت پر اس کو شادی کی اجازت ہے ورثہ میں مرد اپنی عورت کی نصف جائداد کا مالک ہے مگر بصورت اولاد کے اسے چوتھے حصے کا حق ہے اسی طرح عورت مہر اور دیگر عطیات کے علاوہ خاوند کی جائداد سے چوتھے حصے کی مالک ہوتی ہے اور اگر صاحب اولاد ہو تو اسے آٹھواں حصہ ملتا ہے۔

"پردہ"

عورت کو پردے کا حکم دیا گیا ہے ارشاد خداوندی ہوتا ہے۔

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِأَزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَاءِ الْمُؤْمِنِينَ يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيبِهِنَّ ۔

ترجمہ:۔ اے نبی اپنی بیویوں اور بیٹیوں اور مومنوں کی عورتوں سے فرما دیجئے کہ وہ اپنے اوپر اپنی چادروں سے گھونگھٹ ڈال لیا کریں۔

عورت کو پردے کا حکم دینے میں یہ حکمت ہے کہ فتنہ کا دروازہ

Marfat.com

بند کر دیا جائے۔ جب ایک حسین وجمیل نوجوان عورت اپنے حسن وجمال اور زینت وآرائش کے ساتھ بے حجاب لوگوں کے سامنے آئے گی تو جو لوگ شہوات نفسانی رکھتے ہیں اور وہ منجانب اللہ معصوم ومحفوظ بھی نہیں ہیں وہ ضرور متاثر ہوں گے ان کے جذبات میں تحریک پیدا ہو گی وہ اپنی جذباتی آگ کو ٹھنڈا کرنے کیلئے ناپاک منصوبوں کے بارے میں سوچنا شروع کر دینگے اور کچھ نہیں تو بار بار قصداً نظر کر کے لطف اندوز ہونگے اور پھر یہی لطف اندوزی ایک عادت بن جائیگی جو آگے چل کر بے حیائی کے ارتکاب اور فتنہ وفساد کا موجب بنے گی اس بڑے فتنے کا قلع قمع کرنے کیلئے عورتوں کو حکم دیا گیا کہ وہ ان چھوٹے چھوٹے فتنوں سے اپنے آپ کو بچائیں جو آگے چل کر عورت اور مرد کو برائی کے ارتکاب پر مجبور کر سکتے ہیں وہ فتنے حسب ذیل ہیں۔

۱۔ **فتنہ نظر**:۔ نفس کا سب سے بڑا چور نگاہ ہے اس لئے قرآن وحدیث میں سب سے پہلے اس کی گرفت کی گئی حکم ہوتا ہے قُلْ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ یَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَ یَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ اِنَّ اللّٰهَ خَبِیْرٌۢ بِمَا یَصْنَعُوْنَ وَ قُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ یَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَ یَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ

ترجمہ:۔ اے نبی مومن مردوں سے کہہ دو کہ اپنی نگاہوں کو (غیر عورتوں سے) باز رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں یہ ان کے لئے زیادہ پاکیزہ طریقہ ہے جو کچھ وہ کرتے ہیں اس سے اللہ باخبر ہے اور اے نبی مومن عورتوں سے بھی کہدو کہ اپنی نگاہوں کو (غیر مردوں سے) باز رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں۔

۲۔ **فتنہ نمائش حسن**:۔ فتنہ نظر کا ایک شاخسانہ وہ بھی ہے جو عورت کے

دل میں یہ خواہش پیدا کرتا ہے کہ اس کا حسن دیکھا جائے یہ خواہش ہمیشہ نمایاں نہیں ہوتی دل کے پردوں میں کہیں نہ کہیں نمائش حسن کا جذبہ چھپا ہوا ہوتا ہے اور وہی لباس کی زینت میں بالوں کی آرائش میں باریک اور شوخ کپڑوں کے انتخاب میں اپنا اثر ظاہر کرتا ہے قرآن نے ان سب کے لئے ایک جامع اصطلاح "تبرج جاہلیت" استعمال کی ہے ہر وہ زینت اور ہر وہ آرائش جس کا مقصد شوہر کے سوا دوسروں کے لئے لذت نظر بننا ہو تبرج جاہلیت کی تعریف میں آجاتی ہے اور خدا نے اس سے منع فرمایا ہے حکم ہوتا ہے۔

وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولٰى۔

ترجمہ:۔ زمانہ جاہلیت جیسی بناؤ سنگار کی نمائش نہ کرو۔

جو آرائش ہر بری نیت سے پاک ہو وہ اسلام کی آرائش ہے اور جس میں ذرہ برابر بھی بری نیت شامل ہو وہ جاہلیت کی آرائش ہے۔

۳۔ فتنہ زبان:۔ شیطان نفس کا ایک دوسرا ایجنٹ زبان ہے کتنے ہی فتنے ہیں جو زبان کے ذریعہ سے پیدا ہوتے ہیں اور پھیل جاتے ہیں مرد اور عورت بات کر رہے ہیں کوئی برا جذبہ نمایا نہیں مگر دل کا چھپا چور آواز میں حلاوت لہجے میں لگاوٹ اور زبانوں میں گھلاوٹ پیدا کئے جارہا ہے قرآن اس چور کو پکڑتا ہے اور کہتا ہے۔

اِنِ اتَّقَیْتُنَّ فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَیَطْمَعَ الَّذِیْ فِیْ قَلْبِهٖ مَرَضٌ وَّقُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا۔

ترجمہ:۔ اگر تمہارے دل میں خدا کا خوف ہے تو دبی زبان سے بات نہ کرو کہ جس شخص کے دل میں بیماری ہے وہ تم سے کچھ امیدیں البتہ کرلے گا بات کرو تو سیدھے سادے طریقے سے کرو۔

Marfat.com

یہی دل کا چور ہے جو دوسروں کے ناجائز یا جائز صنفی تعلقات کا حال بیان کرنے میں مزے لیتا ہے اور سننے میں بھی اسی لطف کی خاطر عاشقانہ غزلیں کہی جاتی ہیں اور عشق و محبت کے افسانے جھوٹ سچ ملا کر جگہ جگہ بیان کئے جاتے ہیں اور سوسائٹی میں آہستہ آہستہ ان کی اشاعت ہوتی چلی جاتی ہے قرآن نے اس پر بھی تنبیہہ کی ہے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِیْعَ الْفَاحِشَۃُ فِی الَّذِیْنَ آمَنُوْا لَھُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ ط

ترجمہ:۔ جو لوگ چاہتے ہیں کہ مسلمانوں کے گروہ میں بے حیائی کی اشاعت ہو ان کے لئے دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب ہے۔

۴۔ **فتنہ آواز**:۔ بسا اوقات زبان خاموش رہتی ہے مگر دوسری حرکات سے سامعہ کو متاثر کیا جاتا ہے اس کا تعلق بھی نیت کی خرابی سے ہے اور اسلام اس کی بھی ممانعت کرتا ہے۔

وَلَا یَضْرِبْنَ بِاَرْجُلِھِنَّ لِیُعْلَمَ مَا یُخْفِیْنَ مِنْ زِیْنَتِھِنَّ

ترجمہ:۔ اور وہ اپنے پاؤں زمین پر مارتی ہوئی نہ چلیں کہ جو زینت انہوں نے چھپا رکھی ہے (یعنی جو زیور اندر پہنے ہوئے ہیں) انکا حال معلوم ہو یعنی جھنکار سنائی دے۔

۵۔ **فتنہ خوشبو**:۔ خوشبو بھی ان قاصدوں میں سے ایک ہے جو ایک نفس شریرہ کا پیغام دوسرے نفس شریرہ تک پہنچاتے ہیں۔ یہ خبر رسانی کا سب سے زیادہ لطیف ذریعہ ہے جس کو دوسرے تو خفیف سمجھتے ہیں لیکن اسلامی حیا اتنی حساس ہے کہ اس کی طبع نازک پر یہ لطیف تحریک بھی گراں ہے وہ ایک مسلمان عورت کو اس بات کی اجازت نہیں دیتی کہ خوشبو میں بسے ہوئے کپڑے پہن کر راستوں

سے گزرے یا محفلوں میں شرکت کرے کیونکہ اس کا حسن اور اس کی زینت پوشیدہ بھی رہی تو کیا فائدہ اس کی عطریت تو فضا میں پھیل کر جذبات کو متحرک کر رہی ہے حدیث پاک میں ہے۔

اَلْمَرْاَۃُ اِذَا اسْتَعْطَرَتْ فَمَرَّتْ بِالْمَجْلِسِ فَهِیَ کَذَا وَ کَذَا یَعْنِیْ زَانِیَۃٌ۔

ترجمہ:۔ یعنی حضور نے فرمایا جو عورت عطر لگا کر لوگوں کے درمیان سے گزرتی ہے وہ آوارہ قسم کی عورت ہے۔

ایک حدیث میں ہے کہ عورتوں کیلئے وہ عطر مناسب ہے جس کا رنگ نمایاں اور خوشبو مخفی ہو۔

۷۔ **فتنہ عریانی**:۔ اسلام عورت اور مرد دونوں کو جسم کے وہ تمام حصے چھپانے کا حکم دیتا ہے جس میں ایک دوسرے کے لئے صنفی کشش پائی جاتی ہے عریانی ایک ایسی ناشائستگی ہے جس کو اسلامی حیا قطعی برداشت نہیں کرتی اسلام کی نگاہ میں وہ لباس درحقیقت لباس ہی نہیں جس میں سے بدن نظر آئے ارشاد نبوی ہے۔

نِسَاءٌ کَاسِیَاتٌ عَارِیَاتٌ مُمِیْلَاتٌ مَائِلَاتٌ رُؤُسُهُنَّ کَاَسْنِمَۃِ الْبُخْتِ الْمَائِلَۃِ لَا یَدْخُلْنَ الْجَنَّۃَ وَلَا یَجِدْنَ رِیْحَهَا۔

ترجمہ:۔ جو عورتیں کپڑے پہن کر بھی ننگی ہوں اور دوسروں کو اچھا نہیں اور خود دوسروں پر ہنجاہیں وہ جنت میں نہ جائینگی اور اس کی خوشبو نہ پائیں گی۔

"پردے پر اعتراضات"

۱۔ اعتراض ۱۔ حجاب کا پابند بنا کر عورتوں کو دوسروں سے روک دینا ان کی طرف سے اور زیادہ میلان و رغبت کی راہ کھول دینا ہے کیونکہ اصول یہ ہے الانسان حریص فیما منع (جس سے انسان کو روک دیا جائے اس کی حرص اور بڑھ جاتی ہے) پس جس قدر انہیں چھپایا جائے اتنا ہی ان کی طرف رغبتیں اور بڑھتی جائینگی اور ایسی حالت میں ان فتنوں کا زیادہ خطرہ ہوگا جو بے پردگی کی حالت میں ہو سکتے تھے لیکن اگر عورتیں منظر عام پر بے نقاب ہو کر آجائیں تو دیکھتے دیکھتے طبیعتیں سیر ہو جائیں گی۔ اور جوش و خروش کے جذبات ٹھنڈے پڑ جائینگے۔

جواب: معترضین کے لئے مقام غور ہے کہ اگر عورتوں کے بے نقاب کر دیئے جانے کی صورت میں ان کو بار بار دیکھتے رہنے ہی سے دیکھنے کے جذبات سرد پڑ سکتے ہیں تو یہ دیکھنا چاہیئے کہ اسے دیکھتے رہنے کے بعد اگر اس کے اعضاً پنہانی کو دیکھنے اور استعمال میں لانے کے جذبات ابھر جائیں اور کسی بلا دید و استعمال یہ جوش ٹھنڈا نہ ہو تو کیا یہی اقتصادی مفتی عورت کو بالکل برہنہ باہر نکالنے اور اس کو ہر طرح استعمال میں لانے کا فتویٰ صادر فرمائیں گے۔ اور اپنے اسی اصول پر پختہ رہیں گے کہ ارتکاب معصیت ہی ترک معصیت کا ذریعہ ہے اگر اقتصادی بہبود کا سنگ بنیاد اسی اصول پر ہے تو انہیں یہ بھی اعلان کر دینا چاہیئے کہ دنیا کے تمام سرمایہ دار اپنی دولت کو چھپانے کے عادی چلے آرہے ہیں فی الحقیقت چوروں کی مالی رغبت میں اضافہ کر رہے ہیں انہیں چاہیئے کہ دولت کی تھیلیاں منظر عام پر لٹکا دیں یا سڑکوں پر بکھیر دیں تاکہ چوروں

کی ہوس دولت گیری ختم ہو جائے لیکن اگر دولت دیکھ کر چوروں کے جذبات حرص سرد نہ ہوں بلکہ اس دولت پہ اور قبضہ جمانے کے جذبات بھڑک اٹھیں تو پھر ان سرمایہ داروں کے لئے اقتصادی حیثیت سے مناسب ہو گا کہ اپنی دولت سے ہر قسم کی محافظت اور قبضے کے حجابات بھی اٹھالیں تاکہ غریب چوروں کے یہ قبضہ خواہی کے جذبات بھی قبضہ کر کے ٹھنڈے پڑ سکیں بلکہ ان معترضین کو اس اقتصادی بہبود کا ایک قدم آگے بڑھا کر دنیا کی تمام حکومتوں کو اس بات پر آگاہ کر دینا چاہیئے کہ وہ اخلاقی جرائم کی ممانعت سے ہاتھ کھینچ لیں اور پولیس کے محکمہ کو یکسر موقوف کر دیں جو ہر وقت اخلاقی مجرموں کو جرائم سے روکتا ہے اور ان کی نگرانی کرتا رہتا ہے کیونکہ بہت ممکن ہے کہ یہ ممانعت ہی جرائم کی حرص بڑھا رہی ہو اور ارتکاب جرائم بہت حد تک ممانعت جرائم ہی کی بنا پہ ہو رہا ہو اس لئے ملک کو جرائم میں آزاد کر دیا جائے تاکہ جرائم کے عام ہو جانے سے طبیعتیں ان سے سیر ہو جائیں اور اس طرح انسداد جرائم ہو کر ہمہ گیر امن قائم ہو جائے۔

اگر یہ اقتصادیات کے ماہر روپیہ کو سڑکوں پہ پھینک کر چوروں کی مالی حرص مٹا دیں اور اگر قوانین انسداد جرائم اٹھا کر جرائم پیشوں کو پرہیزگار بنا دیں تو پھر انہیں ضرور حق حاصل ہے کہ اپنی عورتوں کو برہنہ کر کے مردوں کو عفت مآب اور پرہیزگار بنانے کی کوشش کر دیں۔

۲۔ اعتراض

پردے کی قیودات اور گھروں کی چار دیواری میں ۲۴ گھنٹے کی جیل عورتوں کی صحت پہ برا اثر ڈالتی ہے نہ انہیں تازہ ہوا میسر آتی ہے

نہ وہ کہیں آزادی سے باہر آ اور جا سکتی ہیں ان کی اس خرابی صحت کا اثر اولاد پر بھی پڑتا ہے جو قومی ہلاکت کا سب سے بڑا ذریعہ بن سکتا ہے معترضین عقل سلیم سے سوچیں کہ اگر گھر میں رہنا ہی مضر صحت ہے تو مرد بھی اسی گھر میں مقیم ہے جس میں عورت ہے یقیناً وہ گھر تنہا عورت کا قفس نہیں بلکہ مرد کا بھی ہے بلا ضرورت جس طرح عورت کے لئے گھر سے نکلنا مفید نہیں اسی طرح مرد کے لئے بھی غیر مفید ہے اور ضرورت سے باہر جانا خواہ وہ دینی ضرورت ہو یا دینوی اگر مرد کے لئے سد راہ نہیں تو یقیناً عورت کے لئے بھی نہیں ہاں فرق اگر ہے تو صرف یہ کہ عورت چہرہ ڈھانپ کر نکلے گی۔ اور مرد کھلے منہ اور منہ ڈھانپ کر باہر نکلنا اور کسی غیر کو اپنے چہرہ سے آشنا نہ کرنا مضر صحت نہیں سوتے ہوئے عموماً اور کبھی جاگتے ہوئے بھی سردی اور برسات میں مرد اور عورت دونوں اپنے چہرے ڈھانپ لیتے ہیں اور رات بھر ڈھلنپے پڑے رہتے ہیں مگر ان کی صحتوں پر محض اس فعل سے کوئی برا اثر نہیں پڑتا اور نہ یہ سونے والے جب صبح کو اپنے منہ کھولیں تو بیماریاں ان کے چہروں پر پھیلتی ہوئی نظر آئیں۔

رہا عورت کا گھر میں زیادہ وقت گزارنا تو یہ غیر ضروری نہیں کیونکہ عورت کے خانگی کام اس قسم کے ہیں کہ طبعی طور پر ان سے عہدہ بر آ ہونے کے لئے اس کے لئے چار دیواری زیادہ مناسب ہے خانہ داری، پرورش اولاد کھانا پکانا، سینا پرونا، گھریلو اثاثہ کی حفاظت اور خانگی احاطہ کی نگرانی وغیرہ ایسے امور ہیں جو قدرتی طور پر اس کے لئے گھر میں طول قیام ہی کو چاہتے ہیں۔ ان امور خانہ داری کو کماحقہ انجام دینے میں عورت کے لئے ایک ہلکی سی ورزش بھی ہے جو اس کی صحت کے لئے از حد مفید ہے

جو عورتیں گھر میں محنت ومشقت کرنے کی عادی ہوتی ہیں ان کی جسمانی حالت مضبوط ہوتی ہے۔

۴۔ حقوق اولاد

اولاد کی آرزو ایک فطری جذبہ ہے ہر انسان اس بات کا متمنی ہوتا ہے کہ بقائے نسل سے اس کا نام باقی رہے کلام مجید اس بات پر شاہد ہے کہ بڑے بڑے جلیل القدر پیغمبر اولاد کے لئے دن رات دعائیں مانگتے رہے حضرت ابراہیم علیہ السّلام اور حضرت زکریا علیہ السّلام کے قصص اس پر شاہد ہیں اولاد سے جو محبت ہوتی ہے اس کا اندازہ حضرت یعقوب علیہ السّلام اور حضرت یوسف علیہ السّلام کے دلچسپ واقعہ سے بخوبی ظاہر ہے خود سیدالانبیا کو دیکھئے کہ اپنے لخت جگر حضرت ابراہیم علیہ السّلام کی وفات پر آنسو نہ تھمتے تھے اور ریش مبارک تر ہو گئی تھی علاوہ ازیں اپنے نواسوں حضرت امام حسنؓ اور امام حسینؓ کو کندھوں پر اٹھائے لئے پھرتے تھے۔

جب بچہ پیدا ہوتا ہے تو سب سے پہلے اس نعمت کے عطا ہونے پر شکر خالق واجب ہے اس کے بعد جس قدر جلد ہو سکے اس کے سر کے بال اتروا دینے چاہئیں تاکہ اس کی جڑوں میں کوئی میل یا دیگر جراثیم ہوں تو ان سے خلاصی ہو جائے نیز اگر لڑکا ہو تو اس کا ختنہ بھی کرا دینا چاہیئے تاکہ پیشاب کی کسی بیماری کا خطرہ نہ رہے زچگی کے زمانہ میں مکان صاف اور ہوادار ہونا چاہیئے بچہ کو دودھ پلانے کی مدت دو سال ہے چاہے ماں دودھ پلائے جو بہت مفید ہے اور چاہے دایہ کے سپرد کیا جائے پانچ سال تک بچہ کی خوراک و ہواخوری کا باقاعدہ انتظام ہونا چاہیئے اس کے

Marfat.com

بعد اس کو نیک و بد کاموں کی تعلیم دینی چاہیئے تاکہ خیر و شر میں تمیز اسے نیک بننے میں مدد دے سکے جب سن رشد کو پہنچ جائے تو اس کی خوابگاہ الگ کر دی جائے اور وہ والدین کے کمرے میں بلا اجازت داخل نہ ہو۔

جہاں تک بچوں کی تعلیم و تربیت کا تعلق ہے یہ والدین اور معاشرے کی مشترکہ ذمہ داری ہے قرآن حکیم اور احادیث کی رو سے علم کی غیر معمولی اہمیت مسلمات میں سے ہے اللہ تعالے نے خود اپنے محبوب کو یہ دعا مانگنے کا حکم دیا تھا رَبِّ زِدْنِي عِلْماً یعنی اے رب میرے علم کو زیادہ کر کیونکہ علم و حکمت سے بہت زیادہ دینوی و اخروی، انفرادی اور اجتماعی فوائد و منافع حاصل ہوتے ہیں ان سے انفرادی اور اجتماعی زندگی کی نشو و نما اور ترقی ہوتی ہے علم و حکمت سے وہ قوت حاصل ہوتی ہے جس سے انسان تسخیر کائنات کرتا ہے علم ہی کے ذریعے سے انسان کو دین کی صحیح اقدار کا پتہ چلتا ہے اور وہ حق و باطل، خیر و شر اور سود و زیان میں امتیاز کرتا ہے علم ہی انسان کو اس کی راہ منزل کی نشان دہی کرتا ہے۔ غرضیکہ علم ہی کی بدولت کوئی قوم انحطاط و تنزل سے محفوظ رہ سکتی ہے۔

علم کے ان گنت فوائد کے پیش نظر اسلام نے اسلامی معاشرے کے تمام افراد پر اس کی تحصیل لازم قرار دی ہے حضور اکرم علیہ السلام کا ارشاد ہے مسلمان مرد اور عورت پر علم حاصل کرنا فرض ہے اس کا مطلب یہ ہوا کہ تعلیم اسلامی معاشرے کی بقا نشو و نما اور ارتقائے مسلسل کی خاطر بھی ضروری ہے کہ اس کے افراد زیادہ سے زیادہ علم حاصل کریں اس سے یہ استنباط ہوتا ہے کہ تعلیم والدین اور معاشرے کی مشترکہ ذمہ داری

ہے لہٰذا بچوں کی تعلیم و تربیت کا زمانے کے تقاضوں کے مطابق بندوبست کرنا والدین، قوم اور ملت اسلامیہ کی ذمہ داری ہے۔

اسلام اس بات کی ہرگز اجازت نہیں دیتا کہ اللہ تعالیٰ کی حسین ترین مخلوق، جسے اس نے حواس و قلب عطا کیے اور استعداد و علمی عطا کی اور جسے اس نے دنیا میں اپنا خلیفہ بنایا اور جس کے لئے اس نے ساری کائنات کو مسخر کر دیا علم و حکمت سے محروم رہ کر ظالم و جاہل بن جائے اور اپنی زندگیوں کو ہلاک و برباد کر ڈالیں۔ اسلام کسی حالت میں بھی اپنے معاشرے کے اس ضیاع کو برداشت نہیں کرتا حقیقت یہ ہے کہ اولاد کو علم و حکمت اور مناسب تربیت سے محروم رکھ کر اس کے قلب کو مردہ بنا دینا اصل میں انسان کو ہلاک کرنا اور اس کی دنیا و آخرت دونوں کو تباہ و برباد کرنا ہے غرضیکہ اسے علم کی روشنی سے محروم رکھنا اور مناسب تربیت سے ان کے اخلاق کی تحسین نہ کرنا اور اس میں حقوق اللہ اور حقوق العباد کا احساس اور شعور بیدار نہ کرنا اسے ہلاک و برباد کرنا نہیں تو اور کیا ہے۔ بچوں کو تعلیم کے میدان میں پوری آزادی ہے ان کی دنیاوی تعلیم ان کی میلان طبع کے مطابق ہو تو بہتر ہے اس بات کی نگرانی ہونی چاہیے کہ بچہ قوانین فطرت کی خلاف ورزی نہ کرنے پائے اور بوجہ ناتجربہ کاری اپنا نقصان نہ کر بیٹھے جب بچہ سمجھ کے قابل ہو تو اس کو قرآن کی تعلیم دلانی چاہیے سات سال کا ہو جائے تو اسے نماز پڑھنے کا حکم دیا جائے گا دس سال کی عمر میں بھی اگر نماز کا عادی نہ بنے تو اسے مار کر نماز کا عادی بنایا جائے اس کے اخلاق کے تعمیر میں خاص توجہ دینی چاہیے حقیقت یہ ہے کہ والدین کی گود بچے کا پہلا مدرسہ ہے اور سب سے افضل ترین، مدرسین خود ماں باپ ہیں اسی بچے کی تعلیم و تربیت اور آئندہ زندگی

کے اخلاق کا دارومدار حالات خانہ پر ہے رسول پاک علیہ السلام کا ارشاد ہے "بہترین عطیہ جو والدین اپنی اولاد کو دے سکتے ہیں ان کی عمدہ تعلیم و تربیت ہے۔

بعض کثیر العیال لوگ تنگدستی کے خوف سے جنین کو مار دینے یعنی وضع حمل کی کوشش کرتے ہیں اور بعض نئی روشنی کے دلدادہ خاندانی منصوبہ بندی پر عمل کر کے کم بچے پیدا کرنے کے حق میں ہوتے ہیں۔ تاکہ معاشی اور اقتصادی حالت ابتر نہ ہو جائے آج ارباب اقتدار بھی اس بات کی کوشش کرتے ہیں کہ شرح پیدائش کم ہو تاکہ کثرت آبادی کی بنا پر ملک میں اقتصادی بحران پیدا نہ ہونے پائے۔ توجہ طلب امر یہ ہے کہ ذاتی مفاد کے نام پر جو اپیل بچے کم پیدا کرنے کے لئے کی جائیگی اس کا اثر صرف بچے ہی کم پیدا کرنے تک محدود رہے گا یا کچھ اور نتائج بھی برآمد ہو سکتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ ایک مرتبہ آپ لوگوں کے سوچنے کا انداز بدل کر اسی رخ پر ڈال دیکھئے کہ ان کی کمائی کا زیادہ حصہ ان کی اپنی آرائش اور آسائش پر خرچ ہونا چاہیئے اور ان کے اندر یہ احساس پیدا کر دیا جائے کہ خاندان کے جو افراد کمانے کی بجائے صرف خرچ کرنے والے ہیں ان کی شرکت سے کمانے والے کا معیار زندگی گر جاتا ہے جسے برداشت نہ کرنا چاہیئے اسکے بعد آپ دیکھیں گے کہ نئی پیدا ہونے والی اولاد ہی پر اس کا برا اثر نہ پڑے گا بلکہ بوڑھے والدین یتیم بہن بھائی گھر کے مریض افراد جن کے شفایاب ہونے کی توقع باقی نہ رہی ہو اور ایسے عزیز و اقارب جو اپاہج اور ناکارہ ہوں سبھی متاثر ہوں گے۔ اور ہر اس شخص کا وجود ان کی نگاہ میں ناقابل برداشت بوجھ بن جائے گا جو ان کی کمائی میں حصہ بٹا کر ان کے معیار زندگی کو پست کرتے ہیں ظاہر ہے کہ جو اپنی اولاد کا بوجھ برداشت

Marfat.com

نہیں کر سکتا وہ دوسرے دل کا بوجھ کیونکر برداشت کرے گا۔

خاندانی منصوبہ بندی کی مضرتوں میں سے ایک برا نتیجہ یہ بھی ہے کہ ضبط تولید کا علم جب عام طور پر پھیل جائے گا۔ اور اس کے ذرائع اور وسائل عام لوگوں تک پھیلا دیئے جائیں گے تو کسی کے پاس بھی اس امر کی ضمانت نہیں ہے کہ ان سے صرف شادی شدہ جوڑے ہی فائدہ اٹھائیں گے بلکہ زیادہ صحیح یہ ہے کہ شادی شدہ زوجین اس سے اتنا فائدہ نہ اٹھائیں گے جتنا "بن بیاہے" جوڑے اٹھائیں گے اس سے زنا کو وہ فروغ ہو گا جو ہمارے معاشرے کی تاریخ میں کبھی نہیں ہوا جہاں تعلیم و تربیت میں دینی و اخلاق کا عنصر روز بروز کمزور ہوتا چلا جا رہا ہو جہاں سینما فحش تصاویر، فحش لٹریچر اور فحش گانے جنسی محرکات میں روز بروز اضافہ کیے جا رہے ہوں جہاں پردے کے حدود و قیود ٹوٹ رہے ہوں اور مردوں اور عورتوں کے لئے آزادانہ میل جول کے مواقع روز بروز زیادہ پیدا ہو رہے ہوں، جہاں عورتوں کے لباس میں عریانی اور زینت و نمائش حسن روز افزوں ترقی پر ہو جہاں تعدد ازواج کے راستے میں قانونی رکاوٹیں کھڑی کر دی گئی ہوں مگر ناجائز تعلقات کے راستے میں کوئی قانونی رکاوٹ نہ ہو اور جہاں ۱۶ سال سے کم عمر کی لڑکی کا نکاح قانوناً ممنوع ہو وہاں بد اخلاقیوں کے راستے میں بس ایک ہی رکاوٹ رہ جاتی ہے اور وہ ہے ناجائز حمل کا ایک دفعہ یہ خوف بھی دور کر دیجئے اور بڑے رجحانات رکھنے والی عورتوں کو یقین دلا دیجئے کہ استقرار حمل کا کوئی خطرہ نہیں تو آپ دیکھیں گے کہ زنا کا ایک ایسا سیلاب امڈ آئے گا جس کو کوئی طاقت روک نہیں سکتی اگر یقین نہ آئے تو ان مغربی ممالک کے حالات معلوم کر کے دیکھ لیجئے جن میں قانوناً خاندانی منصوبہ بندی اور ضبط تولید کو رواج دیا گیا ہے۔

Marfat.com

بعض نادان لوگ صرف اولاد نرینہ ہی کو قابل قدر سمجھتے ہیں لہٰذا وہ لڑکیوں کی کماحقہ قدر نہیں کرتے یہ خیال اصولی فطرت کے سراسر خلاف ہے اگر خدا سب کو صرف لڑکے ہی عطا فرمائے تو نسل انسانی کا سلسلہ کیسے جاری رہے کیونکہ یہ حقیقت ہے کہ:

وجود زن سے ہے تصویر کائنات میں رنگ

مالک حقیقی جو احسن الخالقین ہے تمام قسم کی اولاد کو اپنے انعامات میں شمار کرتے ہوئے فرماتا ہے۔

يَهَبُ لِمَنْ يَّشَاءُ اِنَاثًا وَّيَهَبُ لِمَنْ يَّشَاءُ الذُّكُوْرَ ہ اَوْ يُزَوِّجُهُمْ ذُكْرَانًا وَّ اِنَاثًا ۚ وَ يَجْعَلُ مَنْ يَّشَاءُ عَقِيْمًا ؕ

ترجمہ:۔ وہ جس کو چاہتا ہے لڑکی عطا فرماتا ہے اور جس کو چاہتا ہے لڑکا دے دیتا ہے اور جس کو چاہے لڑکے اور لڑکیاں دونوں عطا کر دے اور جس کو چاہے بے اولاد رکھے زمانہ جاہلیت میں بعض لوگ اپنی لڑکیوں کو زندہ درگور کر دیا کرتے تھے۔

حضور علیہ السلام نے اس مسخ شدہ قانونی فطرت کی اصلاح فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا۔ جو شخص اپنی لڑکیوں کو لڑکوں کی طرح بخوبی پرورش کرے ان کو مناسب تعلیم دلائے اور ان کی شادی کر دیوے وہ بہشت میں داخل ہوگا ایک حدیث میں ہے کہ جسکی عیال (زیر پرورش) میں دو لڑکیاں بلوغ تک رہیں وہ قیامت کے دن اس طرح آئے گا کہ میں اور وہ پاس پاس ہوں گے ایک جگہ ارشاد ہے جس کی لڑکی ہو اور وہ اسے زندہ۔

درگور نہ کرے اور اس کی توہین نہ کرے اور اولاد ذکور کو اس پر ترجیح نہ دے اللہ تعالیٰ اس کو جنت میں داخل فرماتے گا۔

اگر والدین سے کوئی ایک فوت ہوجاتے تو اس کے لئے حسب ذیل احکام ہیں۔ اگر والدہ فوت ہوجاتے تو تعلیم و تربیت اور پرورش کا بوجھ باپ پر ہے اور اگر والد انتقال کرجائے تو اس وقت یہ فرائض دادا یا قریب ترین رشتہ داروں کے ذمے عائد ہوتے ہیں اور ذی استطاعت اصحاب کو حکم ہے کہ ان یتیم بچوں کی اپنے بچوں کی طرح پرورش کریں متوسط الحال اور غریب اقارب اگر چاہیں تو نابالغوں کی جائداد سے بقدر ضرورت لے سکتے ہیں مگر ضرورت سے زیادہ لینا پیٹ میں آگ بھرنے کے مترادف ہے، حکم الٰہی ہے۔

إِنَّ الَّذِيْنَ يَأْكُلُوْنَ أَمْوَالَ الْيَتَامٰى ظُلْمًا إِنَّمَا يَأْكُلُوْنَ فِيْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا وَسَيَصْلَوْنَ سَعِيْرًا

ترجمہ: جو لوگ ناحق یتیموں کے مال خورد برد کرتے ہیں وہ اپنے پیٹ میں آگ بھرتے ہیں اور عنقریب دوزخ میں پڑیں گے

ایسی صورت میں بچوں کی نگہداشت کی والدہ کو بھی سخت تاکید ہے چنانچہ حدیث میں آیا ہے جو بیوہ جوان و خوبصورت ہونے کے باوجود عقد ثانی صرف اس واسطے نہیں کرتی کہ اپنے یتیم بچوں کی خاطر خواہ پرورش کرے وہ قطعی جنتی ہے۔

اولاد ماں باپ کی جائیداد کی وارث بھی ہے اگر ماں باپ میں سے کوئی ایک فوت ہوجاتے تو جو زندہ ہے اس کا حصہ نکال کر باقی جائداد کی مالک اولاد ہے اور اس میں لڑکے کا حصہ لڑکی سے دوگنا ہے جس

کی وجہ یہ ہے کہ لڑکی سسرال کی جانب سے حق مہر بھی پاتی ہے اور لڑکے کے لئے ایسا کوئی موقع نہیں۔

۵۔ "حقوق اقارب"

والدین زوجین اور اولاد کے ذکر کے بعد اب خویش و اقارب کا ذکر آتا ہے ان میں بھائی بہن سے بڑھ کر دنیا میں کوئی رشتہ نہیں یہ ایک دوسرے کے بازو اور ایک ہی درخت کی شاخیں ہیں اور یہی وجہ ہے کہ ان میں بے حد انس و محبت اور یگانگت ہوتی ہے "تکلیف اور مصیبت میں نہ صرف ایک دوسرے کے لئے سینہ سپر ہو جاتے ہیں بلکہ دکھ درد کے شریک ہوتے ہیں۔

بھائی بہنوں کے بعد ددھیال۔ ننھیال اور سسرال کے بزرگوں کا درجہ ہے اور پھر چچاؤں پھوپھیوں، ماموؤں اور خالاؤں کا قصہ مختصر یہ کہ ایک لامتناہی سلسلہ ہے جس میں قریب ترین کے حقوق کو بعید تر پر بتدریج ترجیح دی گئی ہے۔ ان سب میں رواداری اور حسن سلوک کا حکم ہے اور ان میں اس قدر بے تکلفی جائز رکھی ہے کہ ہر پابند قانون فطرت یعنی مسلمان کو انکے گھر سے کھانے پینے کی اجازت دی گئی۔ کتاب اللہ میں صاف وارد ہے۔ کہ تمہیں اس پر کوئی گرفت نہیں کہ تم اپنے باپ ماں بھائیوں بہنوں چچاؤں پھوپھیوں ماموؤں خالاؤں ماتحتوں یا مخلص دوستوں کے ہاں سے کھاؤ پیو۔

اللہ تعالےٰ نے جہاں والدین کے ساتھ احسان کی خاص ترغیب دلائی وہاں رشتہ داروں کا بھی ساتھ ہی ذکر کیا حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا۔

مَنْ اَحَبَّ اَنْ یُبْسَطَ لَهٗ فِیْ رِزْقِهٖ وَیُنْسَاَ لَهٗ فِیْ اَثَرِهٖ فَلْیَصِلْ رَحِمَهٗ۔

ترجمہ :۔ جو شخص اس بات کو پسند کرے کہ اس کے رزق میں کشادگی
ہو اور اس کی عمر دراز ہو جائے تو اسے چاہیئے کہ صلہ رحمی کرے
یعنی اپنے رشتہ داروں سے حسن سلوک سے پیش آئے۔

اب ذرا اس عامل کا اسوۂ کامل دیکھا جائے کہ اس نے ان احکام پر
کس طرح عمل کر کے دکھایا حضور کو اپنوں نے کیا کیا ایذائیں پہنچائیں کیا کیا
دکھ دیئے لیکن آپ پھر بھی ان کے ساتھ کمال رواداری کا سلوک کرتے رہے
تکالیف میں ان کے کام آتے رہے ان کی دستگیری فرماتے رہے دل رات
مسلمانوں کو بھی یہی تاکید کرتے رہے کہ رحم کے رشتہ داروں کو ملائے رکھو۔
خویش و اقارب اگر مقروض و مساکین ہوں تو ان کی امداد کرو اکثر فرمایا کرتے
تھے جس نے اپنوں کو ملائے رکھا اللہ اس کے ساتھ رہا اور جس نے اپنوں
سے قطع تعلق کیا اللہ تعالےٰ نے اس سے قطع تعلق کیا ایک ارشاد فرمایا
اپنے رشتہ داروں سے نیکی کرنے کا ثواب دگنا ہے ہدایت تھی کہ ماں باپ
کا درجہ تین آدمیوں کا حاصل ہے۔ ایک اس کو جس کے ہاں تو پیدا ہوا۔
دوسرے اس کو جس کے ہاں تو بیاہا گیا تیسرے اس کو جس نے تجھ کو پڑھایا
سکھایا۔

۷۔ احباب و ہمسایگان کے حقوق

انسان سوسائٹی کے بغیر رہ نہیں سکتا اس لئے دوستوں کا بنانا ایک
لازمی امر ہے یہاں تک کہ بعض بزرگوں کو تو یہاں تک کہدیا کہ جس شخص نے
کوئی دوست نہ بنایا وہ نامراد رہا۔ مگر جس نے اپنے حقیقی مخلص دوست
کو ناراض کر دیا اس نے اپنی عمر کا رت گنوا دی اکثر دیکھا جاتا ہے کہ مخلص

Marfat.com

دوست بعض اوقات اپنوں سے بھی زیادہ مہر و محبت سے پیش آتے ہیں اور انسان کے بعض راز اور اسرار ایسے ہوتے ہیں کہ جن کا اپنے عزیزوں سے پوشیدہ رکھنا زیادہ مناسب ہوتا ہے مگر وہ اپنے محبوب پر بلا روک ٹوک منکشف کر دیئے جاتے ہیں۔

البتہ دوستوں کی تلاش میں احتیاط شرط ہے چنانچہ پیغمبر اسلام کا فرمان ہے آدمی کا حشر اس کے ساتھ ہوگا جس کو اس نے اپنا دوست بنایا" دوست کو جب تک اچھی طرح پرکھ نہ لیا جائے اس پر حد سے زیادہ اعتماد نہ کرنا چاہیئے۔ حتی الوسع دوستی کے واسطے اس شخص کی جستجو کرو جو بظاہر قانون فطرت کے توڑنے کا مرتکب ہونے والا معلوم نہ ہو۔

صحبت صالح ترا صالح کند

صحبت طالع ترا طالع کند

بہترین دوست وہ ہے جس کی دوستی محض اللہ کے لئے ہو اور یہ بھی ضروری نہیں کہ دوست کا انتخاب بیگانوں ہی سے کیا جائے بلکہ رشتہ داروں سے دوستانہ تعلقات استوار کرنا زیادہ بہتر ہے۔

احباب کے بعد ہمسایوں کے حقوق ہیں حضور علیہ السلام کا ارشاد ہے،

مَازَالَ جِبْرِيْلُ يُوْصِيْنِيْ بِالْجَارِ حَتّٰى ظَنَنْتُ اَنَّهٗ سَيُوَرِّثُهٗ۔

ترجمہ:۔ جبرئیل ہمسایہ کے بارے میں مجھے برابر نصیحت کرتے رہے یہاں تک کہ میرا خیال ہوا کہ شاید اسے وراثت میں شریک کر دیں گے۔

ایک اور جگہ فرمایا۔

وَاللّٰہِ لَا یُؤْمِنُ وَاللّٰہِ لَا یُؤْمِنُ وَاللّٰہِ لَا یُؤْمِنُ قِیْلَ مَنْ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ الَّذِیْ لَا یَأْمَنُ جَارُہٗ بَوَائِقَہٗ۔

ترجمہ: قسم ہے اللہ کی وہ شخص ایمان (کامل) نہیں لاتا خدا کی قسم وہ شخص (کامل) مومن نہیں خدا کی قسم وہ شخص کامل مومن نہیں۔ دریافت کیا گیا یا رسول اللہ کون؟ فرمایا جس کے پڑوسی اس کی شرارتوں سے امن میں نہیں۔

ایک جگہ ارشاد ہے۔

مَنْ کَانَ یُؤْمِنُ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ فَلَا یُؤْذِ جَارَہٗ

ترجمہ:۔ جو شخص اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہے وہ اپنے پڑوسی کے ساتھ حسن سلوک کرے۔

ایک جگہ فرمایا مومن (کامل) وہ نہیں جو خود پیٹ بھر کے کھائے اور اس کا ہمسایہ بھوکا رہے۔

ایک دوسری جگہ حدیث میں فرمایا جب کوئی شخص ہنڈیا پکائے تو شوربا زیادہ کرے اور پڑوسی کو بھی اس میں سے کچھ دے۔

غرضیکہ اپنا خویش ہو یا دوست ہمسایہ ہو یا عام مسلمان ہر ایک سے خوشی خوشی ملنا اور اس کی خوشی کو دوبالا کرنا قابل توصیف ہے حضورؐ فرمایا کرتے تھے کہ کسی کو حقیر نہ سمجھو تم سے اور اگر کچھ نہیں ہو سکتا تو کم از کم اپنے خویش و اقارب احباب و متعلقین اور عامۃ المسلمین سے جب ملو تو خندہ پیشانی سے ملو۔

۷۔ راعی و رعایا کے حقوق

سید البشر صلی اللہ علیہ وسلم کا اعلان ہے کہ تم میں سے ہر ایک حاکم ہے

اور ہر ایک اپنی رعیت کا جوابدہ ہے یعنی ہر عاقل و بالغ کے ذمہ ایسے حقوق ہیں جو اس کو ادا کرنے ہیں مثلاً ہر شخص اپنے اہل و عیال میں مختار ہے اور ان کا آرام و آسائش حفاظت اور نگرانی اور اخراجات وغیرہ کے ذمے ہیں اسی طرح افسر اپنے ماتحتوں استاد اپنے شاگردوں آقا اپنے ملازموں اور مصنف اپنے متخاصمین کے حقوق کا پاسبان اور نگہبان ہے۔ کلام اللہ میں ایسے حاکم کی اطاعت فرض قرار دی گئی ہے جو مسلمان یعنی پابند قانون فطرت ہو چنانچہ ارشاد ربانی ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللّٰهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ۔

ترجمہ:- اے ایمان والو تم اللہ کی فرمانبرداری کرو اور تم میں سے جو لوگ صاحب امر (حاکم) ہیں انکی فرمان برداری کرو۔

رعایا پر بھی حاکم کی فرمان برداری فرض ہے امیر عادل سے بغاوت یا اس کی مخالفت کو خدا و رسول کے مقابلہ کے مترادف قرار دیا گیا ہے اور اس کی سزا قتل۔ پھانسی، ہاتھ پاؤں کاٹ دینا اور جلاوطنی مقرر کر دی ہے اور فرمایا اس قسم کا فساد یا سازش وغیرہ جرم قتل سے بھی زیادہ خطرناک ہے نیز فرمایا گیا کہ جو شخص دین فطرت کے قواعد کی خلاف ورزی کرے اس کی جرم کی نوعیت کے مطابق گوشمالی کی جائے۔

ملازمین کے لئے بعض ہدایات بہت ضروری ہیں لہذا ان کو درج کیا جاتا ہے فرمایا تمہارے نوکر چاکر تمہارے بھائی ہیں ان سے بہت اچھا سلوک کرو اور ان کے کھانے پینے میں کوئی حقارت آمیز تمیز نہ کرو روزانہ مزدوری کرنے والوں کے بارے میں فرمایا ان کی روزانہ اجرت ان کی محنت کا پسینہ خشک ہونے سے پہلے ادا کر دیا کرو۔ یہی

احکام دیگر شعبوں میں قابل نفاذ ہیں۔

۸۔ وطن کے حقوق

حدیث میں ہے کہ وطن کی محبت ایمان کا جزو ہے جس سے صاف عیاں ہوتا ہے کہ اہل وطن سے اتفاق و اخلاص رکھنا لازمی امر ہے اور ان سے برادرانہ سلوک کرنا وطن کی محبت کا تقاضا ہے اہل وطن کی بہتری و بہبودی درحقیقت وطن کی ترقی ہے اسی لئے تو مذہب کی رو سے ان پر تشدد کا دروازہ یہ فرما کر بند کر دیا کہ لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ... یعنی مذہب کے معاملے میں جبر و تشدد ہرگز جائز نہیں تبلیغ دین کے سلسلے میں ارشاد ہوا۔ اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ

ترجمہ:۔ اپنے رب کی راہ کی طرف دانائی اور بہتر پند و نصیحت سے کام لو۔

غرضیکہ حتی الامکان وطن میں اتحاد و ارتباط کو مضبوط کرو تاکہ کسی دشمن کی آنکھ ملک کی طرف اٹھنے نہ پائے۔

پیروان قانون فطرت پہ ایک اور ملک کا بھی حق ہے اور وہ یہ کہ اپنے مرکز یعنی عرب سے ہر آن و ہر لحظہ وابستہ رہیں مکہ مکرمہ وہ سب سے پہلا گھر ہے جہاں سب سے پہلے نور حق کی کرنیں نمایاں ہوئیں اور ضابطہ فطرت کی دفعات کا نزول ہوا اس سے بڑھ کر یہ کہ وہ رسول پاکؐ کا مولد ہے اور خالق کائنات کا سب سے اول اور آخری پیغام اسی سرزمین میں سنایا گیا اور مدینہ منورہ میں تا قیامت آرام فرما ہیں اس عرب کے دیگر مقامات مثلاً طائف وغیرہ حضورؐ کے

قدوم میمنت لزوم سے بہرہ اندوز ہو چکے ہیں حضورؐ کی آخری وصیت میں ہے کہ جزیرہ عرب کو غیر مسلم تسلط سے محفوظ و مطمئن رکھا جائے کیونکہ ان لوگوں کو جو قانون فطرت کے مخالف ہیں مرکز اسلام میں رسائی ہو گی تو دین فطرت کا قیام دنیا میں محال ہو گا۔

غرضیکہ وطن اور ارض متقدس کی حفاظت ہر مسلمان کا فرض ہے امیر مال و دولت سے غریب دست و بازو سے ادیب اپنے مضامین سے مذہبی عالم وعظ سے حکما اپنی دانائی سے بہادر اپنی بہادری سے سپاہی اپنے ہتھیاروں سے مذہبی عالم واعظ سے حکماء اپنی دانائی سے بہادر اپنی بہادری سے، سپاہی اپنے ہتھیاروں سے حاکم اعلےٰ اپنی طاقت وخزانے سے المختصر ہر فرد اپنی صلاحیت اور طاقت کے مطابق اپنے ملک اور قوم کی خدمت کے لئے مستعد اور تیار رہے۔

Marfat.com

باب پنجم

اخلاق

قانون فطرت کی اہم غرض و غایت امن عامہ کا انتظام و قیام ہے۔ اور جو کچھ پہلے لکھا جا چکا ہے وہ اس کے موٹے موٹے اصول تھے اب ان اصولوں کا بیان ہوگا جو عوام الناس سے متعلق ہیں۔

ظاہر ہے کہ ہر فتنہ و فساد اور ہر نقص و جرم افراد ہی سے شروع ہوتا ہے اول ایک شخص کے دل میں برے خیالات پیدا ہوتے ہیں پھر ان کی اشاعت ہوتی ہے اور آخر کار ان خیالات کو عملی جامہ پہنایا جاتا ہے لہٰذا ضروری ہوا کہ افراد کے ان باہمی حقوق کے لئے قواعد وضع کئے جائیں ان قواعد کا نام ہم نے اخلاق تجویز کیا ہے اور یہ چند اقسام پر منقسم ہیں۔

۱۔ حفاظت جان

ایک مسلم کا دوسرے مسلم کو جان سے مار ڈالنا حرام ہے قتل کی سزا قتل ہے مگر وارث رضامند ہو جائیں تو خون بہا بھی دیا جا سکتا ہے اور حاکم کو اختیار ہے کہ حالات پر غور کرنے کے بعد اگر جرم کی نوعیت اتفاقیہ یا حفظ جان و مال و آبرو کے لئے ہو تو معاف کر دے یا سزا میں تخفیف کر دے مسلمان کو مسلمان کا عمداً قتل کر دینا شدید ترین جرم ہے اس کے متعلق ارشاد خداوندی ہے۔

وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَاؤُهٗ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيْهَا

ترجمہ:۔ اور جس نے جان بوجھ کر کسی مومن کو قتل کر دیا اس کی سزا یہ ہے کہ ہمیشہ کے لئے جہنم میں رہے گا۔

دیگر ضربات کے متعلق صریح احکام ہیں کہ مضروب ضارب کو ویسی ہی ضرب لگائے اور اگر چاہے تو معاف کر دے مثلاً دانت کے بدلے دانت نکالن آنکھ کے بدلے آنکھ نکالنا اور ناک کے بدلے ناک مقرر ہے۔

اس کے علاوہ حبس بے جا میں رکھنا یا اغوا کر کے لے جانا بھی جرم ہے اور صاحب حکومت پر اس کا انسداد ضروری ہے۔ اغوا یا گمشدگی کا جو اثر انسانی طبیعت پر ہوتا ہے وہ حضرت یعقوبؑ اور حضرت یوسفؑ کے قصے سے عیاں ہے۔

جان کی حفاظت کے سلسلے میں چند دیگر ہدایات بھی ہیں مثلاً ایک مسلمان کی جان بچانے کے لئے اس کے دشمن کو غلط خبر دینا یا غلط راہ پر لگا دینا مباح قرار دیا گیا کسی دل جلے کی فریاد سننا اس کی حوصلہ افزائی اور دلجوئی کرنا مسنون ہے مریض کی عیادت اور خبر گیری قابل ستائش اور سنن ضروریہ سے ہے۔

قصہ کوتاہ رسول مقبولؐ کے نزدیک کسی جان کو بلا وجہ تھوڑے سے تھوڑا صدمہ پہنچانا بھی قابل مواخذہ و سزا ہے انسان تو انسان کسی حیوان پر بھی ظلم و ستم روا نہیں حضور علیہ السلام کے کئی اقوال اس بارے میں ہیں کہ حیوانات و طیور پر رحم و شفقت کرنا ثواب عظیم کا باعث قرار دیا ہے اور حج کے موقع پر احرام کی حالت میں موذی جانوروں تک کا مارنا یا شکار کرنا بھی حرام کر دیا حلال جانوروں کے ذبح کرنے میں بھی اس بات کا خاص خیال رکھا گیا ہے کہ ذبح کرتے وقت کم سے کم وقت صرف ہو اور چھری کو تیزی سے چلانے کا حکم دیا گیا تاکہ جانور کو زیادہ دیر تک تڑپنے نہ دیا جائے۔

۲۔ حفاظت جائداد

جنگ کا موقع ہے اسلام کی فوج ظفر موج حملہ کو جا رہی ہے مگر اس کے سپہ سالار کو ہادی اسلام ہدایات دے رہے ہیں کہ دشمن کے ملک میں جا کر ان کے مکانوں کھیتوں، درختوں اور مال مویشی کو تباہ نہ کرنا ان کے گھر میں گھس کر ان کے اموال کو تہس نہس نہ کرنا مقام غور ہے کہ جب جنگ کے ایام میں پیغمبر اسلام کی یہ تعلیم ہے تو امن کے ایام میں آپ کے کیا ارشادات ہوں گے چنانچہ حکم ہے کہ ڈاکو غاصب امانت کھا جانے والے دھوکے سے کسی کی جائیداد حاصل کرنے والا سب چور ہیں اسلام نے چور کی سزا ہاتھ کاٹنا مقرر کیا ہے تاکہ آئندہ چوری کا قلع قمع ہو جائے اور مال کا ضیاع رک جائے قیام امن کے لئے اس سے بڑھ کر اور کوئی سزا نہیں ایک تو اپنا کٹا ہاتھ دیکھ کر پشیمان ہوگا اور اپنے فعل پر نادم ہوگا دوسرے عوام الناس اس سے عبرت حاصل کریں گے اور آئندہ چوری کا راستہ بند ہو جائے گا اگر آج دو چار آدمیوں کو یہ سزا دی جائے تو پورے ملک سے چوری ختم ہو سکتی ہے یتامیٰ مساکین اور دیگر اشخاص کا مال خورد برد کرنا حرام کیا گیا ہے حکام کو رشوت دینا دلانا حرام ہے ارشاد خداوندی ہے

لَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ۔

ترجمہ:۔ آپس میں ایک دوسرے کا مال ناحق طریقے سے نہ کھاؤ

رسول کریمؐ کا ارشاد ہے اَلرَّاشِيْ وَالْمُرْتَشِيْ كِلَاهُمَا فِي النَّارِ

یعنی رشوت لینے اور دینے والا دونوں دوزخی ہیں۔

غیر منقولہ جائیداد کا جبراً چھین لینا تو درکنار اس میں بلا اجازت کسی کے گھر میں داخل ہونے سے منع کیا گیا اور گھروں میں دروازوں کے ذریعے سے داخل ہونے کا حکم دیا گیا۔

فضول خرچی قمار بازی عیاشی، شراب خوری اور اسراف وغیرہ میں روپیہ خرچ کرنا سخت ممنوع قرار دیا گیا اسلام نے خرچ کی تین مدیں بیان فرمائی ہیں (۱) انفاق۔ اس خرچ پر خدا کی طرف سے ثواب دیا جاتا ہے اور قرآن میں جگہ جگہ اس خرچ کی ترغیب و تحریص دلائی گئی ہے۔ تمام نیک کاموں کے اخراجات اس مد میں آجاتے ہیں۔ (۲) اسراف ضرورت سے زیادہ پیسہ خرچ کرنے کو اسراف کہتے ہیں یہ خرچ خدا کے نزد ناپسند ہے حکم ہوتا ہے وَلَا تُسْرِفُوْا اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ یعنی اسراف نہ کرو خدا تعالیٰ اسراف کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتا۔ (۳) تبذیر۔ حرام کاموں پر روپیہ خرچ کرنے کو تبذیر کہتے ہیں ایسا خرچ کرنے والوں کے متعلق فرمایا گیا اِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ كَانُوْٓا اِخْوَانَ الشَّيٰطِيْنِ یعنی بیشک حرام کاموں پر دولت اڑانے والے شیطان کے بھائی ہیں۔ لہٰذا شراب پینے والے۔ زنا کرنے والے عیش و طرب میں زندگی بسر کرنے والے ریڈیو ٹیلیویژن اس غرض سے خریدنے والے کہ گانے سنیں گے فلمیں دیکھیں گے سینما دیکھنے والے تھیٹر اور سرکس دیکھنے والے، کلبوں میں جاکر عیش و عشرت میں دولت لٹانے والے اور طوائفوں کے گانے سننے اور ڈانس دیکھنے میں رقم خرچ کرنے والے سب اس زمرے میں آجاتے ہیں۔ ایسے لوگ تضیع مال اور تضیع اوقات کا شکار ہو جاتے ہیں ملک و قوم کے لئے نہایت غیر مفید ثابت ہوتے ہیں۔

Marfat.com

تجارت پیشہ اصحاب کو مخاطب کر کے ارشاد فرمایا۔
فَاَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيْزَانَ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ
اَشْيَاءَ هُمْ۔

ترجمہ: ناپ تول پورا رکھو اور لوگوں کو چیزیں نہ دیا کرو۔

اب خیال کرو کہ ایسے قواعد وضوابط کے ہوتے ہوئے قانون فطرت کے پیروان کو مال ضائع ہونے کا خطرہ کیسے لاحق ہو سکتا ہے البتہ مالداروں پر زکوٰۃ فرض کر دی ہے اور دیگر صدقات وخیرات کی احسن طریقے سے ترغیب دلائی گئی۔

علاوہ ازیں اسلام نے جہاد کے موقعہ پر جائداد قربان کرنے کا حکم دیا۔ صدقہ، خیرات میں عمدہ چیزیں دینے کا حکم دیا قرض حسنہ پر تحریص دلائی گئی تاکہ محتاج اور حاجت مند مسلمان بھائیوں کی ضروریات پوری ہو سکیں سودی کاروبار سے منع کیا گیا کیونکہ اس طریقے سے خدشہ تھا کہ امراء غرباء کو اور بھی زیادہ غریب بنادیں گے اور ان کو معاشی بدحالی کا شکار بنادیں گے سود اخلاقی وروحانی، معاشی اور تمدنی ترقی میں نہ صرف مانع ہوتا ہے بلکہ تنزل کا ذریعہ بنتا ہے، سود دراصل خود غرضی۔ بخل، تنگ دلی اور سنگ دلی جیسی صفات کا نتیجہ ہے اور وہ انہیں صفات کو انسان میں نشوونما بھی دیتا ہے۔

تمدنی حیثیت سے دیکھئے تو بادنیٰ تامل یہ بات ہر شخص کی سمجھ میں آجائے گی کہ جس سوسائٹی میں افراد ایک دوسرے کے ساتھ خود غرضی کا معاملہ کریں کوئی شخص اپنی ذاتی غرض اور اپنے ذاتی فائدے کے بغیر کسی کے کام نہ آئے ایسی سوسائٹی کبھی بھی مستحکم

نہیں ہو سکتی اس کے افراد میں آپس کی محبت کی بجائے باہمی بغض و حسد اور بے دردی، بے تعلقی نشو و نما پائے گی اس کے اجزا ہمیشہ انتشار اور پراگندگی کی طرف مائل رہیں گے۔

اگر معاشی حیثیت سے بھی سود کا جائزہ لیا جائے تو سود کا نتیجہ تباہ کن ہوگا دنیا کے وہ ممالک جن میں سودی کاروبار عام ہے وہاں ساہوکار اور مہاجن غریب مزدوروں اور عوام کا خون چوس رہے ہیں ان امرا کو غریبوں کی ضروریات اور ان کے معیار زندگی کے پست ہونے کی کوئی پرواہ نہیں وہ دن رات اس ناجائز طریقے سے دولت سمیٹنے پہ لگے ہوئے ہیں اس کا نتیجہ ان دونوں طبقوں میں باہمی رنجش کشیدگی اور دشمنی ہے غرضیکہ سود کا نقصان ہی نقصان ہے۔

۳۔ حفاظت آبرو

دنیا میں جس قدر فساد اور فتنے برپا ہوتے ہیں اگر ذرا غور سے ان کی تحقیق کی جائے تو فوراً پتہ چل جاتا ہے کہ ان کی تہ میں اکثر عورتوں کا تعلق ہوتا ہے مستورات فطرتاً ضعیف اور کمزور جسم ہیں اس لئے یا تو مردوں کی زیر دستی کا شکار ہو جاتی ہیں یا مکر و فریب جو کمزور کا ہتھیار ہے، سے مردوں کو اپنا شکار بنا لیتی ہیں یہی وجہ ہے کہ دین فطرت نے ہر دو صنفوں کو غیر محرم کی طرف دیکھنے سے منع فرمایا اور ہر دو کو حکم دیا کہ چلتے پھرتے محفل، بازار میں اپنی نگاہیں ایک دوسرے پہ نہ ڈالیں۔

ابتدائے آفرینش سے آج تک کی تاریخ کی ورق گردانی

کر جاؤ تو تمہیں معلوم ہو جائیگا کہ سب اقوام گزشتہ بلکہ خاندانوں اور افراد تک کی ترقی کا دارومدار مستورات کی سلیقہ شعاری تعلیم اور عفت و عصمت پر رہا اور ازل سے غیرت کا یہی معیار چلا آیا ہے کہ لوگوں کی بہو بیٹیاں، مائیں بہنیں اور بیویاں عصمت دری سے تو کجا بری نظر تک سے محفوظ رہیں۔ اسی جذبہ فطرت کو سامنے رکھ کر اسلام نے آبرو ریزی کا بدترین ذریعہ زنا قرار دیا اور فرمایا زنا کے قریب نہ جاؤ ضابطۂ فطرت نے اس جرم کو نہایت سنگین بنایا اور اس کے واسطے پورا ثبوت بہم پہنچنے پر وہ ذلت کی موت تجویز کی جو کسی جرم کے لئے تجویز نہیں کی گئی قتل کا جرم معاف ہو سکتا ہے خون بہا ادا کر کے قاتل کی خلاصی ممکن ہے مگر زنا کی سزا میں نہ تو تخفیف کی اجازت ہے۔ نہ معافی کی گنجائش۔ ملت بیضا ایک جسم ہے اور اس کے افراد اس کے اعضا پس زنا کا ارتکاب جسم میں ایک ایسے ناسور پھوٹنے کے برابر ہے جو سارے جسم کی ہلاکت اور تباہی کا موجب ہو اس لئے لائق و فائق جراح کی طرح انسان کامل کو حکم دیا گیا کہ ایسے عضو کو فوراً کاٹ دیا جائے تاکہ بقایا جسم اس ناسور کے زہریلے اثر سے بچ جائے سرور کائنات نے فرمایا زنا انفرادی اور قومی قصر کی بنیاد کو ڈھا دیتا ہے امام غزالی فرماتے ہیں کہ زنا میں دس آفات ہیں (۱) دین کا نقصان ہے (۲) عقل کا نقصان (۳) علم کا نقصان (۴) عمر کا نقصان (۵) رزق کا نقصان (۶) مفلسی کا سبب ہے (۷) چہرے کا نور دور کرتا ہے (۸) نسیان اور بھول پیدا کرتا ہے (۹) نیکوں کو زانی سے بغض اور عداوت ہو جاتی ہے (۱۰) اس کی (زانی) کی کوئی عبادت اور دعا قبول نہیں ہوتی۔ یہ موذی مرض جن اقوام میں پھیل

Marfat.com

جاتا ہے وہ آہستہ آہستہ قعر مذلت میں جا گرتی ہیں۔
جہاں زنا کی روک تھام کی گئی ہے وہاں اس قسم کا جھوٹا الزام لگانے والے کیلئے بھی اسّی درے کی سزا مقرر کی گئی ہے اور اگر وہ اس کے بعد زندہ بچ رہے تو ایسے افترا پرداز پر بشرطیکہ وہ تائب نہ ہو عمر بھر اعتبار کرنے سے منع کیا گیا۔ غرضیکہ مستورات کا باحیا و باوقار رہنا قومی قوت اور خاندانی و انفرادی عزت کے برقرار رکھنے اور آئندہ کی ترقی و عروج کے واسطے ازبس ضروری ہے کسی نے کیا خوب کہا ہے۔

جو بہنیں عصمت والی ہیں   وہ امت کی رکھوالی ہیں
اسلام کی زینت ان سے ہے   اس نام کی عزت ان سے ہے

مستورات کی وجہ سے توہین عزت کو چھوڑ کر بچوں کے ذریعے اس امر کو لیجئے کہ یہ بھی آبرو ریزی کا ایک نہایت گندہ طریقہ ہے قرآن مجید میں قوم لوط کا ذکر ہے جن کی بربادی اور تباہی کا موجب یہی فعل قبیح تھا اسی لئے پیروان دین فطرت کو ہدایت کی گئی کہ عوام الناس کو اس سے باز رکھنے کی بیحد کوشش کریں اور جو لوگ اس فعل کے مرتکب ہوں ان کو سخت اذیت دیکر ذلیل و خوار کریں اب سمجھو کہ جو جوان یا نوخیز بچہ عنفوان شباب ہی میں بے عزت و بے وقار ہو کر ملت کی نظروں سے گر جائے اس کے مستقبل کی کیا امید ہو سکتی ہے۔
ان جرائم کے علاوہ ایک دوسرے کی توہین تحقیر کے لئے بہتان باندھنا گالی گلوچ دینا مغلظات اور لغویات بکنا طعن تشنیع کرنا یا ہنسی اڑانا بھی منع ہے کسی سے بدظن ہونا یا دوسروں کو بدظن کرنا بھی اچھا نہیں چغلی اور غیبت سخت ممنوع ہے کہ ان سے باہمی الفت و محبت

کا رشتہ منقطع ہو جاتا ہے۔

جھوٹی شہادت سے بھی منع کیا گیا اور اگر کوئی لغو حرکت کرے تو اس سے چشم پوشی کردیتا کہ اس کی ہتک نہ ہو غرضیکہ ہر اس فعل کو مستحسن سمجھا گیا، جس سے کسی کی عزت اور احترام کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو کیونکہ جو لوگ دوسروں کے وقار عزت اور آبرو کی حفاظت کرتے ہیں وہ خود با عزت ہو جاتے ہیں۔

۴۔ عام امور متعلقہ اخلاق

اخلاق میں سے بعض امور ایسے ہیں جو جان و مال اور آبرو سب پر حاوی ہیں ان سب میں سے اول سچائی ہے جو جھوٹ بولنے کا عادی ہو جائے وہ معاشرے میں بے اعتبار ہو جاتا ہے سوسائٹی میں اس کا وقار گر جاتا ہے خدا تعالیٰ نے جھوٹ سے اجتناب کا ارشاد فرمایا۔ وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ یعنی جھوٹی بات سے بچو اور امام الانبیاء کا ارشاد ہے۔

اِنَّ الصِّدْقَ یَھْدِیْ اِلَی الْبِرِّ وَاِنَّ الْبِرَّ یَھْدِیْ اِلَی الْجَنَّۃِ وَاِنَّ الرَّجُلَ لَیَصْدُقُ حَتّٰی یُکْتَبَ عِنْدَ اللّٰہِ صِدِّیْقًا وَاِنَّ الْکِذْبَ یَھْدِیْ اِلَی الْفُجُوْرِ وَ اِنَّ الْفُجُوْرَ یَھْدِیْ اِلَی النَّارِ وَاِنَّ الرَّجُلَ لَیَکْذِبُ حَتّٰی یُکْتَبَ عِنْدَ اللّٰہِ کَذَّابًا ؕ

ترجمہ :۔ بیشک سچائی بھلائی کی طرف ہدایت کرتی ہے اور بھلائی جنت کی طرف رہنمائی کرتی ہے اور آدمی برابر سچ بولتا رہتا ہے یہاں تک کہ حق تعالیٰ کے یہاں اس کو صدیق لکھ دیا جاتا ہے

Marfat.com

اور جھوٹ برائی اور بے حیائی کی راہ دکھاتا ہے اور آدمی جھوٹ بولتا رہتا ہے یہاں تک کہ اس کو اللہ کے ہاں جھوٹا لکھ دیا جاتا ہے۔

اگر کسی سے دشمنی ہو تو اس دشمنی کی بنا پہ بے انصافی اور زیادتی نہ کرو ارشاد خداوندی ہے۔

وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓى اَلَّا تَعْدِلُوْا

ترجمہ:۔ اور لوگوں کی دشمنی تمہیں اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ تم انصاف چھوڑ دو۔

"جو شخص تم سے برائی کرے تم اس سے بھلائی کرو بالعموم یہ وطیرہ اختیار کرو کہ لوگوں کو معاف کر دیا کرو اور ان سے درگزر کی جائے۔ حکم ربانی ہے۔

وَالْکَاظِمِیْنَ الْغَیْظَ وَالْعَافِیْنَ عَنِ النَّاسِ

ترجمہ:۔ غصہ پی جانے والے اور لوگوں سے درگزر کرنے والے۔

جب وعدہ کرو تو پورا کرو تاکہ تمہارے بھروسہ پہ کوئی شخص نقصان نہ اٹھائے یا کم ازکم شرمسار نہ ہو اور اللہ کے نزدیک یہ بڑا بھاری گناہ ہے کہ تم منہ سے ایسی بات نکالو جس کے پورا کرنے کا منشا نہ ہو۔ حکم خداوندی ہے۔ لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَالَا تَفْعَلُوْنَ۔

ترجمہ:۔ اس بات کو منہ سے کیوں نکالتے ہو جس کو پورا نہیں کرنا۔

ہر ایک کو نیک مشورہ دو حتی الامکان اپنے ذاتی فائدے کو اپنے بھائی کے مفاد پر قربان کر دو کہ یہ قومی وشخصی ترقی کی معراج ہے کسی مجلس میں اگر جگہ تنگ ہو جائے تو سکڑ کر بیٹھ جاؤ اور جگہ زیادہ ہو تو کشادہ

ہو کر بیٹھو تاکہ جلسہ گاہ بھری ہوئی نظر آئے اور کسی حالت میں بھی منتظمین کی دل شکنی نہ ہو۔

تکالیف میں خود بھی صبر کرو دوسروں کو بھی صبر کی تلقین کرو اور رابطہ اتحاد قائم کرو۔

ملت کے ساتھ رابطۂ استوار رکھ
پیوستہ رہ شجر سے امید بہار رکھ

گفتار و رفتار میں شیخی اور بڑائی "تکبر و غرور کو راہ نہ دو اور کبھی ازراہ فخر و کبر یہ نہ کہو کہ فلاں کام کل ہو جائے گا بلکہ یوں کہو کہ اگر خدا کو منظور ہوا تو ہو جائے گا۔ اسی طرح رفتار کے متعلق فرمایا۔

وَلَا تَمْشِ فِي الْأَرْضِ مَرَحًا إِنَّكَ لَن تَخْرِقَ الْأَرْضَ وَلَن تَبْلُغَ الْجِبَالَ طُولًا

ترجمہ: زمین پر اکڑ کر مت چل کیونکہ اس طرح نہ تو تو زمین کو پھاڑ ڈالے گا نہ پہاڑ کی بلندی تک پہنچ جائیگا۔

جو تمہیں السلام علیکم کہہ کر مخاطب کرے اس کو بلا تحقیق کئے غیر مسلم نہ سمجھو۔ تضیع اوقات سے بھی منع فرمایا گیا جس بات کی دوسروں کو نصیحت کرتے ہو اس پر خود بھی کاربند رہو تاکہ کوئی یہ نہ کہے خود را فضیحت دیگراں را نصیحت۔

ان تمام امور کی غرض و غایت یہ بیان فرمائی کہ پیروان دین فطرت متحد اور متفق رہیں اور کوئی ایسی وجہ پیدا نہ ہو کہ نفاق و شقاق کا پہلو نکل آئے چنانچہ فرمایا گیا۔

وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا

ترجمہ: اور اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑے رکھو اور فرقہ بازی نہ کرو۔

اتفاق اور اتحاد میں قوت طاقت اور برکت ہوتی ہے خواہ خاندان میں ہو یا قوم میں جہاں نا اتفاقی ہو گی وہاں اتحاد کا شیرازہ بکھر جائے گا دشمن کو نقصان پہنچانے کا موقع مل جائے گا وقار اور عزت مجروح ہو جائیگی ذلت و رسوائی کا سامنا کرنا پڑے گا۔ زندگی اجیرن ہو جائیگی حصول مقصد میں ناکامی کا منہ دیکھنا پڑے گا۔

اسلامی تہذیب میں ننگے سر رہنا معیوب ہے اس لئے سر پر کوئی ٹوپی وغیرہ اوڑھنے کی عادت ڈالنی چاہیئے آپس میں نہایت شیریں انداز میں گفتگو کرو تلخ کلامی سے اجتناب کرو۔

چند روزہ زندگی ہے نیک نامی کے لئے
یہ زباں سب کو ملی ہے خوش کلامی کے لئے

ہر ضروری حاجت پیشاب و پاخانہ کے وقت سمت کعبہ منہ یا پشت کر کے نہیں بیٹھنا چاہیئے اگر غلطی سے کوئی بیٹھ گیا تو سمت معلوم ہونے پر شمال یا جنوب کی طرف پھر جائے پاخانہ کے واسطے جاتے ضروری ہیں داخل ہوتے وقت بایاں پاؤں اندر رکھے اور بعد فراغت باہر نکلتے وقت دایاں پاؤں باہر نکالے پاخانہ کے واسطے جاتے ضروری ہیں بیٹھنے سے پہلے ننگا نہ ہونا چاہیئے۔

پانی ہمیشہ بیٹھ کر داہنے ہاتھ سے تین سانس میں پینا چاہیئے ہاں وضو کا بچا ہوا پانی اور آب زمزم کھڑے ہو کر پینا چاہیئے جب کوئی شخص گھر پر ملنے آئے تو اس کے ساتھ خوش اخلاقی سے پیش آؤ اور ممکنہ

Marfat.com

طور پر مدارات کرو بیمار مسلمان کی بیمار پرسی کے لئے جاؤ اسے تسلی و تشفی دو اس کی صحت کے لئے خدا سے دعا کرو کسی مسلمان کی وفات پر اس کے جنازے میں شرکت کرو اگر کوئی تمہاری مجلس میں آئے تو کھڑے ہو کر اس کی تعظیم کرو۔ بشرطیکہ عمر یا مرتبہ میں بڑا ہو۔

اگر کوئی مسلمان دعوت دے تو جانا چاہیئے مگر بن بلائے شرکت نہ کرے کہ یہ خفت کا باعث ہے بے اجازت صاحب خانہ کھانا شروع نہ کرے جب میزبان اجازت دے تو صرف اپنے سامنے رکھا ہوا کھانا تناول کیا جائے دوسرے کے سامنے سے کھانے کا کوئی حصہ اٹھا کر اپنے آگے نہ رکھے کھانے پینے کے معاملے میں ابتدا میں بسم اللہ پڑھنے کا خیال رکھا جائے کھانا نیچی نگاہ کر کے کھایا جائے ادھر ادھر نہ دیکھا جائے کھانے کے دوران کوئی ایسی حرکت نہ کرے جو دوسرے کے لئے کراہت کا باعث ہو۔ مرد غیر عورتوں کا اور عورتیں غیر مردوں کا جھوٹا پانی نہ پئیں بدن اور کپڑوں کو صاف ستھرا رکھنا چاہیئے۔

جمعہ کے دن حجامت بنوانا اور غسل کرنا ثواب کا کام ہے سوتے وقت دائیں پہلو لیٹنا چاہیئے سونے سے پہلے آنکھ میں سرمہ لگانا چاہیئے جمائی لیتے وقت منہ سارا نہ کھولنا چاہیئے اور نہ ہی آواز بلند کرنی چاہیئے راستے میں پیدل اطمینان سے چلنا چاہیئے۔ دوڑ کر، جھپٹ کر، اکڑ کر، اچھل کر، سینہ ابھار کر، گردن اٹھا کر اور اترا کر نہ چلنا چاہیئے۔ بات کرنے سے پہلے سوچنا ضروری ہے کیونکہ زبان سے نکلا ہوا لفظ واپس نہیں ہوتا۔ بزرگوں کی عزت اور ان کی خدمت شرافت کی علامت ہے علم دین سیکھنے میں کوشش کرنا عقلمندی کی نشانی ہے ہر اس شخص کا

جو تمہارے ساتھ بھلائی سے پیش آئے اور تمہاری بروقت امداد کرے شکر گزار ہونا چاہیئے کیونکہ جو اپنے محسن کا شکریہ ادا نہیں کرتا وہ اپنے خدا کا بھی شکریہ ادا نہیں کرتا۔

اخلاق اور محبّت الٰہی

دین و دنیا کی سب سے بڑی نعمت محبت اور پیار ہے اور خاص کر وہ محبت و پیار جو خدا کو اپنے بندے کے ساتھ ہو یہ غیر فانی اور لازوال دولت جن ذریعوں سے انسان کو حاصل ہو سکتی ہے ان میں دیگر ضروریات دین کے بعد سب سے بڑا اور اہم ذریعہ حسن اخلاق ہے اللہ تعالیٰ کی محبت پر زور تو تورات و انجیل میں بھی دیا گیا ہے مگر اصل سوال یہ ہے کہ خدا کی محبت کے حصول کا طریقہ کیا ہے اور یہ دولت انسان کو کیسے حاصل ہو سکتی ہے اس کا جواب صرف قرآن نے دیا ہے اور وہ یہ کہ ہر کام اور ہر حیثیت میں داعی خیر کی پیروی محبت الٰہی کا ذریعہ ہے۔ ارشاد ہوتا ہے۔

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ

ترجمہ: فرما دیجیئے اگر تم خدا سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی کرو خدا تم سے محبت کرے گا۔

اس لئے حضور سرور کائنات کی تعلیمات ارشادات، احکام، اخلاق اور اعمال کی پیروی محبت الٰہی کا ذریعہ ہے لیکن قرآن نے اس مختصر جواب پر قناعت نہیں کی بلکہ ذرا تفصیل سے کام لیتے ہوئے بتایا کہ خدا کی محبت کے مستحق اور سزا دار کون کون ہیں اور اس دولت سے محروم کون ہیں اور اس سے اسلامی اصولِ اخلاق کا یہ مسئلہ سمجھ میں آجاتا ہے کہ ان کاموں میں

جو خدا کی محبت کا ذریعہ ہیں حسن خلق بھی ہے اور ان امور میں جن سے یہ لعنت چھن جاتی ہے بداخلاقی اور بدکرداری بھی ہے۔

پہلی صف میں حسب ذیل خوش قسمت انسانی جماعتیں داخل ہیں

إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ ۔ بیشک خدا اچھے کام کرنے والوں سے پیار کرتا ہے۔

وَاللّٰهُ وَلِيُّ الْمُؤْمِنِينَ ۔ اور خدا ایمان والوں کو دوست رکھتا ہے۔

إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِينَ ۔ بیشک خدا توبہ کرنے والوں کو پیار کرتا ہے۔

إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِينَ ۔ بیشک خدا توکل کرنے والوں کو پیار کرتا ہے۔

إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ ۔ بیشک خدا انصاف کرنے والوں کو پیار کرتا ہے۔

إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِينَ ۔ بلاشبہ خدا تقویٰ اختیار کرنے والوں کو پیار کرتا ہے۔

وَاللّٰهُ يُحِبُّ الصَّابِرِينَ ۔ اور خدا صبر کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔

وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِينَ ۔ خدا پاک صاف رہنے والوں کو پیار کرتا ہے۔

إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِهِ ۔ خدا انکو پیار کرتا ہے جو اس کی راہ میں لڑتے ہیں۔

ان آیات میں نو باتیں ایسی بیان کی گئی ہیں جو محبت الٰہی کو اپنی طرف کھینچتی ہے۔ ایمان، احسان، توبہ، توکل، انصاف، تقویٰ، صبر، پاکیزگی اور جہاد۔ حسب ذیل صفات وہ ہے جو محبت الٰہی کے فیضان سے انسان کو محروم کر دیتی ہیں۔

فَإِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْكَافِرِينَ ۔ پس بلاشبہ خدا کافروں سے محبت نہیں کرتا۔

إِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ ۔ بیشک خدا حد سے بڑھنے والوں کو پیار نہیں کرتا۔

إِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُورًا ۔ بیشک خدا اترانے اور شیخی مارنے والے کو پیار نہیں کرتا۔

إِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ خَوَّانًا أَثِيمًا ۔ بیشک خدا خیانت کار اور گنہگار سے محبت نہیں کرتا۔

إِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْخَائِنِينَ ۔ بیشک خدا خیانت کرنے والوں کو پیار نہیں کرتا۔

اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ کُلَّ خَوَّانٍ کَفُوْرٍ۔ بلا شبہ خدا کسی خیانت کار ناشکرے کو پیار نہیں کرتا۔

اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ الْفَرِحِیْنَ۔ بیشک خدا اترانے والوں کو پیار نہیں کرتا۔

اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ الْمُفْسِدِیْنَ۔ بلا شبہ خدا فساد کرنے والوں سے محبت نہیں فرماتا۔

اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ الْمُسْرِفِیْنَ۔ بیشک خدا بے جا خرچ کرنے والوں کو پیار نہیں کرتا۔

اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ الْمُسْتَکْبِرِیْنَ۔ بلا شبہ خدا متکبروں سے محبت نہیں کرتا۔

اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ الظَّالِمِیْنَ۔ بیشک خدا ظالموں سے محبت نہیں کرتا۔

غرضیکہ کفر، بدگوئی، بدلہ لینے میں حد سے تجاوز، فخر غرور شیخی، خیانت ناشکری، فساد، اسراف، ظلم اور گناہ وہ بداخلاقیاں ہیں جو انسان کو محبت الٰہی کے سایہ سے دور کرتی ہیں اس تفصیل سے اندازہ ہوگا کہ اسلامی اخلاق کی ترکیب میں محبت الٰہی کا کتنا بڑا عنصر شامل ہے۔

تعلیم اخلاق کے طریقے اور اسلوب

سرور کائنات ؐ کی بعثت تعلیم و تزکیہ کے لئے ہوئی یعنی لوگوں کو سکھانا اور بتانا اور نہ صرف سکھانا اور بتانا بلکہ عملاً بھی ان کو اچھی باتوں کا پابند اور بری باتوں سے روک کر آراستہ و پیراستہ بنانا اسی لئے آپ کی خصوصیت یہ بتائی گئی ہے کہ:۔

یُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ

ترجمہ:۔ وہ رسول ان کو کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے اور پاک و صاف فرماتا ہے۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ اس معلم ربانی نے کن طریقوں سے اپنی اخلاقی تعلیم کے فرض کو انجام دیا ہے ایک کامیاب معلم کے لئے پہلی شرط یہ ہے

کہ اس میں اپنے اپنے موقع پر سختی اور نرمی دونوں ہوں۔ حضور علیہ السلام کی تعلیم اخلاق کے طریقوں کا بنظر غور مطالعہ کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ آپ اپنی تعلیم میں سختی اور نرمی کے موقع و محل کو خوب پہچانتے تھے اور اس پر عمل فرماتے تھے۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ آپ نے کبھی اپنی ذات کے لئے بدلا نہیں لیا مگر کوئی شریعت کی حدود کو توڑے تو اس کو سزا دیتے تھے قریش کی ایک عورت چوری کے جرم میں پکڑی گئی بعض مسلمانوں نے سفارش کرنی چاہی تو آپ نے فرمایا تم سے پہلے کی قومیں اسی لئے تباہ ہوئیں کہ جب ان میں معمولی لوگ گناہ کرتے تھے تو ان کو سزا دیجاتی تھی اور جب بڑے لوگ گناہ کا ارتکاب کرتے تو ان کو چھوڑ دیا جاتا تھا۔

یہ تو سختی کی مثال ہے نرمی کی مثال یہ ہے کہ ایک دفعہ مسجد نبوی میں ایک بدوی آیا اتفاق سے اس کو پیشاب کی حاجت ہوئی تو وہ وہیں بیٹھ گیا صحابہ اس کو مارنے کے ارادے سے دوڑے حضور نے منع فرمایا کہ تم سختی کے لئے نہیں نرمی کے لئے بھیجے گئے ہو بعد ازاں اس بدوی کو بلا کر فرمایا کہ یہ عبادت کی جگہ ہے یہ نجاست کے لئے موزوں نہیں یہ خدا کی یاد نماز اور قرآن پڑھنے کے لئے ہے پھر صحابہ سے فرمایا کہ اس پر پانی بہا دو۔

اسی قسم کے اور واقعات کو سامنے رکھنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جہاں حدود الٰہی کی شکست کا خوف ہوتا تھا وہاں نرمی نہیں برتی جاتی تھی لیکن جن امور میں وسعت ہوتی تھی یا جہاں مستحبات اور اخلاقی فضائل و رذائل کا موقع ہوتا تھا آپ نرمی سے سمجھا دیتے تھے۔

اخلاقی فضائل و رذائل کی تعلیم کے بھی مختلف طریقے اختیار کئے گئے

کہیں کسی اخلاقی تعلیم کو حکم خداوندی بتا کر اچھی اچھی مؤثر تشبیہوں کے ذریعے کہیں اس کے اچھے برے نتائج کو کھول کر اس طرح بیان کیا جاتا کہ سننے والے متاثر ہو کر اس پر عمل کرنے کو فوراً تیار ہو جاتے چنانچہ قرآن نے اپنی تعلیم میں کہیں فرمان الٰہی کی صورت اختیار کی اور کہا۔

إِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ وَإِيتَاءِ ذِي الْقُرْبَىٰ وَيَنْهَىٰ عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنكَرِ وَالْبَغْيِ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ ٭

ترجمہ:۔ بے شک اللہ تعالیٰ عدل اور احسان اور رشتہ دار کو دینے کا حکم کرتا ہے اور بے حیائی کی بات اور ناپسندیدہ بات اور سرکشی سے منع کرتا ہے تمہیں وہ نصیحت کرتا ہے تاکہ تم نصیحت پکڑو۔

یہاں خدا تعالےٰ نے ایک شہنشاہ مطلق کی حیثیت سے اپنے فرمان کو نافذ فرمایا اور حکم دیا ہے کہ یہ کام کرو۔ اور ان سے بچو تمام انسانوں کا فرض ہے کہ وہ اس کے حکم کی پوری پوری تعمیل کریں۔ اس تعمیل میں ذرہ بھر کے چوں و چرا کی گنجائش نہیں۔

تعلیم کا دوسرا اسلوب یہ ہے کہ فضائل کو عمدہ تشبیہوں کے ساتھ اور رذائل کو قبیح مناظر اور قابل نفرت صورتوں میں اس طرح پیش کیا جائے کہ سننے والا بالطبع فضائل کی طرف مائل اور رذائل سے روگرداں ہو جائے مثلاً خدا کی راہ میں دینا ایک اخلاقی فضیلت ہے جس کی تصویر یوں کھینچی گئی کہ یہ نیکی ایک دانہ ہے زمین سے ہر دانہ ایک بال ہو کر اگتا ہے اور ہر بال میں سو دانے ہوتے ہیں اسی طرح نیکی کا ایک دانہ سینکڑوں

ربانی انعامات کا باعث ہوتا ہے۔

ریا اور نمائش کی نیکی بے نتیجہ ہوتی ہے نہ مخلوق پر اس کا کوئی اثر پڑتا ہے نہ خدا کے ہاں اس کا کوئی بدلا ہے قرآن نے اس کو یوں ادا کیا کہ اس کی مثال ایسی ہے کہ جیسے کسان اپنا بیج ایسی چٹان پر چھینٹ دے جس پر ذرا مٹی پڑی ہو جہاں زور کی بارش ہوئی تو بیج اور مٹی سب بہہ گئے اور چٹان دھل کر صاف ہو گئی۔ اس بیج سے ایک دانہ بھی پیدا نہ ہوگا۔

یتیموں کے مال کھانے والوں کے بارے میں فرمایا کہ وہ اپنے پیٹ میں آگ بھرتے ہیں پیٹھ پیچھے برائی کرنے کی کراہت یوں ظاہر کی "کیا کوئی اپنے مردہ بھائی کی لاش کا گوشت نوچ نوچ کر کھاتا ہے" کسی کو کوئی چیز دیکر واپس لینا شرافت اور فیاضی کے خلاف ہے حضور علیہ السلام نے اس کی برائی کو یوں ظاہر فرمایا "جو دیکر واپس لیتا ہے وہ گویا قے کرکے پھر چاٹتا ہے" اس سے زیادہ مکروہ تشبیہ اس بد اخلاقی کی اور کیا ہو سکتی ہے۔

قبیلہ اسلم کے ایک شخص نے ایک اخلاقی گناہ کا ارتکاب کیا اور بعد ازاں اس پر یہ اثر ہوا کہ اس نے خود عدالت نبوی میں پیش ہو کر شریعت کی حد اپنے اوپر جاری کرنے کی درخواست کی۔ حضور نے تحقیقات کے بعد اس کے سنگسار کئے جانے کا حکم صادر فرمایا جب وہ سنگسار ہو چکا تو آپ نے ایک صاحب کو دوسرے سے یہ کہتے سنا کہ اس کو دیکھو کہ خدا نے اس کے گناہ پر پردہ ڈال دیا تھا لیکن اس نے اپنے آپ کو نہیں چھوڑا اور کتے کی طرح سنگسار کیا گیا۔ حضور یہ سن کر خاموش رہے تھوڑی دور چلے تھے کہ ایک گدھے کی لاش پڑی ملی آپ نے فرمایا کہ فلاں صاحب کہاں ہیں انہوں نے جواب دیا کہ ہم یہ ہیں آپ نے فرمایا اترو اور اس گدھے کی لاش سے کچھ کھاؤ انہوں

Marfat.com

نے عرض کی اے اللہ کے رسول اس کو کون کھاتے گا آپ نے فرمایا ابھی جو تم نے اپنے بھائی کے حق میں جو کچھ کہا وہ اس لاش کے کھانے سے زیادہ گھناؤنی بات ہے۔

غیبت کی برائی کو ذہن نشین کرنے کے لیے اس سے مؤثر طریقہ اور کیا ہو سکتا ہے۔

تعلیم کا تیسرا طریقہ یہ ہے کہ اچھے کاموں کے اچھے اور برے کاموں کے برے نتائج کھول کر بیان کر دیئے جائیں مثلاً شراب نوشی قمار بازی سے روکنا تھا تو اس کے برے نتیجوں کو قرآن میں وضاحت سے بیان کیا گیا۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنْصَابُ وَالْأَزْلَامُ رِجْسٌ مِنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ۝ إِنَّمَا يُرِيدُ الشَّيْطَانُ أَنْ يُوقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ فِي الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ وَيَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ وَعَنِ الصَّلَاةِ فَهَلْ أَنْتُمْ مُنْتَهُونَ ۝

ترجمہ:۔ اے ایمان والو! شراب اور جوا اور بت اور پانسے ناپاک ہی ہیں شیطانی کام تو ان سے بچتے رہنا تاکہ تم فلاح پاؤ شیطان یہی چاہتا ہے کہ تم میں بیر اور دشمنی ڈالے شراب اور جوئے میں اور تمہیں اللہ کی یاد اور نماز سے روکے تو کیا تم رک جاؤ گے۔

شراب اور جوئے کے برے نتائج یہ ہیں کہ ان کا خاتمہ اکثر کھیلنے والوں کی باہمی دشمنی اور لڑائی پر بلکہ قتل اور خودکشی تک پہنچ جاتا ہے اور انسان

اس میں مبتلا ہو کر اپنے دین اور دنیا کے فرائض سے غافل اور بیکار ہو جاتا ہے نتیجہ جانی اور مالی بربادی ہوتا ہے۔

اسلام نے اخلاق کی تعلیم کا ایک اور طریقہ اختیار کیا ہے کہ وہ فضائل اخلاق کو الوہیت ملوکیت اور نبوت کے محاسن میں اور رذائل کو شیطان کے خصائص میں داخل کرتا ہے جس سے فضائل کے اختیار اور رذائل کے اجتناب کرنے کا شوق ہوتا ہے۔ مثلاً عفو درگزر کی تعلیم دی تو یوں فرمایا۔

اِنْ تُبْدُوْا خَيْرًا اَوْ تُخْفُوْهُ اَوْ تَعْفُوْا عَنْ سُوْٓءٍ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَفُوًّا قَدِيْرًا ۝

ترجمہ:۔ اگر تم بھلائی ظاہر کر دیا اس کو چھپاؤ یا کسی برائی کو معاف کر دو تو اللہ بڑا ہے معاف کرنے والا۔

قدرت کے باوجود عفو اللہ تعالیٰ کا خاص وصف ہے بندوں سے کہا جاتا ہے کہ تم بھی ایسا کرو تخلقو باخلاق اللہ اپنے آپ کو صفات الٰہیہ کے رنگ میں رنگنے کی کوشش کرو۔

حدیث میں ہے کہ ایک صحابی نے پوچھا یا رسول اللہ اگر کوئی یہ چاہتا ہے کہ اس کے کپڑے اچھے سلیقے کے ہوں اس کا جوتا اچھا ہو تو کیا یہ بھی غرور ہے فرمایا نہیں اِنَّ اللّٰهَ جَمِيْلٌ وَّ يُحِبُّ الْجَمَالَ اللہ جمال والا ہے اور جمال کو پسند کرتا ہے اس لئے بندوں کو بھی چاہیئے کہ اپنے طور و طریق اور لباس میں سلیقہ اور جمال کا لحاظ رکھیں۔

مسلمانوں کو عزم و استقلال اور بہادری کی تعلیم دینی تھی تو اس کو قرآن نے اس طرح کیا لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِىْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ "تمہارے لئے اللہ کے رسول میں پیروی کا اچھا نمونہ ہے۔

Marfat.com

فضول خرچی بری صفت ہے مسلمانوں کو اس سے بچانا تھا تو اس کی برائی یوں بیان کی اِنَّ الْمُبَذِّرِیْنَ کَانُوْا اِخْوَانَ الشَّیٰطِیْنِ بیشک فضول خرچ شیطانوں کے بھائی ہیں۔ اب کون ہے جو شیطانوں کا بھائی ہونا پسند کریگا۔

جابر بن سلیم ایک صحابی دربار نبوت میں اپنی پہلی حاضری کا قصہ یوں بیان فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ مجلس میں ایک شخص بیٹھا ہے جو وہ کہتا ہے اس کو سب لوگ بجا لاتے ہیں میں نے پوچھا کون ہے لوگوں نے کہا کہ یہ اللہ کے رسول ہیں یہ سن کر میں نے دو دفعہ کہا اے اللہ کے رسول علیک السلام آپ چپ رہے پھر فرمایا علیک السلام نہ کہو وہ مردوں کا سلام ہے السلام علیک کہو میں نے کہا کیا آپ اللہ کے رسول ہیں فرمایا ہاں میں اللہ کا رسول ہوں (اس اللہ کا) جس کو تم تکلیف میں پکارتے ہو تو وہ اس تکلیف کو دور کر دیتا ہے اور جس سے خشک سالی میں مانگتے ہو تو وہ اگا دیتا ہے اور جب تم لق و دق میدان میں ہوتے ہو اور تمہاری سواری گم ہو جاتی ہے تو تم اس خدا سے دعا کرتے ہو تو وہ تمہیں تمہاری سواری لوٹا دیتا ہے۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ مجھے کوئی نصیحت فرمایئے ارشاد ہوا کسی کو برا نہ کہو جابر فرماتے ہیں آپ کے ارشاد کا مجھ پر یہ اثر ہوا کہ میں نے کبھی کسی کو برا نہ کہا خواہ مالک ہو خواہ غلام حتیٰ کہ جانور تک کو بھی کبھی برا نہ کہا آپ نے پھر یہ نصیحت فرمائی کہ تم کسی چھوٹی سی نیکی کو بھی حقیر نہ جانو یعنی اس کو کئے جاؤ اور تم کو چاہیئے کہ اپنے بھائی سے جب بات کرو تو تمہارا چہرہ کھلتا ہے یہ بھی نیکی ہے اور اپنا تہ بند آدمی پنڈلی تک اونچا رکھو اگر یہ نہیں تو ٹخنے تک اونچا رکھو کیونکہ تہ بند کو بہت نیچے لٹکانا غرور کی نشانی ہے اور اللہ غرور کو پسند نہیں کرتا اور اگر تمہیں

کوئی گالی دے اور تمہارے اندر جو برائی وہ جانتا ہے اس پر تمہیں عار دلائے تو تم اس کی اس برائی سے جو تم جانتے ہو عار نہ دلاؤ کہ اس کا وبال اسی کی گردن پر ہو گا۔

ایک اور شخص نے عرض کی یا رسول اللہ مجھے کوئی نصیحت کیجئے ارشاد ہوا غصہ نہ کر اس نے کئی دفعہ اپنا سوال دہرایا آپ نے ہر مرتبہ یہی جواب ارشاد فرمایا کہ غصہ نہ کر اس سے معلوم ہوا کہ آپ ہر شخص کا علاج اس کے مرض کے مطابق فرماتے تھے۔ اس شخص میں غصہ ہی اتنا ہو گا کہ اس کے اس غصہ کی بنا پر بہت سی برائیاں سرزد ہوتی ہوں گی اس لئے آپ نے اس کے لئے اس علاج کو تجویز فرمایا کہ وہ غصہ کو ترک کر دے۔

ایک دفعہ آپ کے صحابی ابوذر غفاری نے عرض کی یا رسول اللہ سب کاموں میں بہتر کام کونسا ہے فرمایا خدا پر ایمان رکھنا اور اس کی راہ میں جہاد کرنا پھر پوچھا کس غلام یا کنیز کو آزاد کرنا بہتر ہے فرمایا جس کی قیمت زیادہ ہو۔ اور جو اس کے مالک کی نظر میں زیادہ پسندیدہ ہو پھر دریافت کیا ان کاموں میں سے کوئی نہ کر سکوں فرمایا تو کسی بے کس کی مدد کر دیا کسی بدسلیقہ کا کام کر دو پوچھا اگر یہ بھی نہ بن پڑے فرمایا کہ شر سے لوگوں کو بچاؤ کہ یہ بھی صدقہ ہے جو تم اپنے آپ پر کر سکتے ہو۔

کبھی آپ یہ کرتے کہ لوگوں سے سوال کرتے وہ جواب دینے کی طرف توجہ کرتے آپ ان کی اس توجہ کو مفید پا کر وہ جواب دیتے کہ ان کے دلوں میں اتر جاتا چنانچہ ایک دفعہ صحابہ سے آپ نے پوچھا کیا تم جانتے ہو کہ مفلس کون ہے لوگوں نے عرض کی ہم میں مفلس وہ ہے جس کے پاس نہ روپیہ ہو۔ نہ سامان فرمایا میری امت میں مفلس وہ ہے جو قیامت کے دن گو نماز

روزہ اور زکوٰۃ کی نیکیاں لیکر آئے گا لیکن اس نے گالی دی ہو گی اس پر تہمت لگائی ہوگی اس کا مال کھایا ہو گا۔ اس کا خون بہایا ہو گا اس کو مارا ہو گا تو اس کی نیکیوں میں سے کچھ کچھ ان لوگوں کو دے دیا جائے گا اگر اس کی نیکیاں ختم ہو گئیں اور اسکے ذمے لوگوں کا کچھ باقی رہ گیا تو ان کی برائیاں اس کے نام لکھ دی جائینگی پھر وہ جہنم میں ڈال دیا جائیگا۔

اس حدیث پر غور کیجئے کہ کیسے احسن پیرایے میں گالی گلوچ، تہمت، پرایا مال کھانے ناحق خون بہانے اور بے جا جسمانی اذیت دینے سے منع کیا گیا ہے ان اخلاقی برائیوں کا بھیانک انجام یہ بتایا گیا کہ حشر کے دن نیکیاں اکارت جائینگی اور اس انجام پر غور کرے تو مذکورہ برائیوں سے اجتناب کے بغیر چارہ کار نظر نہیں آتا۔

اسی طرح ایک مرتبہ آپ نے دریافت کیا پہلوان کون ہے عرض کی گئی جو کسی کو کشتی میں پچھاڑ دے فرمایا پہلوان وہ نہیں جو کسی کو پچھاڑ دے بلکہ پہلوان وہ ہے جو غصہ میں اپنے نفس کو قابو میں رکھے۔

اس شخص کو جس کے بچے نہ جیتے ہوں صبر کی تلقین کرنی تھی تو دریافت فرمایا کہ تم بے اولاد کس کو کہتے ہو صحابہ نے کہا کہ جس کا بچہ نہ ہو فرمایا بے اولاد وہ ہے جس نے اپنے سے پہلے کوئی اولاد آگے نہ بھیجی ہو اس طریقہ ادا نے کس خوبی سے یہ بات دل میں بٹھا دی کہ بے اولادی غم کی چیز نہیں بلکہ اگر اس پر صبر کیا جائے تو قیامت میں درجہ کی بلندی کا سبب ہو گی۔

ایک دفعہ کچھ لوگ بیٹھے تھے کہ حضور سرور کائنات تشریف لائے اور فرمایا کیا میں تمہیں بتا دوں کہ تم میں سب سے اچھا کون ہے اور برا کون ہے حاضرین چپ رہے آپ نے دوسری بار بھی سوال کیا پھر تیسری بار

پوچھا ایک شخص نے کہا ہاں یا رسول اللہ فرمایئے ارشاد ہوا تم میں سب سے اچھا وہ ہے جس سے اچھائی کی امید کی جائے اور جس کی برائی سے لوگ امن میں رہیں اور تم میں سب سے بُرا وہ ہے جس سے کسی اچھائی کی امید نہ کی جائے اور جس کی برائی سے لوگ امن میں نہ ہوں۔

ایک دفعہ آپ نے فرمایا مجھ سے کون یہ باتیں سیکھ کر ان پر عمل کرتا ہے اور دوسروں کو سکھاتا ہے کہ وہ بھی ان پر عمل کریں ابوہریرہ نے کہا اے اللہ کے رسولؐ میں اس پر آپ نے حضرت ابوہریرہ کا ہاتھ پکڑ لیا پھر پانچ باتیں گن کر بتائیں فرمایا گناہوں سے پرہیز کرو تو تم سب سے بڑے عبادت گزار بن جاؤ گے جو کچھ خدا نے دیا ہے اس پر راضی رہو تو سب سے بڑھ کر دولتمند ہو جاؤ گے اپنے پڑوسی کے ساتھ احسان کرو تو مومن بنو گے لوگوں کے لئے وہ چاہو جو اپنے لئے چاہتے ہو تو مسلمان بن جاؤ گے اور زیادہ نہ ہنسا کرو کہ زیادہ ہنسنے سے دل مردہ ہو جاتا ہے یعنی دل کی صلاحیت ختم ہو جاتی ہے۔

ایک دفعہ فرمایا کون ہے جو دو جبڑوں اور دونوں پاؤں کے بیچ کی حفاظت کی ضمانت دیتا ہے میں اس کے لئے جنت کی ضمانت دیتا ہوں کون جانتا ہے کہ کتنے مسلمان اس کی ضمانت کے لئے اٹھے ہوں گے ان فقروں کی بلاغت پر غور کرو دونوں جبڑوں کے بیچ زبان ہے جو ہر قسم کی قومی برائیوں کی جڑ ہے اور دونوں پاؤں کے بیچ میں انسان کی شرمگاہ ہے جو بدکاری کی جگہ ہے ان دو کی حفاظت کی جاتے تو انسان کی برائیوں کے بڑے حصے کی اصلاح ہو جائے۔

کبھی کبھار خاص صاحبوں کو ان کی مناسب طبع دیکھ کر خاص طرز کی نصیحتیں فرماتے حضرت ابوذر غفاری گویا فطرتاً تارک الدنیا تھے،

بڑے ہی عابد اور زاہد تھے ان کے ذوق طبع کو دیکھ کر فرمایا کہ اے ابوذر جہاں رہو خدا سے ڈرتے رہو برائی کے پیچھے نیکی کرو تو تم اس کو مٹا ڈالو گے۔ اور لوگوں سے خوش خلقی سے ملا کرو۔

لوگ عام طور پر یہ سمجھتے ہیں کہ صدقہ صرف اللہ کی راہ میں روپیہ پیسہ دینے کا نام ہے حضور علیہ السّلام نے لوگوں کی اس "تنگ خیالی کو دور کرنا تھا۔ فرمایا ابوذر تمہارا اپنے بھائی سے ملتے وقت مسکرانا بھی صدقہ ہے اچھی بات کہنا اور بری بات سے روکنا بھی صدقہ ہے کسی بھولے ہوئے کو راہ بتا دینا بھی صدقہ ہے۔

کبھی آپ مسلمانوں سے مختلف اخلاقی باتوں پر بیعت لیتے تھے چنانچہ خود قرآن پاک میں ہے کہ جو عورتیں ایمان لانا چاہیں وہ بیعت میں رسولؐ سے ان باتوں کا عہد کریں کہ وہ چوری نہ کرینگی۔ بدکاری نہ کریں گی اپنی اولاد کو نہ مار ڈالیں گی بہتان نہ باندھیں گی اور کسی بھلے کام میں رسولؐ کی نافرمانی نہ کریں گی۔

عبادہ بن صامت کہتے ہیں کہ آپ نے ہم سے ان باتوں پر بیعت لی کہ ہم ہر حال میں رسولؐ کی پیروی کریں گے اور ہم ہر موقعہ پر اپنی زبان عدل و انصاف کے ساتھ ٹھیک رکھیں گے اور خدا کے معاملہ میں کسی ملامت کرنے والی ملامت سے نہیں ڈریں گے۔

اسلام میں خدا کا تصوّر

انسانی ذہن اور سیرت و کردار اور اس کے جذبات کے بننے میں جن عوامل نے سب سے بڑا اور اہم پارٹ ادا کیا ان میں ایک تصور خدا ہے مختلف

اقوام اور مذاہب نے خدا کو جن جن صفات کے ساتھ پیش کیا ہے ان کے تصور نے ان کی ذہنی ساخت اور ان کی ہیئت کردار کو بنیادوں سے لیکر کنگروں تک کو متاثر کیا ہے ایک تصور خدا وہ ہے جس نے انسان کو ڈرپوک اور بزدل بنا دیا ہے دوسرا وہ ہے جس نے اسے ظلم اور سنگدل کے اوصاف دیئے ہیں تیسرا وہ تصور ہے جس نے اسے خوددار، جری انصاف پسند اور فرض شناس ہستی کے معیار پہ کھڑا کیا ہے وہ بھی ایک تصور خدا ہی ہے جو انسان کو کش مکش حیات سے فرار کر کے پہاڑوں کی چوٹیوں جنگلوں اور ویرانوں میں جا ڈالتا ہے وہ بھی ایک تصوّر خدا ہی تھا جس نے اسے قید و بند، تیغ و تیر اور صلیب و دار کے رنگا رنگ معرکوں میں محو کر دیا اللہ کی ہستی کا وہ بھی کوئی شعور تھا کہ جس کے تحت آدمی نے آگ، پانی، ہوا، بجلی، درخت، پتھر گھوڑے اور گائے وغیرہ موجودات میں جہاں کہیں قوت و جبروت کا کوئی مظاہرہ دیکھا اس نے فوراً جذبات مرعوبیت کے ساتھ عبادت گزاری کے لئے گھٹنے ٹیک دیئے۔ اور جہاں اس نے اپنے لئے کوئی ادنیٰ سے ادنیٰ افادیت پائی وہ شکرانے کے سجدہ میں گر گیا اور دوسری طرف وہ بھی اللہ ہی کی ذات کا ایک شعور تھا کہ جس کے نشے میں آدمی سرشار ہو کر اٹھا اور اس نے خلیفۃ اللہ بن کر موجودات اور عناصر کی زمام تسخیر ہاتھ میں لے لی ان سطور میں اجمالاً ہم اس تصوّر خدا پر گفتگو کرنا چاہتے ہیں جسے اسلام نے نوع انسانی کے سامنے پیش کیا ہے۔ اسلام خدا کو جن صفات کے ساتھ ہم سے متعارف کراتا ہے اس کا شعور ہمارے ذہن و کردار کو بنانے میں گہرا اثر رکھتا ہے ہم معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ یہ شعور انسانی فکر و عمل کو کن کن سانچوں میں ڈھالتا ہے اور کس رخ پر انہیں ارتقا دیتا ہے۔

Marfat.com

بہت سے قدیم اور جدید معاشروں کا تصورِ خدا یہ رہا ہے کہ وہ اگرچہ آخری اقتدار کا مالک ہے اور عظیم و برتر ہے لیکن اسے اپنے بندوں کی زندگی اور اس کے مسائل سے براہ راست کوئی دلچسپی نہیں وہ تخلیق کا ایک کھیل رچائے ہوئے ہے وہ تفریحاً عناصر کا ایک ہنگامہ برپا کئے ہوئے ہے وہ حوادث کے شعبدے خود ہی دکھانے والا ہے اور خود ہی دیکھ دیکھ کر ان سے لذت اندوز ہوتا ہے یہ موت، بیماری، قحط، زلزلے، سیلاب اور بجلیاں اس کی قدرت کے کھیل تماشے ہیں جن کی لپیٹ میں آ آ کر مخلوق غارت ہوتی رہتی ہے لیکن وہ ان تباہ کاریوں کو پوری شان بے نیازی کے ساتھ جاری رکھے ہوئے ہے۔ اس کی تقدیر کا دریا اپنے بہاؤ کی شان میں مگن ہمہ وقت موجزن ہے نہ اس کی پرواہ کہ کون ڈوبتا ہے نہ اس کا اہتمام کہ کون تیرتا ہے آج ادھر سے کنارہ کٹ گیا اور ادھر زمین برآمد ہو گئی جدید دور کے فلسفے میں غوطہ مار کر یہ تصور دوبارہ ابھرا تو اس کی نئی شکل یہ تھی کہ ایک مکمل حیرت کے اسلوب سے ایک اندھی قوت ہے جو توڑ پھوڑ اور بناؤ اور بگاڑ کا یہ ہنگامہ مچائے ہوئے ہے قرآن کا تصور خدا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی پوری مخلوقات اور خصوصاً انسانی زندگی کی فلاح و بہبود سے براہ راست دلچسپی رکھتا ہے وہ موجودات کا صرف خالق ہی نہیں بلکہ ہادی بھی ہے۔

اَلَّذِیْ خَلَقَ فَسَوّٰی وَالَّذِیْ قَدَّرَ فَهَدٰی

ترجمہ:۔ جس نے بنا کر ٹھیک کیا اور جس نے اندازہ پر رکھ کر راہ دی

یہ قوتیں اور صلاحیتیں دیکر مخلوق کو بے یار و مددگار نہیں چھوڑ دیتا چنانچہ انسان کو جب حیات ارضی کے لئے میدان میں اتارا تو اطمینان دلا دیا کہ تمہیں اندھیرے میں نہیں چھوڑا جا رہا تمہاری رہنمائی اور یاوری کی جائیگی۔

فَاِمَّا یَاْتِیَنَّکُمْ مِّنِّیْ هُدًی فَمَنْ تَبِعَ هُدَایَ فَلَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ ٥

ترجمہ:۔ پھر اگر تمہارے پاس میری طرف سے کوئی ہدایت آئے تو جو میری ہدایت کا پیرو ہوا اُسے نہ کوئی خوف نہ غم وہ انسانیت کو شیطان کے مقابلے میں اتارتا ہے اور اخلاقی شر کے حملوں کا سامنا کرنے کے لئے اکھاڑے میں بھیجتا ہے وہ گہری دلچسپی کے ساتھ اسے پوری طرح خبردار کرتا ہے کہ اے اولاد آدم تم ایک خطرناک دشمن کی زد میں ہو اس کے آگے سر تسلیم خم نہ کر دینا۔

یَا بَنِیْ آدَمَ لَا تَعْبُدُوا الشَّیْطَانَ اِنَّهٗ لَکُمْ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ

ترجمہ:۔ اے بنی نوع انسان شیطان کی پوجا نہ کرو وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔

پھر اس دشمن کی خطرناکیاں پوری تفصیل سے بیان کرنے کے لئے اس کا تاریخی چیلنج انسانیت کے سامنے رکھ دیا جاتا ہے کہ میں انسانیت کے کارواں کا رہزن بن کر صراط مستقیم کے ہر مرحلے پر بیٹھوں گا میں انسان پر آگے پیچھے دائیں بائیں سے یورش کروں گا چنانچہ قرآن کا خدا انسان کو اس علمبردار شر کے فتنوں کا مقابلہ کرنے کے لئے ایک ایک گر سکھاتا ہے وہ انسان کو منزل مقصود تک پہنچانے کے لئے مسلسل کئی رسول مبعوث فرماتا ہے وہ خدا منزل سلامتی تک پہنچانے والے راستے کے سارے نشانات کو اجاگر کرتا ہے۔ اور اس منزل کی طرف دعوت دیتا ہے۔ وَاللّٰهُ یَدْعُوْکُمْ اِلٰی دَارِ السَّلَامِ

اور اللہ تمہیں سلامتی کے گھر کی طرف بلاتا ہے۔

وہ زندگی بسر کرنے کے لئے بنیادی حقیقتوں کا پورا پورا علم فراہم کرتا ہے ضابطے اور قانون بناتا ہے طریقے اور اسلوب مقرر کرتا ہے

Marfat.com

ایمان کے تقاضے اور عمل صالح کے سارے شعبے واضح کرتا ہے اور زندگی کا پورا پورا نظام نامہ مرتب کر کے سامنے رکھ دیتا ہے اور صراحت سے کہہ دیتا ہے کہ تمہارے خدا نے اسلام ہی کو زندگی بسر کرنے کا دین قرار دیا ہے اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ بےشک اللہ کے نزدیک دین اسلام ہی ہے اور جو کوئی دین حیات سے ہٹ کر کسی اور نہج پر زندگی بسر کرے گا وہ نامراد رہے گا۔ وَمَنْ یَّبْتَغِ غَیْرَ الْاِسْلَامِ دِیْنًا فَلَنْ یُّقْبَلَ مِنْہُ

ترجمہ:۔ اور جو اسلام کے سوا کوئی اور دین چاہے گا، وہ دین قبول نہ کیا جائے گا۔

قرآن کا خدا اپنے بندوں کے روزمرہ انفرادی اور اجتماعی زندگی کے ایک ایک معاملہ سے اتنا گہرا اور قریبی واسطہ رکھتا ہے کہ چھوٹی چھوٹی باتوں پر ٹوکتا ہے ایک شفیق آقا کی طرح قدم قدم پر ہدایات دیتا ہے اسے اس بات کا خیال بھی ہے کہ لوگوں میں تفرقہ بازی نہ ہونے پائے اور فواحش کا چرچا نہ ہو کہیں عدل، احسان اور ایتائے ذی القربیٰ کی نصیحت کرتا ہے کہیں نفاق، بزدلی اور مفاد پرستی کے چکر سے نکلنے کا اہتمام کرتا ہے کہیں وہ مرد و زن کو گھر کی پاکیزہ فضا کو قائم رکھنے کا سبق دیتا ہے کہیں رضاعت اور میراث کے معاملات میں ان کو پریشانیوں سے نکالتا ہے کہیں اعلیٰ مقاصد کیلئے تلوار اٹھانے کی دعوت دیتا ہے اور ہمت بندھاتا ہے کہیں جنگی کاروائیوں پر تبصرہ کر کے پورے تجزیے کے ساتھ ان کمزوریوں کی نشاندہی کرتا ہے جو قوت کو کمزور کرتی ہیں آداب مجلس سکھاتا ہے کہیں بیع و شرا کا قانون متعین کرتا ہے کہیں جرائم کی روک تھام کے لئے حدود اور تعزیرات مقرر کرتا ہے اور کہیں جرائم کی روک تھام کے لئے صالح

Marfat.com

ماحول کی تعبیر کرتا ہے ایک معاملہ کے دلائل فراہم کرتا ہے اور کہیں شکوک و شبہات کی گرہیں کھولتا ہے اور مخالفین کے اعتراضات کا جواب دیتا ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کوئی شفیق استاد ہے جو درس حیات دے رہا ہے کوئی بے لوث مشیر ہے جو تمام معاملات میں مشورے دے رہا ہے کبھی محبت کے پیرائے میں اور کبھی محبت بھری ڈانٹ کے ساتھ انسانی فطرت جس معاملہ میں سائل بن کر اٹھتی ہے فوراً سوال کا جواب اس کے سامنے رکھ دیتا ہے جو مطالبہ نظام تمدن کے اندر پیدا ہوتا ہے اسے فوراً پورا کر دیتا ہے زندگی کے ہر شعبے کے ہر تقاضے کو پورا کرتا ہے۔

یہ ہے خدا جسے انسان کی انفرادی اور اجتماعی زندگی سے پوری پوری دلچسپی اور لگاؤ ہے جسے ہمارے ہر نفع اور نقصان سے کوئی واسطہ ہے جو اپنی مخلوق کو بے یار و مددگار نہیں چھوڑتا ایسے خدا کو ماننے سے جو اعتماد یقین اور پختہ شعور حاصل ہوتا ہے دوسرے مسخ شدہ تصورات میں سے کسی سے نہیں ملتا۔

ہمیں خدا کا یہ تصور نہیں دیا گیا کہ وہ حیات انسانی سے بے تعلق بیٹھا ہے اور اسے اس سے کوئی غرض نہیں کہ تاریخ میں حق اپنا علم اٹھاتا ہے یا باطل اپنا بگل بجاتا ہے بھلائی غالب آتی ہے یا برائی حکمران ہو جاتی ہے خیر کا سکہ چلتا ہے یا شر کی حکمرانی جاری ہوتی ہے بلکہ اسلام نے ہمیں ایک ایسے خدا کی ہستی کا شعور دیا ہے جو اپنے دستور و آئین کے تحت ایک طرف سے باطل کا باطل ہونا صراحت سے سامنے لاتا ہے اور ان دو متقابل قوتوں کو چھانٹ کر الگ کر دیتا ہے اللہ تعالیٰ یہ چاہتا ہے کہ اپنے کلام اپنی آیات اور اپنے فرامین کے ذریعے باطل کے ہر نقش کو محو کر دے۔

Marfat.com

وہ تقاضا کرتا ہے کہ عبودیت کی حدوں سے گزر جانے والوں نے جو نظام اور ماحول استوار کر رکھا ہے اس کی ہر گز اطاعت نہ کرو ارشاد ہوتا ہے۔

لَا تُطِیْعُوْا اَمْرَ الْمُسْرِفِیْنَ الَّذِیْنَ یُفْسِدُوْنَ فِی الْاَرْضِ وَ لَا یُصْلِحُوْنَ ہ

ترجمہ: حد سے تجاوز کرنے والوں کا کہنا مانو، وہ جو زمین میں فساد کرتے ہیں اور اصلاح نہیں کرتے۔

قرآن کا خدا چاہتا ہے کہ آدمی نظام حیات کے ایک ایک گوشہ میں معروف و منکر کو چھانٹ چھانٹ کر الگ کر دے پھر نہ صرف معروف کو معروف اور منکر کو منکر کہے بلکہ معروف کو برپا کرنے کی کوشش کرے اور منکر کے سدباب کے لئے محنت سے کام لے۔

کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّۃٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ تَنْھَوْنَ عَنِ الْمُنْکَرِ ہ

ترجمہ: تم بہتر ہو سب امتوں میں جو لوگوں میں ظاہر ہوئیں۔ بھلائی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے منع کرتے ہو۔

قرآن واضح کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء و رسل کی طرح اپنے آخری رسول کو اسی مقصد کے لئے بھیجا ہے کہ وہ اللہ کے دین کی حکومت قائم کرے اور اس کو فرمان روا طاقت بنا دے۔

لِیُظْھِرَہٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّہٖ ترجمہ: تاکہ وہ دین اسلام تمام ادیان پر غالب آجائے۔

یہ تصور خدا آدمی کو نہ تو "یا مسلماں اللہ اللہ یا برہمن رام رام" کا درس

دیتا ہے نہ اسے "چلو تم ادھر کو ہوا ہو جدھر کی" کا مسلک سکھاتا ہے یہ ایسی کمینہ ذہنیت نہیں پیدا کرتا کہ آدمی قوت و شوکت کو جدھر منتقل ہوتا دیکھے اپنا قبلہ ادھر ہی بدل لے جس کے ہاتھ میں کوڑا دیکھے اس کے سامنے سر تسلیم خم کر دے جس نظریے کے حق میں زیادہ ہجوم افراد کو سرگرم عمل دیکھے اسی پر ایمان لے آئے ذرا ذرا سی رکاوٹیں اس کی سمت سفر کو بدل دیں۔ اور واقعات و حوادث کے معمولی اتار چڑھاؤ اس کے زاویہ نگاہ میں انقلاب لے آئیں بلکہ اس تصور خدا سے ایک با اصول شخصیت نمودار ہوتی ہے ایک مضبوط ضمیر پیدا ہوتا ہے ایک سپاہیانہ جذبہ پیدا ہوتا ہے آدمی اپنے ایمان کے لئے چوٹوں پر چوٹیں کھاتا ہے اور اُف نہیں کرتا اسے زخم پر زخم لگتے ہیں لیکن قدم پیچھے نہیں ہٹاتا۔ موجوں کے تھپیڑے اس کے رخ کو تبدیل نہیں کر پاتے آندھیاں اور جھکڑ چلتے ہیں لیکن ایمان کا چراغ بدستور ٹمٹماتا رہتا ہے۔

جو خدا اس طرح ایک اصول و مقصد کے لئے کشمکش کرنے والی ایک طاقت کو نوع انسانی میں سے کھڑا کر کے اسے معرکہ ہائے خیر و شر میں اتارتا ہے پھر وہ جنگاہ تاریخ میں اپنے سپاہیوں کو چھوڑ کر ان سے بے خبر نہیں ہو بیٹھتا وہ حالات کے اتار چڑھاؤ پر نظر رکھتا ہے اور ایک ایک سپاہی سے اس کا تعلق قائم رہتا ہے وہ سب کچھ دیکھتا سنتا اور جانتا ہے کوئی آڑ نہیں جو بیچ میں حائل ہو کوئی مغالطہ نہیں جس کا وہ شکار ہو سکے کسی کوتاہی علم کا اندیشہ نہیں اسے دلوں کے راز اور ارادے اور نیتیں اور ضمیر کے چھپے گوشے تک معلوم رہتے ہیں اور ماضی حال اور مستقبل کو یکساں جانتا ہے اسے ہر معرکے کی ابتدا اور انتہا کا علم ہے۔

اس کا کوئی اندیشہ نہیں کہ وہ کام کرتے کرتے اور معاملات کو دیکھتے دیکھتے کچھ وقفوں کے بعد تھکن میں مبتلا ہو کر غافل ہو جائیگا اس کا بھی کوئی امکان نہیں کہ مسلسل توجہ کے دوران اس پر کبھی اونگھ طاری ہو جائے گی۔

لَا تَأْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ اسے اونگھ اور نیند نہیں آتی۔

یہ تصوّر ایک جیتے جاگتے خدا کا تصور ہے جس کی قوتیں تحلیل نہیں ہوتیں جس پر ضعف طاری نہیں ہوتا جس کے خلق وامر کے تسلسل میں کوئی انقطاع واقع نہیں ہوتا جسے کام کا بوجھ دوسروں پر بانٹنے کی کوئی مجبوری پیش نہیں آتی۔ ایسے خدا پر ایمان رکھنے والے جب معرکوں میں مصروف ہوتے ہیں توجس فرمان روا کا علم لیکر وہ آگے بڑھتے ہیں اس کے بارے میں وہ پورا پورا بھروسہ رکھتے ہیں کہ یہاں جو کچھ پیش آرہا ہے وہاں پل پل کی خبر ہے جو یہاں زخم لگتا ہے اس کی ٹیس عرش تک پہنچتی ہے یہاں خون پسینے کا جو قطرہ گرتا ہے اس کا وہاں باقاعدہ حساب رکھا جاتا ہے یہاں دشمنوں کے جن نرغوں سے سابقہ پڑتا ہے اسے ان سے پوری آگہی ہے ہجر کے ماروں پر جو لمحۂ کرب بھی گزرتا ہے وہ اس کی پوری کیفیات کا علم رکھتا ہے۔

اتنا ہی نہیں کہ خدا ان تمام حالات کا علم رکھتا ہے جس سے اس کے سپاہی دوچار ہوتے ہیں بلکہ اسلام کا دیا ہوا تصور خدا یہ بتاتا ہے۔ کہ درحقیقت تمام حوادثات کی زمام اس کے اپنے ہاتھ میں رہتی ہے وہ ایک فرمان روا طاقت ہے وہ صاحب اختیار ہستی ہے وہ فعال ذات ہے اس نے سلطنت کائنات کا پورا نظام اپنے ہاتھ میں رکھا ہے معاملات کو طے کرنے والی آخری قوت وہی ہے وہی زمین وآسمان کی سلطنت کے چھپے اسرار کو جاننے والا ہے لہٰذا امور سلطنت کا مرجع بھی وہی ہے۔

وَلِلّٰهِ غَیْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاِلَیْهِ یُرْجَعُ الْاَمْرُ کُلُّهٗ

ترجمہ:۔ اور اللہ ہی کے لئے ہے زمین اور آسمانوں کا غیب اور ہر امر کا رجوع اسی کی طرف ہے۔

زمین و آسمان کی ساری طاقتوں سارے خزانوں کا حقیقی مالک وہی ہے لَهٗ مَقَالِیْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اسی کے لئے ہیں زمین و آسمان کی کنجیاں اسی اختیار کلی کے ساتھ وہ گردش ایام کا نظام قائم کئے ہوئے ہے۔

تِلْكَ الْاَیَّامُ نُدَاوِلُهَا بَیْنَ النَّاسِ

ترجمہ:۔ یہ دن ہیں جن کو ہم لوگوں کے درمیان پھیرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی مشیت کے فیصلے ہیں کبھی رزمگاہ حیات میں فاتحین کو پٹوا کر قیدیوں کے کیمپوں میں ڈلوا دیا جاتا ہے اور کبھی شکست خوردہ لشکروں کو آگے بڑھا کر فتح سے ہمکنار کر دیا جاتا ہے کسی سے سلطنت چھین لی جاتی ہے اور کسی کو تخت پر بٹھا دیا جاتا ہے۔

تُؤْتِی الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ

ترجمہ:۔ تو جس کو چاہتا ہے ملک عطا فرماتا ہے اور جس سے چاہتا ہے چھین لیتا ہے۔

کسی کے سر پر عزت کا تاج رکھا جاتا ہے اور کسی کو قعر مذلت میں ڈال دیا جاتا ہے۔

وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ

ترجمہ:۔ اور جس کو چاہتا ہے عزت دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے ذلیل کر دیتا ہے۔

کبھی کالی رات صبح صادق کو جنم دیکر ایک نیا دور حیات لے آتی ہے

اور کبھی روزِ روشن کے اندر سے ظلمتِ شب کا سیلاب اُمڈ آتا ہے۔

تُوْلِجُ اللَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَتُوْلِجُ النَّهَارَ فِي اللَّيْلِ۔

ترجمہ:۔ تو دن کا حصہ رات میں ڈال دیتا ہے اور رات کا حصہ دن میں ڈال دیتا ہے۔

کہیں یہ دیکھتے ہیں کہ مردہ معاشروں میں سے زندگی کی ہما ہمیوں کے نئے چشمے اُبلنے لگتے ہیں اور کبھی یہ منظر سامنے آتا ہے کہ تمدن کی موجیں زندگی کے لاشے اٹھا اٹھا کر ساحل پر پھینکتی ہیں۔

وَتُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَتُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ

ترجمہ:۔ اور تو مردہ سے زندہ نکالتا ہے اور زندے سے مردہ نکالتا ہے۔

ظاہر کی آنکھ جب تغیرات کے بڑے بڑے واقعات دیکھتی ہے تو بندے کا چھوٹا سا دل دھک دھک کرنے لگتا ہے اس کے اوسان خطا ہو جاتے ہیں وہ اپنی کوتاہ نظری کی وجہ سے ایسا محسوس کرتا ہے کہ بس اب تمام راستے بند ہو گئے لیکن اگر اس پر یہ منکشف ہو جائے کہ ان سارے جھگڑوں آندھیوں بگولوں اور سیلابوں کے پیچھے خدا کا دستِ قدرت متحرک ہے تو وہ ایک لمحہ بھی مضطرب، مایوس اور ہیبت زدہ نہ ہو۔ خدا کے سارے کام حکمت پر مبنی ہیں۔ اس کا یہ قانون تغیر و حدوث اپنا عمل نہ کرتا تو یہاں ایک بار جو طاقت آگے آجاتی وہ ہمیشہ کے لئے تسلط جما لیتی اللہ نے ہماری حیاتِ مدنی کا نظام ایسے اصولوں کے تابع رکھا ہے کہ صاحبِ سطوت و شوکت ہستیاں بڑے بڑے محل کھڑے کرتی ہیں جب وہ محل آسمان سے باتیں کرنے لگتے ہیں تو کوئی زلزلہ ان کو معاً پیوندِ خاک کر دیتا ہے بڑی بڑی

سلطنتیں قائم ہوتی ہیں اور جب تغیر کے قانون کا فیصلہ نافذ ہوتا ہے تو انکے پرخچے اڑ جاتے ہیں بڑے بڑے ظالم جابر اور قاہر نپولین، چنگیز خان، ہلاکو اور حجاج بن یوسف کا روپ دھار کر ابھرے لیکن حادثات کی رو جب امر الٰہی کی تلوار بن کر نمودار ہوئی تو کوئی اس کے سامنے ٹھہر نہ سکا خدا کے فرشتوں کا لاتعداد لشکر فتنہ گروں کی سرکوبی کے لئے ہر وقت چاک و چوبند حکم کا منتظر کھڑا ہے اس نے اس امر کا پورا پورا اہتمام کیا ہے کہ ظلم و تعدی کی طاقتوں کو وقتاً فوقتاً باہم لڑا کر ایک دوسرے کے ہاتھوں ختم کرا دے ورنہ تمدنی صورت حالات زندگی بسر کرنے کے قابل نہیں رہ سکتی۔

وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَفَسَدَتِ الْاَرْضُ۔

ترجمہ:۔ اور اگر اللہ بعض لوگوں کو بعض سے دفع نہ کرے تو زمین میں فساد برپا ہو جائے۔

حیات ارضی کو بگاڑ دینے والی طاقتوں کو اگر ایک دوسرے سے ہٹوانے کا بندوبست نہ ہوتا تو عبادت گاہیں منہدم ہو جاتیں علمی مراکز ویران ہو جاتے منڈیاں اجڑ جاتیں اور یہاں کچھ نہ ہوتا جن پر زندگی کا لفظ بولا جاتا۔ یہ تغیرات و حوادث کا ہی فیضان ہے۔ کہ خدا کے بندوں کے لئے کام کرنے کے دروازے مختلف سمتوں میں بار بار کھلتے رہتے ہیں اور وہ جادۂ حق پر قدم آگے بڑھاتے چلے جاتے ہیں۔

خدا کا جو تصور قرآن نے دیا ہے وہ یہ بتاتا ہے کہ وہ بندوں کے کام کرنے کے لئے اپنے فرشتوں کے ذریعے ہر ہر معاملہ میں امر فرما رہا ہے کہیں اس کے کارندے کسی مسکین کی کشتی کو بیگار سے بچانے کے لئے اس میں

چھید کر رہے ہیں کہیں وہ یتیم بچّوں کے مال کی حفاظت کے لئے دیواریں کھڑی کر دیتے ہیں اور کہیں وہ بوڑھے والدین کو بہت بڑی مصیبتوں اور ذلتوں سے بچانے کے لئے ان کے بچے کو موت کی گھاٹ اتارتے نظر آتے ہیں بظاہر یہ کام حیرت انگیز نظر آئیں گے لیکن خدا کا صحیح تصوّر اگر موجود ہوگا تو وہ ان کو تسلی دے گا کہ ان حوادث کے پیچھے تمہاری فلاح و بہبود کار فرما ہے۔
اسی طرح انسان کی اجتماعی زندگی میں جو بڑے بڑے ہولناک طوفان اٹھ کھڑے ہوتے ہیں مبہوت کر دینے والے واقعات اچانک رونما ہو جاتے ہیں یکایک خطرات رونما ہو جاتے ہیں امن غارت ہو جاتا ہے جانوں سے امان اٹھ جاتی ہے شہری آزادیاں ختم ہو جاتی ہیں بنیادی حقوق کا گلا گھٹتا ہے زبانوں پر مہریں لگ جاتی ہیں قلموں پہ پہرے بیٹھ جاتے ہیں۔ کام کے راستے بند نظر آتے ہیں۔ بظاہر گھٹن اور تنگی محسوس ہونے لگتی ہے۔ لیکن درحقیقت یہ سب پابندیاں کسی بڑی خیر کا پیش خیمہ ہوتی ہیں گردش روزگار عجیب و غریب تبدیلیاں لاتا ہے کبھی تاریکی ہے کبھی روشنی ہے کبھی فصل بہار ہے کبھی خزاں کا دور ہے کہیں جون کی تمازت آفتاب ہے تو کہیں ساون کی برسات۔
جس خدا کی یہ شان ہے کہ کسی حالت کو دوام نہ حاصل کرنے دے بلکہ بار بار پانسے پلٹتا رہے اور بڑی بڑی حکمتوں اور مصلحتوں کے تحت پلٹتا رہے اس پر ایمان لانے والوں کے دل کسی ناسازگار ترین حالت میں بھی نہیں بیٹھتے کیونکہ وہ جانتے ہیں جہاں آج عالیشان محل اور ایوان نظر آ رہے ہیں وہاں کل قبرستان نظر آتے گا آج جس شے کو تخت کا نام دیا جا سکتا ہے ہو سکتا ہے اسے ہی کل تختے میں تبدیل کر دیا جائے۔ آج جن آستانوں پر مرعوبیت کے سجدے ہو رہے ہیں کل ان کو دنیا حقارت کی نگاہ سے دیکھے گی۔

پھر قرآن کا خدا اتنا عظیم اتنا متعال اتنا کبیر قوی اور قاہر و جابر ہے اسے ماننے سے بڑی بڑی سلطنتیں اس کی مطیع ہو جاتی ہیں اس خدا کو ماننے سے نظر اتنی وسیع اور دماغ اتنا بلند ہو جاتا ہے کہ فراعنۂ وقت اس نظام مشیت کے اندر مور و مگس سے زیادہ اہم نظر نہیں آتے۔ وقت کے نمرود اور شداد اس کی نظر میں ایک حقیر سی مخلوق نظر آتے ہیں۔

آدمی جب اپنے سامنے اونچی اونچی عمارتیں دیکھتا ہے درباروں کی شان و شوکت دیکھتا ہے جب دھن دولت کی چھنا چھن سنتا ہے جب وہ زرق برق لباسوں کو دیکھتا ہے جب وہ بادہ و جام اور عیش عشرت کی محافل پر نگاہ ڈالتا ہے اس کے سامنے جب کاریں دوڑتی ہیں جہاز اڑتے ہیں پھر جب پولیس کے دستوں اور فوج کی چھاؤنیوں کا جائزہ لیتا ہے پھر جب قانون کی زنجیروں کی آواز سنتا ہے اور جب وہ اپنے سامنے اختیار کی تلواریں بے نیام ہوتے دیکھتا ہے تو اس کا چھوٹا سا دل مرعوبیت اور ہیبت کے مارے سکڑ جاتا ہے اور وہ خیال کرتا ہے کہ اس شان و شوکت سے جو لوگ نوازے گئے ہیں ان کے سامنے دم مارنا اس کے بس کی بات نہیں یہ تو بس اٹل طاقتیں ہیں لیکن قرآن جس خدا پر ایمان لانے کی دعوت دیتا ہے اسے مانتے ہی وہی چھوٹا سا دل پھیل کر پورے آفاق پر چھا جاتا ہے بلکہ کئی آفاق اس میں گم ہو جاتے ہیں چنانچہ عارف محی الدین فرماتے ہیں اگر عرش عظیم اور جو کچھ اس کے اندر ہے یعنی سارے آسمان اور زمین بمعہ ان تمام مخلوق کے جو آسمانوں اور زمینوں میں ہے اس کا دس کروڑ گنا عارف کے دل کے گوشوں میں سے ایک گوشے میں دکھلایا جائے تو اسے اس کی عظمت ذرہ بھر محسوس نہ ہوگی اور مومن کے دل میں تنگی کیسے محسوس ہو سکتی ہے جس میں قدیم ذات واجب الوجود اللہ رب العزت کی

گنجائش ہو۔

اسلام کا خدا کہتا ہے کہ یہ سارے ٹھاٹھ اور جاہ و تجمل کوئی دم کا کھیل ہے
قُلْ مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيلٌ کہہ دو کہ دنیا کا مال قلیل ہے۔
مال و اولاد کی کثرت اور لشکروں کی قوت کے مظاہرے قانون الٰہی
کے سامنے کوئی رکاوٹ نہیں پیدا کر سکتے۔

لَنْ تُغْنِيَ عَنْهُمْ اَمْوَالُهُمْ وَاَوْلَادُهُمْ شَيْئًا
ان کے مال اور ان کی اولاد ان کے کسی کام نہ آئے گی۔
وَلَنْ تُغْنِيَ عَنْكُمْ فِئَتُكُمْ شَيْئًا وَّلَوْ كَثُرَتْ
اور تمہارا جتھا تمہیں کام نہ دے گا چاہے کتنا ہی زیادہ ہو۔

خدا کی صفات کا یہ شعور اور اس کی عظمت و قدرت کا یہ اسلامی
تصور ہے جو عرب کے بادیہ نشینوں کو اتنا جری بنا دیتا ہے کہ وہ بے تکلفی سے
دربار ایران کے قالینوں کو پامال کرتے ہوئے ایک جابر بادشاہ کی طرف
آنکھوں میں آنکھیں ڈالے بڑھتے ہیں اور کسی دکھاوے سے مرعوب نہیں ہوتے
یہی تصور ہے جو امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ، امام احمد بن حنبل امام ابو حنیفہ
اور حضرت مجدد الف ثانی رحمہم اللہ تعالیٰ کو ظلم کے سامنے کلمۂ حق کہنے کے
لئے کھڑا کر دیتا ہے۔

قرآن یہ بھی واضح کرتا ہے کہ خدا محنت کرنے والوں کی محنت کا قدر
شناس ہے وہ ہر سپاہی کی کارگزاری اور ہر مزدور کی جانفشانی کو جانتا ہے اور
ان کا پورا پورا قدردان ہے وہ صرف قدردان ہی نہیں بلکہ گارنٹی دیتا ہے
کہ کسی کی محنت کمائی اور کیا کرایا اکارت نہیں جائے گا۔ اِنَّا لَا نُضِيْعُ اَجْرَ
الْمُصْلِحِيْنَ۔ ہم اصلاح کرنے والوں کا اجر ضائع نہیں کرتے۔

وَلَا نُضِيۡعُ اَجۡرَ الۡمُحۡسِنِيۡنَ ۔ اور ہم احسان کرنے والوں کا اجر ضائع نہیں کرتے

ایک قدر شناس انعام دینے والے اور حق الخدمت کو محفوظ رکھنے والے خدا کا تصور انسان سے مشکل کام کروا دیتا ہے انسان آروں کے نیچے چرتا ہے پھانسی کے تختوں پر کھڑا ہوتا ہے اپنی پیٹھ پر کوڑوں کی ضربیں برداشت کرتا ہے اور اپنی زندگی کو داؤ پر لگا دیتا ہے لیکن ایمان ۔ اصول اور مقصد کو ہاتھ سے نہیں دیتا ۔

قرآن کا خدا اس سے بھی آگے بڑھ کر اپنے بندوں کا رفیق دمساز دلی کارساز اور حامی و ناصر بھی ہے وہ رفیق اور یار و مددگار ہے وہ ہر وقت اپنے بندوں کے ساتھ ہے ۔ وَهُوَ مَعَكُمۡ اَيۡنَمَا كُنۡتُمۡ اور وہ تمہارے ساتھ ہے جہاں بھی تم ہو ۔ وہ ایسا ساتھی ہے جو کٹھن گھڑیوں میں ہمت بندھانے کے لئے دل کے اندر سے پکارتا ہے ۔ ڈھیلے نہ پڑو ۔ ہراساں نہ ہو ۔ ملول نہ ہو تم ہی غالب رہو گے ۔

لَا تَهِنُوۡا وَلَا تَحۡزَنُوۡا وَاَنۡتُمُ الۡاَعۡلَوۡنَ ۔

کاہلی نہ کرو اور غم نہ کرو اور تم ہی غالب رہو گے ۔

وہ دکھی دلوں کو اطمینان دلاتا ہے کہ جب تم ناسازگار حالات سے دوچار ہو جاؤ اور درد و کرب کی گھٹائیں تم پر چھا جائیں تو مجھے پکارو میں تمام تکالیف کو دور کرنے کے لئے اپنی رحمت کے دریچے کھول دوں گا ۔

یہ خدا جو اپنے بندوں کی حوصلہ افزائی کرتا ہے جو اپنی نصرت و تائید کا یقین دلاتا ہے اس کا تصور اتنی بڑی طاقت ہے کہ انسانی زندگی کو مالا مال کر دیتا ہے اس طاقت کے بل بوتے پر انسان تاریخ میں وہ کارہائے نمایاں سرانجام دیتا ہے جن کے نقوش انمٹ ہوتے ہیں ایسے خدا کا ماننے والا کسی

Marfat.com

حالت میں بھی مایوس نہیں ہو سکتا۔

امام ابو حنیفہ کا ایک دہریے سے مناظرہ

ایک مرتبہ امام اعظم کا ایک دہریے سے مناظرہ قرار پایا مگر آپ وقت متعینہ پر تشریف نہ لائے اس پہ دہریے نے اعتراض کیا کہ آپ وقت پر نہیں آئے آپ نے وعدہ خلافی کی ہے آپ نے فرمایا میں نے دریا کے کنارے ایک عجیب و غریب واقعہ دیکھا ہے جس کی محویت نے وقت مقررہ کا خیال تک نہ آنے دیا دہریے نے پوچھا وہ کونسا واقعہ تھا آپ نے فرمایا میں نے دریا کے کنارے بہت سے لکڑی کے تختے اِدھر اُدھر بکھرے ہوئے دیکھے لیکن میری حیرت کی انتہا نہ رہی جب کہ وہ تختے خود بخود ادھر ادھر سے دوڑ کر جڑنے لگے اور تھوڑی دیر میں نہایت صحیح مقامات پر خود کیلیں جڑ گئیں چند منٹوں میں ایک نہایت شاندار کشتی تیار ہو گئی بعد ازاں وہ خود بخود پھسل کر دریا میں چلی گئی اور تیرنے لگی اس پر ملحد نے زور سے قہقہہ لگایا امام صاحب نے ہنسنے کی وجہ دریافت فرمائی دہریے نے کہا حضرت عقل کی بات کریں کہیں آج تک ایسا ہوتے بھی دیکھا ہے کہ ایک مخصوص ترکیب و ترتیب کی کشتی خود بخود بن کر تیار ہو جائے اور پھر خود بخود کھسک کر دریا میں تیرنے لگے۔

آپ نے فرمایا صاحب جب ایک چھوٹی سی کشتی بغیر کسی صانع کے تیار نہیں ہو سکتی تو پھر تم ہی بتاؤ کہ یہ زمین و آسمان یہ عظیم الشان سیاروں اور ستاروں کی کشتیاں خود بخود بن کر کیسے تیر رہی ہیں آپ کے اس ارشاد پہ دہریے کے دل کی دنیا بدل گئی اس کے دل پہ حقانیت اسلام کا ایسا اثر ہوا

Marfat.com

کر اپنے فاسد عقائد سے تائب ہو کر حلقہ بگوش اسلام ہو گیا۔

امام شافعی کا دہریوں کو جواب

ایک دفعہ چند دہریے حضرت امام شافعی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ سے خدا کی ہستی پر دلیل مانگی آپ اس وقت ایک توت کے درخت کے نیچے طلبا کو درس دے رہے تھے ایک توت کے پتے کو لے کر آپ نے فرمایا یہ حقیر پتہ خدا تعالیٰ کی ہستی پہ ایک زبردست اور بین دلیل ہے انھوں نے عرض کی کہ یہ کیسے؟

آپ نے جواب دیا کہ توت کے سارے پتوں کا رنگ، بو، مزا اور طبیعت یکساں ہوتی ہے لیکن اس کے باوجود جب اسے ریشم کھاتا ہے تو ریشم نکلتا ہے اور جب اسے شہد کی مکھی کھاتی ہے تو شہد تیار ہوتا ہے۔ جب اسے بکری کھاتی ہے تو مینگنیاں بن جاتی ہیں اور جب اسے ہرن کھاتا ہے تو اس کے نافہ سے مشک پیدا ہوتا ہے اب تم ہی بتاؤ کہ باوجود طبیعت واحدہ کے یہ اختلافات کیسے پیدا ہو گئے معلوم ہوا کہ ان کے پیچھے ایک غیر مرئی قوت قاہرہ کام کر رہی ہے اسی قوت کے مالک کو ہم خدا تعالیٰ کہتے ہیں اس کلمہ حق نے ان کے قلوب میں انقلاب پیدا کر دیا اور وہ سبھی سب آپ کے دست حق پرست پر ایمان کی دولت سے مشرف ہوئے۔

خدا کے وجود کے عقلی دلائل

بعض لوگ خدا کی ہستی کے قائل نہیں ان کا کہنا ہے کہ یہ سارا کارخانہ محض ایک اتفاقی حادثے کے طور پہ وجود میں آگیا ہے اور اپنے آپ چلا

جا رہا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اتفاق یا حادثہ بذات خود کوئی چیز نہیں پھر جو چیز اپنا خود وجود نہ رکھتی ہو وہ کسی دوسری چیز کو وجود میں لانے کا سبب کس طرح بن سکتی ہے یہی وجہ ہے کہ کائنات کی یہ تشریح کائنات کے اوپر بالکل چسپاں نہیں ہوتی یہ محض ایک بے بنیاد دعویٰ ہے جو ذہنوں میں گھڑ لیا گیا ہے اور کائنات کی حقیقی ساخت سے اس کا کوئی تعلق نہیں اس کے برعکس خدا کا تصور کائنات کے ساتھ ہم آہنگ ہو جاتا ہے وہ خود کائنات کے اندر بول رہا ہے۔

کائنات اتنی پرحکمت اور اتنی منظم ہے کہ اس کا تصور نہیں کیا جا سکتا کہ وہ کسی اتفاق حادثہ کے طور پر وجود میں آگئی ہے زمین پر جاندار چیزوں کی بقا کیلئے جو حالات ضروری ہیں وہ مکمل طور پر یہاں موجود ہیں کیا محض اتفاق کے نتیجے میں اتنے عمدہ حالات پیدا ہو سکتے ہیں۔

سائنسدان یہ کہتے ہیں کہ زمین اپنے محور پر ایک ہزار میل فی گھنٹہ کی رفتار سے لٹو کی مانند گھومتی ہے اب اگر زمین کی رفتار ایک سو میل فی گھنٹہ ہوتی تو ہمارے دن رات موجودہ دن رات سے دس گنا زیادہ لمبے ہوتے زمین کا تمام سبزہ اور ہماری بہترین فصلیں سو گھنٹے کی مسلسل دھوپ میں جھلس جاتیں اور جو بچ رہتیں وہ لمبی رات میں پالے کی نذر ہو جاتیں۔

سورج جو ہماری زندگی کا سرچشمہ ہے اپنی سطح پر بارہ ہزار فارن ہیٹ سے دہک رہا ہے یہ حرارت اتنی زیادہ ہے کہ بڑے بڑے پہاڑ بھی اس کے سامنے جل کر راکھ ہو جائیں۔ مگر وہ ہماری زمین سے اتنے مناسب فاصلے پر ہے کہ یہ دائمی انگیٹھی ہمیں ہماری ضرورت سے ذرہ بھر زیادہ گرمی نہ دے سکے اگر سورج دگنے فاصلے پر چلا جائے

تو زمین پر اتنی سردی ہو گی کہ ہم سب لوگ جم کر برف ہو جائیں گے اور اگر وہ آدھے فاصلے پر آجائے تو زمین میں اتنی حرارت پیدا ہو جائیگی کہ تمام جاندار اور تمام پودے جل بھن کر خاک ہو جائیں گے۔

زمین کا کرہ فضا میں سیدھا نہیں کھڑا بلکہ ۲۳ درجہ کا زاویہ بناتا ہے اور ایک طرف کو جھکا ہوا ہے یہ جھکاؤ ہمیں ہمارے موسم دیتا ہے جھکاؤ نہ ہوتا تو سمندر سے اٹھتے ہوئے بخارات سیدھے شمال یا جنوب کو چلے جاتے اور ہمارے براعظم برف سے ڈھکے رہتے۔

چاند ہم سے تقریباً ڈھائی لاکھ میل کے فاصلے پر ہے اس کی بجائے وہ اگر صرف ایک لاکھ میل کے فاصلے پر ہوتا تو سمندر میں مدوجزر کی لہریں اتنی بلند ہوتیں کہ تمام کرہ زمین دن میں دو مرتبہ پانی میں ڈوب جاتا اور بڑے بڑے پہاڑ موجوں سے ٹکرا کر گھس جاتے اور ختم ہو جاتے۔

اگر آپ کے پاس دس سکے ہوں جن پر ایک سے دس تک نشان لگے ہوں تو آنکھیں بند کر کے ان کو ترتیب وار جوڑنے کے امکانات کیا ہیں دس میں سے ایک دفعہ آپ نمبر ایک کو پہلے درجہ پر ترتیب دے سکتے ہیں اس کے بعد سو میں سے ایک بار ممکن ہے کہ نمبر ایک اور دو کو ترتیب وار رکھا جائے ایک دو اور تین صحیح ترتیب دینے کے لئے ایک ہزار دفعہ ردو بدل کرنا ہو گا علی ہذا القیاس علم ریاضی کی رو سے دس معمولی سکوں کو ترتیب وار رکھنے کے لئے اگر دس ارب دفعہ ردو بدل کیا جائے تو ممکن ہے کہ ایک بار اتفاق سے صحیح ترتیب حاصل ہو جائے۔

اسی کلیہ کی رو سے ہم یہ سوچنے پر مجبور ہیں کہ کرۂ ارض پر زندگی کا وجود محض اتفاقی نہیں بلکہ بے شمار اسباب وعلل کی ایک مخصوص ترتیب

Marfat.com

کی شکل میں یکجا ہونے کے بعد ہی زندگی کی توثیق اس سیارہ میں نمودار ہوئی۔

اگر زمین کی بالائی سطح کی موٹائی دس فٹ زائد ہوتی تو آکسیجن کی پیداوار ممکن نہیں تھی جس کے بغیر زندگی محال ہے اگر سمندر کی سطح چند فٹ اور گہری ہوتی تو روئے زمین کی تمام آکسیجن اور کاربن ڈائی اکسائیڈ سمندر میں جذب ہو جاتی ظاہر ہے کہ ان دو گیسوں کے بغیر نباتات اور حیوانات کے زندہ رہنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اگر فضا میں لطافت زیادہ ہوتی تو لاکھوں شہاب ثاقب زمین سے ٹکرا کر زندگی اجیرن کر دیتے یہ سب کچھ اس قدر نپا تلا ہے کہ عقل انسانی پکار پکار کر کہتی ہے کہ اس مکمل ترتیب کی تہ میں ضرور کوئی اعلےٰ طاقت کارفرما ہے یہ سب کچھ محض حادثہ سے نہیں ہوا۔

عقل حیوانی اس خالق اعلےٰ کے وجود پر دال ہے جس نے حقیر اور بے دست و پا مخلوق کو عقل بخشی مثلاً سامن مچھلی کئی برس سمندر میں زندگی بسر کرنے کے بعد ٹھیک اسی دریا میں اسی مخصوص جگہ پر انڈے دینے کے لئے پہنچ جاتی ہے جہاں پر وہ خود پیدا ہوئی ہو کون اس کی اس قدر مکمل اور صحیح رہنمائی کرتا ہے۔ بام مچھلی جو جزیرہ برمودا کے قریب سمندر میں پائی جاتی ہے بعض دفعہ ہزاروں میل کے فاصلے پر کھلے سمندر میں انڈے بچے دیتی ہے کچھ مدت کے بعد اس کے بچے خود بخود اپنے ماں باپ کے پاس پہنچ جاتے ہیں۔ ان واقعات سے پتہ چلتا ہے کہ کائنات محض اتفاقی نہیں بلکہ اس کو وجود میں لانے والی کوئی ہستی موجود ہے۔

اسلام کی انقلابی اہمیّت

ابتدائے آفرینش سے لیکر اس وقت تک دنیا میں ہزارہا انقلابات برپا ہوئے تاریخ میں کوئی دور ایسا نہیں گزرا جو انقلاب سے ہمکنار نہ ہوا ہو اس بنا پر اگر

"تاریخ انسانیت کو انقلابات کا ایک مربوط سلسلہ کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا بلکہ تاریخ کی اس سے بہتر کوئی تعریف نہیں ہو سکتی۔

سکوں محال ہے قدرت کے کارخانہ میں ثبات ایک تغیر کو ہے زمانہ میں

اور انقلاب قدرت کا ایک بہت بڑا احسان ہے اگر انقلابات کے ذریعے انسانیت کے جسم سے فاسد خون وقتاً فوقتاً خارج نہ کیا جاتا رہتا اور خراب مادے ختم نہ کئے جاتے رہتے تو قوائے عمل مضمحل ہو جاتے اور زندگی تعطل کا شکار ہو جاتی اور دنیا ان روحانی مادی اصلاحات سے محروم رہتی جو مختلف ادوار میں ہوئیں اور جن کی بدولت اسے ترقی کے اعلیٰ مقام پر پہنچنا نصیب ہوا۔

دنیا میں اب تک جتنے بھی انقلابات ہوئے ہیں ان میں سب سے زیادہ صالح ہمہ گیر اور نتیجہ خیز وہ تھا جو اسلام نے برپا کیا اسلامی انقلاب کی عظمت قوت اور گہرائی کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ اگرچہ اس کو رونما ہوئے چودہ سو برس ہونے کو ہیں لیکن اس کے اثرات آج بھی کارفرما ہیں آج بھی اسلامی انقلاب کے نقوش نمایاں ہیں صرف تاریخی کتابوں ہی میں نہیں بلکہ عملی زندگی میں بھی یہ بات کسی دوسرے انقلاب کو نصیب نہیں ہوئی۔ اسلامی انقلاب کے علاوہ اور تمام انقلابات وقتی تھے اور اس کی اثراندازی محدود تھی مخصوص ممالک تک اور پھر ان کے اثرات و نتائج ایک مدت تک زندگی کی سطح پر نمایاں رہے اور اس کے بعد وہ ہمیشہ کے لئے ختم ہو گئے اور ان کی حیثیت داستان پارینہ ہو کر رہ گئی واقع ہونے والے انقلابات نے پہلے ہونے والے انقلابوں کے اثرات کو اس طرح مٹا کر رکھ دیا کہ گویا وہ کبھی رونما ہوتے ہی نہ تھے اس کلیہ سے نہ زمانہ ہائے قدیم کے انقلابات مستثنیٰ ہیں اور نہ موجودہ زمانہ کے انگلینڈ کا انقلاب ۱۶۸۹ء امریکہ کا انقلاب ۱۷۸۶ء فرانس کا

انقلاب ۱۷۸۰ء ان سارے انقلابوں کے اثرات کا پتہ تاریخ کے صفحات میں تو ملتا ہے لیکن عملی زندگی میں توان کا عکس کہیں نہیں ملتا۔

اسلامی انقلاب کی اہمیت کا اندازہ پورے طور پر لگانے کیلئے ان حالات کا پیش نظر ہونا ضروری ہے جن پر وہ برپا ہوا۔ اگر اسلامی کارناموں کو ان حالات کے مقابلہ میں رکھ کر نہ جانچا جائے۔ جو اس کے طلوع ہونے کے وقت جزیرہ نمائے عرب کے تھے تو اس کی قدر و قیمت کا اندازہ نہیں ہوتا۔

اسلام کے جلوہ گر ہونے سے قبل عرب پر جہالت بربریت اور بداخلاقی کی تاریکی چھائی ہوئی تھی وہاں انسان ضرور آباد تھے لیکن انسانیت لاپتہ اور مفقود تھی انسانوں کی کیفیت جانوروں سے بدتر تھی اس سے زیادہ انسانیت سوز بات اور کون سی ہو سکتی ہے کہ لڑکیوں کو زندہ دفن کر دیا جاتا تھا محض اس خیال سے کہ خسر بننے کی ندامت نہ اٹھانی پڑے۔ اس زمانے کے عربوں کی یہ ایک ضرب المثل تھی کہ سب سے بہتر داماد قبر ہے ان تمام اوصاف کے باوجود جو اس زمانہ کے عربوں میں پائے جاتے تھے مثلاً شجاعت، مہمان نوازی ایفائے عہد وغیرہ باشندگان عرب ذلت آمیز پستی میں گرے ہوئے تھے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کی خوبیوں کی پشت پر کوئی ایسی مادی یا اخلاقی طاقت نہ تھی جو انہیں ان کے غلط استعمال سے باز رکھ سکتی اسی بناپر اکثر صورتوں میں ان صفات کو غلط استعمال کیا جاتا تھا۔ سیاسی تنظیم اور وحدت ملی سے تو وہ لوگ قطعاً ناآشنا تھے۔

اور صرف جزیرہ نمائے عرب ہی پر منحصر نہیں اس وقت ساری دنیا انحطاط اور جہالت کی دلدل میں پھنسی ہوئی تھی جو ممالک تمدنی اور معاشی اعتبار سے عرب سے بہتر تھے وہ بھی سیاسی انتشار اور فرقہ وارانہ نسلی امتیازات اور بداخلاقی میں مبتلا تھے

اس حد درجہ ناساز گار حالات میں آفتاب اسلام مطلع عرب پر نمودار ہوا ابتدا میں اس کی کرنیں جزیرہ نمائے عرب میں ضو فشاں ہوئیں لیکن بتدریج وہ بلند ہوتا گیا اور اس کی روشنی پھیلتی گئی یہاں تک کہ وہ ایک صدی میں نصف النہار پہ پہنچ گیا اور ساری دنیا اس سے روشن ہو گئی دنیا کا کوئی خطہ ایسا نہیں جو اسلام کی تعلیمات سے بالواسطہ یا بلا واسطہ طور پر فیضیاب نہ ہوا ہو یورپ تو اپنے موجودہ ارتقاء کے لئے کلیتہً مسلمانوں کی تعلیم و تربیت کا مرہون منت ہے وہ قدیم یونانی علوم و فنون جو یورپی تہذیب و تمدن کی اساس ہے مسلمانوں کی بدولت منظر عام پر آئے اور اہل یورپ کو ان سے متمتع ہونے کا موقع ملا مسلمانوں نے ان علوم و فنون کو سلطنت روم کی بربادیوں اور عیسائی کلیسا کی توہم پرستی کے بھاری بوجھ کے نیچے سے نکالا جس کے نیچے وہ صدیوں سے دبے ہوتے تھے اور ان کے تراجم کر کے ان کی اشاعت کی۔ اگر مسلمانوں نے یہ مہم سر نہ کی ہوتی تو باشندگان یورپ جہالت کی تاریکیوں میں بھٹک رہے ہوتے۔

اسلامی انقلاب کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے اور یہی چیز اسے دوسرے تمام انقلابوں سے ممتاز کرتی ہے کہ اس نے سوسائٹی کی بیرونی ہیئت ہی میں محیر العقول تبدیلی نہیں کی بلکہ شخصیتوں کو بھی بدل کر رکھ دیا بظاہر یہ کوئی خاص بات معلوم نہیں ہوتی لیکن درحقیقت یہ ایک عدیم النظیر کارنامہ تھا کوئی دوسرا انقلاب یہ کام سرانجام نہ دے سکا اسی بنا پر کسی دوسرے انقلاب کو وہ دیرپائی وسعت اور محبوبیت حاصل نہ ہو سکی جو اسلامی انقلاب کو ہوئی یہ کوئی مبالغہ یا بے جا طرفداری نہیں ایک تاریخی حقیقت ہے۔

اس تاریخی حقیقت نے روئے زمین کے متجسس اذہان کو محو حیرت بنا دیا اور وہ اس عقدہ کو حل کرنے سے قاصر رہے کہ کس طرح عرب کے مٹھی

پھر بادیہ نشینوں نے دائرہ اسلام میں داخل ہونے کے بعد تھوڑی سی مدّت میں اس زمانے کی سب سے زیادہ طاقتور دو سلطنتوں کو زیرو زبر کر کے رکھ دیا اور صرف ان دو حکومتوں پر منحصر نہیں بلکہ ہر وہ طاقت جس سے صحرائے عرب کے بے سازو سامان جانباز ٹکرائے وہی پاش پاش ہو گئی اور سو سال کی مدت میں اسلام کا پرچم نصف سے زائد دنیا پر لہرایا گیا یہ سب کچھ نتیجہ تھا سیرتوں میں اس بنیادی تبدیلی کا جو اسلام نے کی اگر یہ بات نہیں تو کسی دوسرے نظریہ یا تحریک کو وہ عظیم الشان فتوحات مادی و غیر مادی میسر کیوں نہیں آئیں جو اسلام نے انجام دیں۔

اگر اسلام سے پیشتر کے اور بعد کے عرب کا تقابلی مطالعہ کیا جائے تو عقل کی حیرانی کی انتہا نہیں رہتی جو اسلام کے آنے سے پہلے وحشی، خونخوار اور ننگ انسانیت تھے اسلام سے وابستہ ہونے کے بعد شرافت و تہذیب کا مجسمہ بن گئے انسانیت کے اس ارفع مقام پہ پہنچ گئے کہ آج اس کا تصور بھی ممکن نہیں۔

پرے ہے چرخ نیلی فام سے منزل مسلماں کی
ستارے جس کی گرد راہ ہوں وہ کارواں تو ہے

اور سچ پوچھئے تو دنیا کو انسانیت کا صحیح مفہوم انہی سے حاصل ہوا مختصر یہ کہ اسلام نے جاہلیّت کے سارے نقوش مٹا کر رکھ دیئے اور پسند و ناپسند کا معیار بالکل بدل کر رکھ دیا سیرت و کردار کی یہ بلندی صرف چند افراد تک محدود نہ تھی بلکہ امت مسلمہ کی ایک معتد بہ تعداد اس رنگ میں رنگی ہوئی نظر آتی ہے اگرچہ اصلاح کے درجات میں فرق تھا اور ایسا ہونا ایک قدرتی امر ہے۔

آیئے ایک طائرانہ نظر دوسرے انقلابوں پر ڈالتے چلیں اس سے انقلاب کی دوسرے انقلابوں پر فوقیت نکھر کر سامنے آجائیگی

فرانس کا انقلاب تاریخ میں ایک خاص اہمیت رکھتا ہے اس نے فرانس کی جابرانہ شہنشاہیت کا خاتمہ کیا اور جمہوریت کی بنیاد ڈالی اس لئے اسے یورپ کی تاریخ میں ایک زریں باب کی حیثیت حاصل ہے لیکن جہاں اس انقلاب نے جمہوری خیالات کو پھیلایا اور عوام میں احساس آزادی بیدار کیا وہاں ان کے اخلاق کو اتنا پست کر دیا اور ان کے اندر خون کی پیاس اتنی شدید پیدا کر دی کہ سرزمین فرانس تھرا اٹھی فرانس کے انقلابیوں نے حکومت پر قابض ہونے کے بعد اتنا خون بہایا کہ انسانیت لرز گئی اس دور کے سنگین واقعات اور وحشت انگیزی کی داستانیں عام طور تواریخ میں مذکور ہیں۔

روس کا اشتراکی انقلاب بھی کافی اہمیت اور مقبولیت کا حامل ہے اس نے زاریت کو ختم کر کے اشتراکیت کو تخت پر بٹھایا اور اس طرح تاریخ میں ایک نئے باب کا اضافہ ہوا لیکن جہاں تک اخلاق، شرافت اور انسانیت کا تعلق ہے انقلاب فرانس کی طرح وہ بھی دنیا کیلئے مہلک ثابت ہوا اشتراکیت کا سب سے بڑا نقص یہ ہے کہ اس نے روحانی اور اخلاقی قدروں کی نفی کی جو انسانیت کی بنیاد اور اس کا جوہر ہیں اور جن سے محروم ہونے کے بعد انسان نے بہیمیت کی کریہہ صورت اختیار کر لی۔

جیسا کہ اوپر ذکر ہوا اسلامی انقلاب ایک ہمہ گیر تحریک تھی اس نے صرف روحانی اور اخلاقی اصلاح کو اپنی توجہات کا مرکز نہیں بنایا بلکہ تہذیب تمدن سیاست و معاشیات اور معاشرت کو بھی اپنے اصلاحی پروگرام میں نمایاں جگہ دی اور زندگی کے ان شعبوں میں بھی گراں قدر تبدیلیاں کیں کیونکہ ظاہری

اصلاح وترقی کے بغیر باطنی اصلاح وترقی تشنۂ تکمیل رہتی ہے اسلام نے معاشرہ کی بیرونی ہیئت میں جو شاندار تبدیلیاں کیں ان کی مثال بھی تاریخ میں مشکل ہی ملے گی۔

غیر مسلم عام طور پر اسلام کی فتوحات اور اس کی اشاعت کو تلوار کی رہین منت قرار دیتے ہیں اس سے زیادہ خلافِ حقیقت بات اور کوئی نہیں ہو سکتی تلوار جسموں کو فتح کرتی ہے لیکن قلب کی گہرائیوں میں اتر کر عقائد، خیالات، افکار اور رجحانات کا رخ نہیں بدل سکتی اور پھر تلوار کے دھنی عربوں کے علاوہ اور قومیں بھی ہوتی ہیں آریہ۔ ہن اور منگول وغیرہ اقوام نے اگر عربوں سے زائد نہیں تو ان کے برابر یقیناً فوجی مہمات سر کیں اور تلوار کے ایسے جوہر دکھائے کہ دنیا انگشت بدندان رہ گئی لیکن زمین و آسمان کا فرق ہے ان کی اور عربوں کی فتوحات میں ان قوموں نے ہوس ملک گیری اور لوٹ مار کی خاطر فتوحات حاصل کیں لیکن عربوں کی فوج کشی کا محرک خدائے واحد کا پیغام اس کے بندوں تک پہنچانے اور انسان کو انسان کی غلامی سے نجات دلانے کا جذبہ تھا یہی وجہ تھی کہ وہ لوگ تلوار کا استعمال وہیں کرتے تھے جہاں ان کی مزاحمت کی جاتی تھی۔ اور ان پاک اصولوں کی اشاعت میں روڑے اٹکائے جاتے تھے لیکن جہاں ایسا نہیں ہوا وہاں کبھی بھی مجاہدین اسلام کی تلوار میان سے باہر نہیں آئی۔ تاریخ اس کا ناقابل تردید ثبوت فراہم کرتی ہے دوسری قوموں اور پیروان اسلام کی یادگاروں میں بین فرق ہے وہ قومیں اپنے پیچھے سوائے نفرت انگیز یاد اور تباہ کاری کے آثار کے اور کچھ نہ چھوڑ سکیں لیکن اسلام کے سپاہیوں نے شرافت و انسانیت، عدل و انصاف اور اخوت و مساوات کے واقعات اور علوم و فنون کی شکل میں ایسے بیش بہا خزانے چھوڑے ہیں جو رہتی دنیا تک برقرار رہیں گے۔

اسلام کے تیزی کے ساتھ پھیلنے اور لوگوں کو دل و جان سے اپنا مطیع و فرمانبردار

بنانے کا راز تلوار میں پوشیدہ نہیں بلکہ اس کی روحانی و اخلاقی طاقت اور انقلابی روح میں مضمر ہے اسلام کی قوت کا سرچشمہ عرب کے وہ سرفروش قبائل نہ تھے جنگ کے ذریعے وہ پھیلا بلکہ وہ اٹل اور ابدی و اخلاقی اور روحانی اصول جن پر اس کی تعمیر ہوئی عربوں کے قوائے عمل کو مضمحل ہوتے صدیاں بیت چکیں لیکن اسلام آج بھی توجہات کا مرکز بنا ہوا ہے یہ اصولوں کی طاقت نہیں تو اور کیا ہے کیا مادی قوت کے ذریعے پھیلنے والے نظریات میں یہ بات پیدا ہو سکتی ہے۔

اسلام کے علاوہ اور کوئی انقلاب سوسائٹی کی مکمل اصلاح نہ کر سکا۔ اس وقت صرف اسلام ہی ایک ایسا نظام ہے جو انسانی زندگی کے ہر شعبے میں رہنمائی کرتا ہے اس میں انسانی فطرت کی پوری رعایت موجود ہے اور وہ فطرت کے ان اصولوں پہ قائم ہے جو ازلی اور ابدی ہیں اسی لئے وہ ہر دور اور مملکت میں قابل نفاذ ہے اور تمام انسانی مسائل کا بہترین حل پیش کرتا ہے۔

دنیا میں اسلام کیسے پھیلا؟

دشمنان دین وقتاً فوقتاً اسلام پر مختلف اعتراضات کرتے رہے ہیں تاکہ لوگوں کے دلوں میں شکوک و شبہات پیدا ہو جائیں اور وہ دائرہ اسلام میں داخل ہونے سے باز رہیں ان اعدائے دین نے عوام الناس کے خام ذہنوں میں بات ڈالنے کی کوشش کی کہ دین اسلام میں بذات خود کوئی خوبی نہیں۔ اسلام کی سرعت اشاعت کا راز مسلمانوں کی قوت بازو اور شمشیر زنی میں مضمر ہے اسلام کا دامن صداقت اور جاذبیت سے عاری ہے لیکن یہ بات حق و صداقت اور عدل و انصاف سے کوسوں دور ہے کیونکہ قرآن نے واضح طور پر اعلان

کر دیا ہے لَآ اِکْرَاهَ فِی الدِّیْنِ دین میں کسی پر جبر نہیں۔ دوسری جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے اَفَاَنْتَ تُکْرِهُ النَّاسَ حَتّٰی یَکُوْنُوْا مُؤْمِنِیْنَ۔

ترجمہ:۔ کیا آپ لوگوں پر جبر کریں گے تاکہ وہ ایمان لے آئیں۔

ان فرمودات ربانی کی روشنی میں یہ بات اظہر من الشمس ہو جاتی ہے۔ کہ اسلام تلوار کے زور سے نہیں پھیلا بلکہ اسلام کی اشاعت کرنے والی اس کی خلاقی قوتیں تھیں۔

فتوح البلدان میں لکھا ہے کہ نجران کے عیسائیوں نے جب مصالحت کر کے جزیہ دینا قبول کر لیا تو حضور علیہ السلام نے جو عہد نامہ لکھا اس میں یہ بات بھی تھی کہ نجران کے نصاریٰ کو مذہب کی تبدیلی پر مجبور نہ کیا جائیگا مسلمانوں نے حضور سرور کائنات کے اس ارشاد پر پورا پورا عمل کیا یہ حضورؐ ہی کی تعلیم و تربیت کا اثر تھا کہ روم، شام، مصر اور عراق کے علاقوں میں جب اسلام نے فاتحانہ قدم جمائے تو کوئی ایک مثال بھی ایسی نہیں ملتی کہ وہاں کسی کو جبراً مسلمان کیا گیا ہو بلکہ یہود و نصاریٰ آزادی سے اپنی مذہبی رسومات ادا کرتے تھے ان کو ممالک اسلامیہ میں وہی حقوق حاصل تھے جو خود مسلمانوں کو ان کی جان و مال کی بھی وہی قدر و قیمت تھی جو مسلمان کی تھی۔

آج کل مذہب کی اشاعت کے لئے جو کچھ عیسائی دنیا کر رہی ہے اگر وہی طریقے اسلام اختیار کرتا تو تمام بلاد اسلامیہ میں سوائے اسلام کے کوئی دوسرا مذہب نظر نہ آتا۔ اسلام نے حریت فکر و نظر اور مساوات کے وہ اصول قائم کئے کہ سلطنت اسلامیہ کے عین شوکت و شباب اور عروج کے زمانے میں بھی یہود و نصاریٰ بلکہ مجوسی مسلمانوں کے پہلو بہ پہلو نظر آتے ہیں برصغیر پاک و ہند میں تقریباً ایک ہزار سال تک اسلام

کا آفتاب نصف النہار پہ رہا اگر یہاں کے سلاطین جبر و کراہ سے کام لیتے تو آج اس علاقے میں ایک بھی ہندو، سکھ، عیسائی اور برہمن نظر نہ آتا بلکہ سب حرف غلط کی طرح مٹ جاتے۔

اگر پیغمبر اسلام نے تیغ زن سپاہیوں کے زور سے اسلام پھیلایا ہے تو ان تیغ زن سپاہیوں کو کس تلوار سے مسلمان بنایا گیا لا محالہ کہنا پڑے گا کہ وہ اخلاق مصطفےٰ کی تلوار تھی جس سے کہہ دمہ، صغیر و کبیر، ملکی غیر ملکی، آقا و غلام مرد و زن، یگانہ اور بیگانہ گورا اور کالا حبشی و رومی اور عربی و عجمی سب مفتوح ہوتے چلے گئے۔ "اسلام تلوار کے زور سے پھیلا" اگر یہ اصول درست ہے، تو مقام غور ہے کہ آج حبشہ میں نصف آبادی مسلمانوں پر مشتمل ہے وہاں تو مسلمان تلوار لے کر کبھی نہیں گئے وہاں اسلام کیسے پہنچ گیا؟ چین میں تقریباً پانچ کروڑ مسلمان آباد ہیں اس خطے میں تو کوئی لشکر اسلام داخل نہیں ہوا جزائر ملایا مسلم سلاطین کی تاخت و تاراج سے ہمیشہ محفوظ رہا مگر آج وہاں بھی پانچ کروڑ فرزندان توحید آباد ہیں کیوں؟ ترک، تاتار نے تو خود مسلمانوں پر تلوار چلائی تھی ان پر کس نے تلوار چلائی، اور مسلمان کیا؟ سیلون اور برما میں مسلمانوں نے کبھی بھی قبضہ نہیں کیا مگر وہاں مسلمانوں کی خاصی تعداد موجود ہے حقائق کی روشنی میں دیکھا جائے تو ان علاقوں میں دامن اسلام خون کی رنگینی سے پاک نظر آتا ہے یہاں اسلام اپنی سادگی مساوات اور زریں اصولوں کی بنا پر اپنا راستہ خود صاف کرتا چلا گیا اور معمولی لوگوں سے لیکر بادشاہوں کے قلوب پر قبضہ جماتا چلا گیا ہندو پاک میں اسلام کے پھیلنے کے حسب ذیل محرکات تھے۔

۱۔ عرب تاجروں نے یہاں آکر آبادیاں قائم کیں اور یہاں کی نو مسلم عورتوں سے شادیاں کیں۔

۲۔ نیچ ذات کے ہندو جو برہمنوں کے ظلم وستم سے نالاں تھے انھوں نے اسلام میں آکر عزت پائی۔

۳۔ عرب تاجروں کی فیاضی اور انسانیت نوازی نے غریبوں اور محتاجوں کو اپنے دامن میں جگہ دی۔

۴۔ جو لوگ ذرا ذرا سی بات پر اپنی قوم سے خارج کر دیتے جاتے تھے وہ اسلام کی برادری میں داخل ہوتے گئے۔

۵۔ بہت سے لوگ اپنے بچوں کو غربت کے سبب عربوں کے ہاتھ فروخت کر دیتے تھے وہ ان کو لیکر اسلام کی تربیت دیتے اور اپنی اولاد کی طرح پال کر جوان کرتے تھے۔

۶۔ اسلام کی روحانی طاقت کی عجیب نشانیاں ان کی نگاہوں سے گزریں جس نے ان کو اسلام قبول کرنے پر مجبور کر دیا۔

۷۔ علماء اور اولیاء کرام کے تبلیغی پروگرام پرکشش ہوتے تھے۔

بہر حال محمود غزنوی کی آمد سے پہلے ہندوستان کے اکثر گوشوں میں اسلام کی روشنی پہنچ چکی تھی۔

جہاد کی آیات مدینہ میں نازل ہوئیں ہیں یعنی کفار سے لڑنے کی اجازت اس وقت ہوئی جب کہ حضور علیہ السلام مدینہ تشریف لے جا چکے تھے۔ مکی زندگی میں تلوار تک ہاتھ لے جانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ لوگ چھپ چھپا کر حلقہ بگوش اسلام ہوتے رہے اور یہی نہیں بلکہ اسلام قبول کرنے والوں پر مصائب و آلام کے پہاڑ ٹوٹ پڑتے طرح طرح کے عذابات کے شکنجے میں جکڑے جاتے ان کے سینوں پر وزنی پتھر رکھے جاتے کفار مار مار کر تھک جاتے جلتی ہوئی آگ میں ڈال دیتے کیکر کے خشک کانٹے

بازدوں میں اس طرح چبھوئے جاتے کہ ہڈیوں سے ٹکرا کر ان کا سرا ٹوٹ جاتا غرضیکہ ان کو جور و ستم کا اس قدر نشانہ بنایا جاتا کہ تاریخ میں مثال نہیں ملتی لیکن یہ تمام مظالم یہ جلادانہ بے رحمیاں یہ عبرت خیز سفاکیاں ایک مسلمان کو بھی راہ حق سے متزلزل نہ کر سکیں بلکہ اسلام دن دگنی رات چوگنی ترقی کرتا گیا جو بھی ایک مرتبہ اسلام کے سایۂ عاطفت میں آیا۔ وہ ایسی سیسہ پلائی دیوار بن گیا کہ کفر و طغیان کی آندھیاں اور مخالفتوں کے جھکڑ اس کے پاؤں میں جنبش پیدا نہ کر سکے کیونکہ "یہ وہ نشہ نہیں جسے ترشی اتار دے۔"

ظہور اسلام سے قبل لڑائیوں میں نہایت وحشیانہ رسمیں قائم تھیں مثلاً

۱۔ اسیران جنگ کو قتل کرتے وقت چھوٹے بچوں اور عورتوں کو بھی قتل کر دیا جاتا تھا۔

۲۔ غفلت یا نیند کی حالت میں دفعتہً حملہ کر کے قتل و غارتگری شروع کر دیتے۔

۳۔ زندوں کو آگ میں جلا دیتے۔

۴۔ بچوں کو نشانہ بنا کر تیروں سے مارتے۔

۵۔ بعض اوقات ہاتھ پاؤں اور دیگر اعضاء کاٹ کر چھوڑ دیتے کہ وہ تڑپ تڑپ کر مر جائے۔

۶۔ حاملہ عورتوں کا پیٹ چاک کر ڈالتے۔

۷۔ مردوں کے ہاتھ پاؤں اور کان، ناک وغیرہ کاٹ ڈالتے۔

۸۔ مقتول کا کلیجہ نکال کر کھا جاتے مردہ کی کھوپڑی میں شراب پیتے تھے۔

اسلام نے دنیا میں آکر اپنے ماننے والوں سے کہا کہ جنگ کا مقصد

دشمن کو نقصان پہنچانا یا ہلاک کرنا نہیں بلکہ محض اس کے شر کو دفع کرنا ہے اس مقصد کے لئے اسلام نے آکر جنگ میں مندرجہ ذیل اصلاحات کیں۔

۱۔ حضور علیہ السلام جب کسی فوج کو کسی مہم پہ روانہ فرماتے تو سردار کو حکم فرماتے۔

لَا تَقْتُلُوا شَيْخًا وَلَا طِفْلًا وَلَا صَغِيرًا وَلَا امْرَأَةً (مسلم شریف)

ترجمہ: کسی بوڑھے، بچے، کمسن اور عورت کو قتل نہ کرو۔

۲۔ حضور علیہ السلام نے گرفتار شدہ کو تیروں کا نشانہ بنانے سے منع فرمایا۔

۳۔ سرور کائنات نے قاصدوں کو قتل کرنے سے منع فرمایا۔

۴۔ حضورؐ نے لڑائیوں میں عہد کی پابندی کی سخت تاکید فرمائی۔

۵۔ قیدیوں سے احسن سلوک کیا جاتا چنانچہ بدر کے قیدیوں کو صحابہ نے کھانا کھلایا۔ اور خود کھجوروں پہ گزارہ کیا غزوہ حنین میں چھ ہزار قیدی تھے ان کو نہ صرف چھوڑ دیا گیا بلکہ ان کو ۶ ہزار جوڑے بھی دیئے گے۔

۶۔ غزوات میں کسی عورت کی لاش آپ کی نظر سے گزرتی تو آپ عورتوں کے قتل سے سختی سے منع فرماتے۔

کیا ان اصلاحات کی روشنی میں کوئی سلیم الفطرت انسان یہ سوچ سکتا ہے کہ اسلام بزور شمشیر پھیلا؟ ہرگز نہیں لیکن جن مستشرقین کی آنکھوں پر تعصب کی پٹی بندھی ہوئی ہے جو چشم حقیقت بیں سے یکسر محروم ہو چکے ہیں وہ پھر بھی یہ کہتے ہیں کہ اسلام ایک خونخوار مذہب ہے اور اپنے پیروکاروں کو خونریزی کی تعلیم دیتا ہے اور جہاں پھیلا ہے تلوار اور زبردستی سے پھیلا ہے اسلام کے فیصلے کی طاقت پہلے بھی تلوار تھی اور آج بھی تلوار ہے۔

ایسے معترضین عقل سلیم اور فکر مستقیم سے کام لیکر مندرجہ ذیل حقائق کا بنظر غائر مطالعہ کریں۔

۱۔ حضور علیہ السلام کی مدنی زندگی میں سیادت اور حکومت کا جو نقشہ ہمارے سامنے ہے اس میں ایک آدمی بھی ایسا نظر نہیں آتا کہ جس کو آپ نے اسلام قبول کرنے کے لئے مجبور کیا ہو بلکہ اس بارے میں آپ کے دل میں کبھی کوئی خیال بھی پیدا نہیں ہوا چنانچہ جنگ بدر کے موقع پر کفار کے ستر آدمی گرفتار ہو کر آئے ان میں سے کسی ایک کو بھی اسلام لانے پر مجبور نہیں کیا گیا بلکہ بعض لوگ جو امیر تھے ان سے فدیہ لیکر چھوڑ دیا گیا بعض کو اس وعدے پر چھوڑ دیا گیا کہ وہ آئندہ مسلمانوں کے خلاف فتنہ پردازی نہ کریں گے اور بعض کو اس خدمت کے بدلے رہا کیا گیا کہ وہ انصار کے دس دس بچوں کو پڑھنا لکھنا سکھا دیں اور بعض کو استحساناً چھوڑ دیا گیا۔

اسی طرح غزوہ بنو قریظہ میں تقریباً دوسو یہودی گرفتار ہو کر آئے ان میں سے بعض کو فدیہ لیکر اور بعض کو استحساناً چھوڑ دیا گیا غزوہ بنی مصطلق میں ایک سو نوے سریہ حموم میں دس۔ سریہ عیص میں نو۔ غزوہ حنین میں چھ ہزار جیسے کہ پہلے ذکر ہو چکا علاوہ ازیں اور بھی کئی مقامات پر کفار خاصی تعداد میں گرفتار ہو کر آئے مگر سب کے سب کچھ معاوضہ لیکر چھوڑ دیئے گئے کسی ایک فرد کو بھی اسلام لانے پر مجبور نہیں کیا گیا۔

۲۔ سنہ ۸ھ میں جب حضور سرور کائنات فاتحانہ انداز میں مکہ میں داخل ہوئے تو آپ نے اسلام کی خوبیوں اور اس کے نظام عدل و مساوات پر ایک خطبۂ بلیغہ ارشاد فرمایا ان سامعین میں وہ لوگ بھی تھے جو اسلام کو مٹانے میں ایک دوسرے سے سبقت لے جاتے تھے اور اس کام کو وہ اپنے لئے فخر و

سعادت سمجھتے تھے وہ لوگ بھی تھے جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازیبا کلمات استعمال کرتے تھے وہ لوگ بھی جو آپ کو قسم قسم کی تکالیف پہنچانے میں راحت محسوس کرتے تھے اس وقت اگر حضور چاہتے تو تمام کفار کو مجبوراً مسلمان کرسکتے تھے لیکن اس وقت آپ نے برسرِ منبر جو اعلان فرمایا وہ یہ تھا کہ لَا تَثْرِیْبَ عَلَیْکُمُ الْیَوْمَ اِذْهَبُوْا فَاَنْتُمُ الطُّلَقَاءُ

ترجمہ:۔ تم پر کوئی الزام نہیں جاؤ تم سب آزاد ہو۔

۳۔ وہ لوگ جو صلح پر آمادہ ہو جاتے ان سے جو معاہدے کئے جاتے ان معاہدوں میں واضح کر دیا جاتا تھا کہ ان کے معابد کو کچھ نہ کہا جائیگا انہیں اپنے مذہب کے مطابق رسومات ادا کرنے کی پوری آزادی ہوتی تھی۔

اسی طرح مبلغین کی جماعتیں صرف تبلیغ کیلئے بھیجی جاتی تھیں نہ کہ لڑائی کے لئے چنانچہ علامہ طبری نے لکھا ہے۔

قَدْ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بَعَثَ حَوْلَ مَکَّۃَ السَّرَایَا تَدْعُوْا اِلَی اللّٰہِ عَزَّ وَجَلَّ وَلَمْ یَاْمُرْھُمْ بِقِتَالٍ۔

ترجمہ:۔ اللہ کے رسولؐ نے مکہ کے اطراف دعوت اسلام کے لئے جو سرایا بھیجے ان کو لڑائی کا حکم نہیں دیا تھا۔

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یمن بھیجا گیا تو خاص طور پر یہ ہدایت کی گئی کہ فَاِذَا نَزَلْتَ بِسَاحَتِهِمْ فَلَا تُقَاتِلْهُمْ حَتّٰی یُقَاتِلُوْكَ ترجمہ:۔ جب تم وہاں پہنچ جاؤ تو جب تک تم پر کوئی حملہ نہ کرے تم نہ لڑنا۔

یہ ہے اسلام کا حکم اور یہ ہے رسول خدا علیہ السلام کا طرز عمل کیا ان مسلّمہ اصول کے بعد بھی کسی مسلمان کیلئے کوئی گنجائش باقی ہے کہ کسی کو جبراً مسلمان بنائے۔

سیرت نبویؐ کا مطالعہ کیا جائے تو اس قسم کے کئی واقعات ملتے ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ اسلام نے جبر کی قطعی اجازت نہیں دی۔ خلفائے راشدین کے زمانے میں بھی ایسا کوئی واقعہ نہیں ملتا جہاں جبرو اکراہ سے کام لیا گیا ہو بلکہ اس کے خلاف یہ چیز ضرور ملے گی کہ ہر قسم کے لوگوں کو مذہبی آزادی دی گئی چنانچہ فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیت المقدس خود جاکر جو معاہدہ کیا تھا اس میں یہ صاف طور پر لکھا تھا وَلَا یُکْرَھُوْنَ عَلٰی دِیْنِھِمْ وَلَا یُضَارُّ اَحَدٌ مِّنْھُمْ

ترجمہ:۔ ان میں سے کسی آدمی پر مذہب کے بارے میں کسی قسم کا جبر نہ کیا جائے اور نہ کسی کو ان میں سے نقصان پہنچایا جائے۔

سوال:۔ اگر کسی کو جبراً مسلمان کرنا مقصود نہ تھا تو ان غزوات اور سرایا کا کیا مطلب ہے جن سے تاریخ اسلام بھری پڑی ہے۔

جواب:۔ اگر اسلامی جنگوں کی وجوہات کو دیکھا جائے تو یہ شبہ دور ہو جاتا ہے اس لئے کہ جب ملک میں فتنہ فساد پھیل جائے بدامنی عام ہو جائے حقوق انسانی کی پامالی ہو رہی ہو مذہبی آزادی مفقود ہو اس وقت مسلمانوں کو اجازت ہے کہ وہ جہاد کے ذریعے فتنہ و فساد کو ختم کریں بدامنی دور کریں مذہبی آزادی بحال کریں عدل و انصاف قائم کریں عوام الناس کے لئے زندگی پرامن بنادیں ارشاد ربانی ہے۔

وَقَاتِلُوْھُمْ حَتّٰی لَا تَکُوْنَ فِتْنَۃٌ ترجمہ:۔ اور ان سے لڑو یہاں

تک کہ فتنہ باقی نہ رہے۔

جب کفار مسلمانوں پر قسم قسم کے ظلم ڈھانے شروع کر دیں مسلمانوں کے ضمیر کی آواز سلب کرلیں۔ اور اپنے مذہب کے مطابق زندگی بسر کرنے سے روک دیں تو اس وقت مسلمانوں کو حکم ہے کہ پوری قوت سے ان کے ظلم کا قلع قمع کر دو۔ ارشاد خداوندی ہے۔

وَقَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللّٰهِ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوا إِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ ؕ

ترجمہ:۔ جو لوگ تم سے لڑتے ہیں ان سے خدا کی راہ میں لڑو مگر حد سے تجاوز نہ کرو بیشک اللہ تعالیٰ زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتا۔

دوسری جگہ ارشاد فرمایا۔

أُذِنَ لِلَّذِينَ يُقَاتَلُونَ بِأَنَّهُمْ ظُلِمُوا وَإِنَّ اللّٰهَ عَلٰى نَصْرِهِمْ لَقَدِيرٌ۔

ترجمہ:۔ ان لوگوں کو لڑائی کا حکم ہوا جن سے کافر لڑتے ہیں اس واسطے کہ ان پر ظلم ہوا اور اللہ ان کی مدد کرنے پر قادر ہے۔

جب مسلمانوں کی ایک کمزور جماعت کفار کے ظلم و ستم کا تختہ مشق بنی ہوئی ہو تو اس وقت دوسرے مسلمان جو آزاد ہیں اور جنگ کی قوت رکھتے ہیں ان پر فریضہ عائد ہوتا ہے کہ اس جماعت کو کفار کے ظلم سے نجات دلانے کے لئے جنگ کریں ارشاد ہوتا ہے۔

وَمَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ وَالْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ وَالْوِلْدَانِ الَّذِينَ يَقُولُونَ

رَبَّنَا اَخْرِجْنَا مِنْ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ اَهْلُهَا۔

ترجمہ:۔ اور تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم اللہ کی راہ میں اور ان کے واسطے جو مرد عورتیں اور بچے مغلوب ہیں نہیں لڑتے جو کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب ہمیں اس بستی سے نکال کہ یہاں کے لوگ ظالم ہیں۔

اب ظاہر ہے کہ دنیا کا کوئی عقل مند اس قسم کی لڑائیوں کو خلاف عقل قرار نہیں دے سکتا ثابت ہوا کہ اشاعت اسلام میں کسی قسم کے جبر و کراہ کو روا نہیں رکھا گیا۔

"اسلام عالمگیر مذہب ہے"

اسلام ایک مذہب ہے جس میں گورے کالے اسود احمر سب برابر ہیں اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جو قومی اور خاندانی تعصبات کا قلع قمع کرتا ہے نسلی اور قبائلی امتیازات کو دور کرتا ہے چنانچہ ارشاد ربانی ہوتا ہے۔

یٰاَیُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّ اُنْثٰى وَ جَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّ قَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ۔

ترجمہ:۔ اے لوگو ہم نے تمہیں مرد اور عورت سے پیدا کیا اور تمہاری شاخیں اور قبیلے بنائے تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچانو تم میں سے اللہ کے نزدیک سب سے معزز وہ ہے جو سب سے زیادہ متقی ہے۔

گویا قرآن نے ہدایت فرمائی کہ تمہاری قومی تعریفات اور قبائلی

امتیازات محض ایک دوسرے کو پہچاننے کے لئے ہیں یہ کچھ فخر ومباہات اور بڑائی کی بات نہیں اللہ کے نزدیک بڑا وہی ہے جو اس کے احکامات کو پورا کرتا ہے گورا کالا ہونا مغل پٹھان اور راجپوت ہونا نہ باعث عزت ہو سکتا ہے اور نہ باعث ذلت چنانچہ حضور علیہ السلام نے بھی اپنے حجۃ الوداع کے خطبے میں ارشاد فرمایا اے لوگو! تمہارا رب ایک ہے اور تمہارا باپ بھی ایک ہے تم سب آدمؑ کے بیٹے ہو اور حضرت آدم علیہ السلام مٹی سے پیدا کئے گئے تھے تم میں سے اللہ کے نزدیک زیادہ عزت والا وہ ہے جو زیادہ متقی ہو پس عربی کو عجمی پر یا عجمی کو عربی پر کالے کو گورے پر یا گورے کو کالے پر کوئی بزرگی نہیں سوائے تقویٰ کے۔

اسلام ہی وہ مذہب ہے جس نے بلال حبشی عثمان غنی صہیب رومی ابوذر غفاری ثمامہ نجدی اور ابوسفیان اموی رضوان اللہ علیہم اجمعین کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کر دیا اسلام ہی ایک جامع مکمل معقول اور محفوظ دین ہے جو سارے جہان سارے زمانے اور ساری انسانی آبادی کیلئے ہے اسلام ہی خدا کا آخری پیغام ہے اور قیامت تک کے انسانوں کیلئے مکمل دستور حیات ہے اسلام کے بعد کوئی دین آنے والا نہیں کیوں کہ اکمال دین اور اتمام نعمت ہو چکی۔

جب اس دین کے بعد کوئی دین نہیں اور اس قانون کے بعد کوئی خدائی قانون نہیں اور اس رسولؐ کے بعد کوئی رسولؐ نہیں تو ظاہر ہے کہ بقائے حق کے لئے اس دین کا عالمگیر ہونا ضروری ہے۔ عالمگیر مذہب وہ ہو سکتا ہے جو اپنی بنیادی تعلیمات میں مکمل ہو اس کی بنیادی کتاب تحریف سے محفوظ ہو اور اس کے اصول عقل سلیم کے موافق اعتدال ذلوازن اور

Marfat.com

جامعیت کے حامل ہوں۔

اب ہم عالمگیر مذہب کی خصوصیات تفصیل سے بیان کرتے ہیں۔

اکمال دین

جس طرح حضور علیہ السلام کی ذات اقدس میں تمام سابقہ انبیا علیہم السلام کے کمالات پائے جاتے ہیں۔ اسی طرح آپ کا دین بھی تمام سابقہ ادیان پر حاوی ہے آپ کی تعلیم مکمل ترین تعلیم ہے زمانہ قدیم کے تمام انبیاء و رسل اور رہنمایان اقوام عالم کی تعلیمات کا جو حصّہ اس وقت دنیا میں موجود ہے آپ ان سب کو دیکھ لیجئے کہیں بھی آپ کو ایسا لائحہ عمل نہیں ملے گا جو ہر زمانہ اور ہر مزاج کے تمام انسانوں کی تمام ضروریات کا پورا پورا حل پیش کر سکتا ہو۔ یہ صرف اسلام ہی ہے جس نے زندگی کے ہر شعبے میں انسان کی رہنمائی کی ہے۔ اس میں زندگی کا پورا نظام موجود ہے۔ اسلام نے ماں کے پیٹ میں آنے کے وقت سے قبر میں جانے تک کے تمام نظام کو کھول کر بیان کر دیا زندگی کے ہر شعبے کو سنبھالا بچے کو دودھ پلانا دودھ چھڑانا پرورش کرنا، تعلیم، روزگار، شادی بیاہ خوشی غمی کے سارے احکام تفصیل وار بیان کر دیئے غریب و امیر سلطان و وزیر، تارک الدنیا اور عیالدار سب کے لئے قانون بنا دیئے دوسرے مذہبوں میں یہ بات نہیں ہے۔

ذوالحجہ کی نویں تاریخ تھی اور آفتاب نبوت ایک لاکھ قدسیوں کے ساتھ میدان عرفات میں ضیا پاشی کر رہا تھا کہ خالق کائنات کی طرف سے یہ زندہ جاوید نوید آپ کو پہنچی کہ ،

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ

وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا ؕ

ترجمہ:۔ میں نے آج کے دن تمہارے دین کو تمہارے لئے مکمل کر دیا اور اپنی نعمت تم پر مکمل کر دی اور تمہارے لئے دین اسلام کو پسند کیا۔

اس وقت آپ نے عرفات کی بلند ترین پہاڑی پر چڑھ کر امت کو یہ مژدہ جانفزا سنایا اور اس مقدس ترین مجمع کو شاہد بنا کر خدا کی طرف سے یہ اعلان کر دیا کہ دین اسلام مکمل ہو گیا۔ ہدایت۔ سعادت اور دین حق بتمام و کمال سرور کائنات ؐ کی وساطت سے پہنچا دیا گیا اور جو قانونِ حیات پہلے انبیاء کے واسطے سے تھوڑا تھوڑا کر کے دنیا میں رائج کیا گیا تھا۔ اب وہ اپنے کمال کو پہنچ گیا ہے اور معرفت الٰہی اور علم حق کا جو نصاب اب تک نامکمل تھا وہ آج مکمل کر دیا گیا ہے اور اب اس سلسلے کی کوئی چیز باقی نہیں رہی جس کی تعلیم کے لئے کسی اور نبی یا رسول کی ضرورت ہو۔

دعویٰ عالمگیری

اقوام عالم کے مذہبی رہنماؤں کی تعلیمات پر نظر ڈالیے تو معلوم ہو گا کہ ان میں سے کسی نے بھی اپنی تعلیم کی ہمہ گیری کا دعویٰ نہیں کیا اور ان کی تبلیغی سرگرمیاں کسی حد تک محدود رہی ہیں اور چاہیئے بھی یہی تھا کہ ان کے پاس جو لائحہ عمل تھا اس میں عالمگیری کی صلاحیت نہ تھی اور نہ وہ یکساں طور پر بنی آدم کے تمام طبقوں کے لئے قابل عمل تھا یہ صرف امام الانبیا ہی کی ذات والاصفات تھی جنہوں نے دعویٰ کیا کہ میری دعوت تمام نوع انسانی کے لئے ہے اور میرا لایا ہوا دین تمام بنی نوع انسان کیلئے ہے چنانچہ ارشاد ربانی ہوتا ہے۔

قُلْ یٰاَیُّهَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْکُمْ جَمِیْعًا

ترجمہ:۔ فرما دیجئے اے لوگو میں تم سب کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں۔

اس آیت کریمہ سے ثابت ہوا کہ آپ ہر خاص و عام ہر امیر و غریب ہر عربی و عجمی اور ہر ہندی و سندھی کی طرف بحیثیت رسول تشریف لائے۔ آپ کی رسالت کسی قوم کسی وطن کسی خاندان کسی ملت اور کسی گروہ کے ساتھ خاص نہیں بلکہ آپ کی رسالت کا دائرہ اتنا وسیع ہے کہ تمام نسل انسانی اس میں آجاتی ہے ایک اور مقام پر ارشاد ہوتا ہے۔

وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ

ترجمہ:۔ ہم نے آپ کو ساری دنیا کے واسطے رحمت بنا کر بھیجا۔

اسلام کے عالمگیر اور تمام دنیا کے مذہب ہونے پر اس سے بڑی دلیل اور کیا ہو سکتی ہے کہ اس کا معبود اور خدا وہ ہے جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے الحمد للہ رب العالمین اس کی کتاب تمام جہان والوں کے لئے رہنمائی کا سرچشمہ ہے اس کا رسول تمام جہانوں کے لئے رحمت ہے اور ان کی رحمت ان کی خیر خواہی کسی خاص قوم یا ملک سے مختص نہیں بلکہ خدا تعالیٰ کی ربوبیت عامہ کی طرح حبیب خدا علیہ السلام کی رحمت بھی عام ہے ہر وہ چیز جو خدا تعالیٰ کی مربوب ہے حضور سرور کائنات کی مرحوم ہے جیسے کوئی ذرہ کائنات خدا کی ربوبیت سے محروم نہیں اسی طرح کائنات عالم کا کوئی ذرہ حضور کی رحمت سے خالی نہیں جس طرح خدا کی ربوبیت اور حضور کی رحمت ساری دنیا کے لئے ہے اسی طرح قرآن کریم بھی تمام جہان کے لئے ہدایت ہے اس میں بھی کسی قوم کسی ملک یا زمانہ کی قید نہیں بلکہ دنیا کا ہر ایک

انسان خواہ وہ کسی ملک یا قوم سے تعلق رکھتا ہو قرآن میں اس کے لئے نصیحت نامہ ہے بلکہ اس کا قبلہ بھی تمام جہان والوں کے لئے ہدایت کا منبع ہے۔

ان حقائق کی روشنی میں سوائے اسلام کے اور کونسا مذہب ایسا ہو سکتا ہے جو عالمگیر ہو یہ اسلام ہی ہے جو تمام بے چین دلوں کو چین اور سکون کی دولت سے مالا مال کرتا ہے جو تمام پریشان حال لوگوں کے اضطراب کا حل پیش کرتا ہے مسلمان ایک خدا کے بندے ایک رسول کی امت ایک کتاب کے ماننے والے اور ایک قانون شریعت کے قائل ہیں اور ایک مرکز کعبہ کی طرف متوجہ ہونے والے ہیں۔ لہٰذا ان کا یہ دعویٰ کہ خدا ایک رسول ایک اور قبلہ بھی ایک اور تمام انسانوں کا دین بھی ایک ہی ہونا چاہیئے حقیقت پر مبنی ہے قرآن مجید نے خدا تعالیٰ کے بارے میں فرمایا الحمد للہ رب العالمین۔ ترجمہ:۔ تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے۔ قرآن کے بارے میں ارشاد ہے۔

اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٰى لِلْعَالَمِيْنَ ترجمہ:۔ نہیں ہے وہ (قرآن) مگر تمام جہانوں کے واسطے نصیحت۔

کعبہ کے بارے میں فرمایا۔

اِنَّ اَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِيْ بِبَكَّةَ مُبٰرَكًا وَّ هُدًى لِّلْعٰلَمِيْنَ ط

ترجمہ:۔ بیشک سب میں پہلا گھر جو لوگوں کی عبادت کا مقرر ہوا وہ ہے جو مکہ میں ہے برکت والا اور سارے جہان کا رہنما

حضورؐ کے متعلق ارشاد خداوندی ہے۔

وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ

ترجمہ: ہم نے آپ کو تمام جہانوں کے واسطے رحمت بنا کر بھیجا۔
جب مرکز اسلام کی ہدایت عالمگیر اسلام کی مقدس کتاب قرآن پاک کی نصیحت عالمگیر پیغمبر اسلام کی رحمت عالمگیر اور خالق کائنات کی ربوبیت عالمگیر تو اسلام کیونکر عالمگیر مذہب نہ ہوگا۔

رحمۃ للعالمین

جب نبی کریمؐ جملہ عالم کیلئے رحمت ہیں تو ان کی رسالت بھی ساری دنیا کے لئے ہوگی کیونکہ آپ کا رحمۃ للعالمین ہونا رسالت کی جہت سے ہے جب رحمت ہمہ گیر ہے تو رسالت ہمہ گیر ہے اور رحمۃ للعالمین وہی ذات ہو سکتی ہے جو تمام عالموں کی فلاح و بہبود اور عروج دار تقاء کے لئے اپنی زندگی وقف کر دے جو بندوں کو خدا سے ملا دے جو حسن الوہیت کے جلوے انسانوں کو دکھلائے جو دلوں کو پاک ارواح کو روشن، دماغوں کو درست طبائع کو ہموار کرے جو اپنی حکیمانہ تعلیم کی وجہ سے امن عامہ کو مستحکم اور مصلحت عام کو استوار کرے جو غریبی اور امیری جوانی و پیری امن و جنگ۔ گدائی و بادشاہی مستی و پارسائی رنج و راحت حزن و مسرت، کے ہر مقام ہر درجہ پہ انسان کی رہنمائی کرے جو آسمانوں کی بلندی زمین کی پستی، رات کی تاریکی دن کی روشنی۔ آفتاب کی چمک، جگنو کی دمک ذرہ کی پرواز قطرے کی طراوت میں عرفان ربانی کی سیر کرائے جو خشک میدانوں میں علم و معرفت کے دریا بہائے جو بنجر زمینوں سے کتاب و حکمت کے چشمے چلائے جو دشمنوں کو اپنے مکارم اخلاق سے اپنا گرویدہ بنائے جو اخلاص اور صدق و صفا کا منبع ہو جو صبر و تحمل کا معدن ہو جو رحمت

ربانی کا پتلا ہو جس نے ملکوں کی دوری اقوام و ملل کی بیگانگی کا تفاوت زبانوں اور رنگوں کا فرق دور کر کے سب کے دلوں میں ایک ولولہ سب کے دماغوں میں ایک تصور سب کی زبانوں پر ایک ہی کلمہ جاری کر دیا ہو۔

الغرض حضور علیہ السلام کا رحمۃ للعالمین ہونا اس بات کی بین دلیل ہے کہ آپ جس دین کو لیکر تشریف لائے ہیں وہ تمام بنی نوع انسان کے لئے مکمل ضابطہ حیات ہے۔

محفوظیّت

چونکہ دین اسلام مکمل قانون اور تمام انسانوں کے لیئے واجب العمل ہے اس لئے ضروری ہے کہ وہ ہر قسم کی تحریف و تبدیل اور تنسیخ سے ابد الآباد تک کیلئے محفوظ کر دیا جائے چنانچہ خود اسے نازل کرنے والے ہی نے اس کی حفاظت بھی اپنے ذمہ لے لی ہے۔ ارشاد ربانی ہے۔

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ٭

ترجمہ:- ہم نے ہی اس کتاب کو اتارا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کریں گے۔

یہ صرف اس وعدہ ربانی کا نتیجہ ہے کہ آج تقریباً چودہ سو سال کا زمانہ گزرنے کے بعد قرآن کا ایک ایک حرف بلکہ زیر و زبر بھی اسی طرح محفوظ ہے جس طرح اس وقت جب کہ نازل ہوا تھا دینی انحطاط کے اس دور میں لاکھوں سے زیادہ قرآن کریم کے حفاظ موجود ہیں اور ہزاروں سے زیادہ ایسے اہل علم بھی پائے جاتے ہیں جو برجستہ بتا سکتے ہیں کہ فلاں حرف قرآن کریم میں کتنی جگہ آیا ہے اور اگر کوئی بڑے سے

بڑا دشمن اسلام اس میں ایک حرف بھی کم و بیش کرنا چاہئے تو اس میں کامیاب نہیں ہو سکتا۔

معقولیّت

انسان کا امتیازی وصف عقل ہے جس کی وجہ سے انسان کو عام حیوانات سے امتیاز حاصل ہے اور جس کی وجہ سے صحیح اور غلط حق اور باطل اچھے اور بُرے کے درمیان فرق معلوم ہوتا ہے عقل انسانی بھی فطرت انسانی کی طرح عالمگیر ہے۔

لہذا خالق کائنات نے انسانی فلاح و صلاح کے لئے جو عالمگیر دین متعین کیا ہے اس کے لئے ضروری ہے کہ اس دین کے قواعد و ضوابط اصُول و قوانین معقول اور انسانی عقل کے موافق ہوں تاکہ انسان اس کو قبول کر سکے مگر اسلام کے سوا کوئی دین کوئی مذہب ایسا نہیں جس کے اصُول اور قوانین معقول ہوں۔ مثلاً انسان کو خدائی میں اللہ کا شریک کر دینا یا کسی انسان کو خدا بنا لینا جیسا کہ بدھ مذہب میں اور ہندو مذہب میں یہی تصوّر پیش کیا گیا ہے بلکہ ان کے سوا لاکھوں اور کروڑوں دیوتاؤں کو بھی خدائی درجے پر فائز کر دیا گیا حالانکہ ان کے پاس ان ہستیوں کو خدا کے اس منصب رفیع پر فائز کرنے کا نہ صرف یہ کہ کوئی عقلی ثبوت نہیں بلکہ ان کے خلاف عقلی دلائل موجود ہیں تقریباً یہی تصوّر یہودیت اور عیسائیت میں بھی موجود ہے چنانچہ یہودیوں نے حضرت عزیر علیہ السلام کے بارے میں اور عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں یہی تصوّر پیش کیا ہے

یہودیوں کی تعلیماتِ خُدا کے متعلق اتنی بعید از عقل ہیں کہ کوئی عقلمند انسان ان کو تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں۔ مثال کے طور پر توریت میں ایک جگہ لکھا ہے کہ خداوند زمین پر انسان کے پیدا کرنے سے پچھتایا اور نہایت دلگیر ہُوا۔ اور عیسائیوں کا عقیدہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام خدا بھی ہیں اور یہودیوں کے ہاتھوں سُولی بھی دیئے گئے۔

اس کے خلاف عقل سلیم اور فکر مستقیم کے عین مطابق عقیدہ توحید نظام عالم کی وحدت یکسانیت سے صاف ظاہر ہے کہ صرف ایک قوت اس نظام کو چلا رہی ہے اس میں اس کا نہ کوئی شریک ہے اور نہ کوئی ساجھی اس طرح اسلام کے تمام عقائد، اعمال، اصُول وفروع عبادات و معاملات معقولانہ اور حکیمانہ ہیں شریعتِ اسلام نے ایسے دانشمندانہ اصُول اور عظیم الشان قانون وضع کیئے ہیں کہ سارے جہاں میں ان کی نظیر نہیں ملتی۔

"اعتدال اور توازن"

عالمگیر مذہب کا قانون نہ زیادہ سخت اور نہ زیادہ نرم ہونا چاہیئے بلکہ حد اعتدال پر ہونا چاہیئے کیونکہ انتہائی سختی اور انتہائی نرمی دفع وقتی کے لیئے ہُوا کرتی ہے ہمہ وقتی کے لیئے نہیں یہ خصُوصیت صرف تعلیماتِ اسلامیہ ہی میں پائی جاتی ہے یہودیت اور عیسائیت کے قوانین میں نہیں کیونکہ توریت کے احکام اور قوانین اس قدر سخت ہیں کہ وہ بہت مدت تک زمانے کا ساتھ نہ دے سکے۔ یہاں تک سختی تھی کہ اگر کوئی کپڑا ناپاک ہو جاتا تو وہ دھلنے سے پاک

نہ ہوتا بلکہ اس کو وہاں سے کاٹ کر پاک کرنے کا حکم تھا کبیرہ گناہوں کی توبہ قتل نفس کی صورت میں کی جاتی۔

اس کے برعکس انجیل کے احکام و قوانین بہت حد تک نرم اور لچک دار تھے جو زمانہ دراز تک انسانی مصلحتوں کو پورا کرنے کے لئے ناکافی تھے انجیل کا حکم ہے کہ اگر کوئی تمہارے ایک گال پہ کوئی تھپیڑ مارے تو دوسرا گال بھی اس کے سامنے کر دو۔ دورِ حاضر کی رو سے یہ حکم بالکل ناقابل عمل ہے آج دُنیائے عیسائیت میں کوئی اس پر عمل کرتے ہوئے نظر نہیں آتا کیونکہ دنیا کا انتظام و انصرام نہ تو زیادہ سختی سے قائم رہ سکتا ہے اور نہ ہی زیادہ نرمی سے اگر بادشاہ کے قوانین بہت سخت ہوں تو عوام آخر تنگ آ کر علم بغاوت بلند کر دیتے ہیں۔ اور اگر احکام اور قوانین بہت نرم قسم کے ہوں تو عوام اس قدر دلیر ہو جاتے ہیں کہ حاکم وقت کو خاطر میں نہیں لاتے۔ اس لئے عالمگیر مذہب کا قانون متوازن اور معتدل ہونا ضروری ہے تاکہ وہ قانون آخری زمانہ تک ساتھ دے۔ اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جس کا قانون اعتدال اور موزونیت کے ترازو میں تلا ہوا ہے یہی وجہ ہے کہ آج اقوام عالم اسلام کے اصول و ضوابط کو قدر کی نگاہ سے دیکھتی ہیں اور انسانی زندگی کی کامیابی کا راز انہیں اصولوں کی پابندی میں سمجھتی ہیں۔ چنانچہ بہت سے غیر مذہب والوں نے اسلام کے بعض اصولوں کو اپنے ہاں رائج کیا ہوا ہے۔

جامعیت

انسان کی زندگی میں بے شمار مسائل پیش آتے ہیں اس لیے عالمگیر

مذہب وہی ہو سکتا ہے جس میں ہر قسم کے مسائل کا حل موجود ہو خواہ وہ مسائل اعتقادی ہوں یا عبادائی یا معاشرتی ہوں یا سیاسی، تمام۔ شعبہ ہائے حیات انسانی کے لئے اس دین میں کامل ہدایات موجود ہوں وہ مذہب امیر و غریب اور شاہ و گدا سب کے لیے بیک وقت رہنمائی کرتا ہو۔ اس میں فقط مذہبی رسومات ہی نہ ہوں بلکہ پوری زندگی کا دستور العمل بھی ہونا چاہیئے۔ جس میں زندگی کے تمام شعبوں کے لیئے حکیمانہ قوانین موجود ہوں اور فطرت صحیحہ کے اقتضاء کے عین موافق ہوں جب ہم اس معیار پر ادیانِ عالم کا مطالعہ کرتے ہیں تو اسلام کے سوا ہمیں کوئی ایسا مذہب نہیں ملتا جو اس معیار پر پورا اترتا ہو اس لیئے بہت سے مخالفین اسلام نے واشگاف الفاظ میں اسلام کے قوانین کی جامعیت کو تسلیم کیا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ اسلام اپنے اندر تمام معاشی، سماجی، تجارتی، عدالتی اور مذہبی مسائل کا حل لیے ہوئے حیات آفرین پیغام دیتا ہے لہذا یہی عالمگیر مذہب ہو سکتا ہے۔

اسلام کا تصوّرِ قانون

قانون کی ضرورت:۔ قانون کی تعریفات کثیرہ سے دامن بچاتے ہوئے عرض کرتا ہوں کہ قانون کی ضرورت و اہمیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ چنانچہ قانون کی اہمیت کو فلسفہ تاریخ کے بانی اور اسلام کے نامور فلاسفر ابنِ خلدون کے الفاظ میں پیش کیا جاتا ہے آپ فرماتے ہیں "چونکہ انسان مدنی الطبع واقع ہوا ہے لہذا اس کے لیے اجتماعی زندگی ناگزیر ہے

حکماء اس کو مدنیت کہتے ہیں اور اسی کا نام "عمران" ہے۔ انسان کے مدنی الطبع ہونے کے معنی یہ ہیں کہ انسان اپنی ضروریات زندگی خود مہیا نہیں کر سکتا بلکہ نوع انسانی کی زندگی، سوسائٹی اور باہمی تعاون کے بغیر ممکن نہیں۔ جب مل جل کر زندگی گزاری جائے۔ تو اس بات کی ضرورت پیش آتی ہے کہ آپس میں لین دین کیا جائے اور ضروریات زندگی فراہم کرنے کے لیے ایک دوسرے سے مدد لی جائے۔ انسان کے حیوانی جذبے کا تقاضا یہ ہے کہ ایک دوسرے کی طرف دستِ ظلم دراز کرے اور اندریں حالات ایک با اختیار حاکم کے بغیر جو ظلم و تعدی کو مٹا کر عدل و انصاف کو قائم کر سکے۔ دنیا میں نوع انسانی کی بقا ممکن نہ تھی، قانون اسی ضرورت کو پورا کرتا ہے"۔

(مقدمہ ابن خلدون ص ۱۶۲،۳۵)

مندرجہ صدر حقیقت کا یہ بدیہی نتیجہ ہے کہ قوانین و شرائع معرض وجود میں آئیں تاکہ افراد کے باہمی مخاصمات کا فیصلہ کیا جا سکے اور ان قوانین کے پیش نظر ہر فرد کے حقوق کا تعین ہو جائے اور اس کے باہمی جدال و نزاع کی روک تھام ہو سکے۔

ابتدائی دور میں انسانوں کی زندگی چونکہ بالکل سادہ تھی اس لئے ان کے عادات و رسوم بھی سادہ تھے اس زمانے میں قوانین کا نفاذ قبیلہ کی رائے عامہ اور اس کے سردار کے اقتدار پر موقوف تھا اور کبھی بمصداق "جس کی لاٹھی اس کی بھینس" انفرادی اقتدار پر بھی!

جب انسانی تمدن ترقی پذیر ہُوا تو اس کے معاشرے کے حالات بھی بدلے انسانوں میں مختلف قسم کے روابط و مراسم استوار ہُوئے اور ان میں پیچیدگیاں اور دشواریاں پیش آنے لگیں حقوق انسانی کی

Marfat.com

حفاظت کے لیے واضح قوانین کی ضرورت پیش آئی پھر یہ قوانین عادات ورسوم سے الگ ہونے لگے سردار قبیلے کی جگہ حکومت نے لے لی جو اپنی اجتماعی طاقت کے ذریعے قوانین کو نافذ کرنے لگی۔

اسلامی قانون کی ہمہ گیری: قانون کے بارے میں مسلمانوں کا زاویۂ نگاہ دنیا کی دوسری قوموں کے نقطۂ نظر سے مختلف رہا ہے اسلام زندگی کو ایک ناقابلِ تقسیم وحدت تصوّر کرتا ہے اور پوری زندگی کو الہامی زندگی کے تابع بناتا ہے۔ خالقِ کائنات اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے انسانی زندگی کی تعمیر و تشکیل کے لیے جو احکام دیے ہیں انہی کا نام اسلامی قانون ہے۔ یہ احکام زندگی کے تمام شعبوں کا احاطہ کرتے اور انفرادی و اجتماعی سیاسی و معاشرتی تمدنی و معاشی، دیوانی و فوجداری ملکی اور بین الاقوامی ہر پہلو کی اصلاح کرتے ہیں۔ اسلام کا تصوّر قانون نہایت ہمہ گیر ہے اور مہد سے لحد تک انسان کی پوری زندگی کے لیے ضابطہ حیات دیتا ہے۔ اسی ضابطۂ حیات کو زندگی کے تمام شعبوں اور مرحلوں میں جاری و ساری کرنا مسلمان کا بنیادی فرض ہے ایسا فرض جس پر اقامت دین کا مدار و انحصار ہے۔

مسلمانوں کے لیے قانون کا سوال کبھی بھی صرف علمی اور نظری نہیں رہا ہے۔ اسلامی قانون ان کے معاشرے میں زندہ اور متحرک قوت ہے وہ ان کی روزمرہ زندگی کی تشکیل کرتا ہے۔ گذشتہ چودہ صدیوں میں ہر دور میں اور ہر زمانہ میں ان کی انفرادی زندگی کی شیرازہ بندی یہی قانون کرتا رہا ہے اور آج بھی کر رہا ہے۔ . . . البتہ مسلمانوں کے ہاتھ سے سیاسی اقتدار کے نکل جانے سے ملک کا قانون آہستہ آہستہ

شریعت اسلامی سے دوری اختیار کرتا گیا اور مغربی استعمار نے مسلمانوں پر مغربی قوانین کو مسلط کر دیا۔

اسلام ایک جامع نظام حیات اور ایک ناقابل تقسیم وحدت ہے اس میں مادی اور روحانی، مذہبی اور سیاسی کوئی تفریق نہیں بلکہ اسلام اسی وقت پورے حسن اور توازن کے ساتھ قائم و نافذ ہو سکتا ہے۔ جب ریاست کی قوت، خدا کے احکام کی تابع اور اسلامی نظام کی محافظ ہو۔ اگر اس میں کوئی خلا پیدا ہو جاتا ہے تو اسلام کی اجتماعی افادیت کو سخت دھچکا لگتا ہے اور اسلام اپنا صحیح تعمیری کردار ادا نہیں کر پاتا۔ اس کو ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان الفاظ میں ادا فرمایا ہے "اسلام اور حکومت دو جڑواں بھائی ہیں دونوں میں سے کوئی ایک دوسرے کے بغیر درست نہیں رہ سکتا۔ پس اسلام کی مثال ایک عمارت کی ہے اور حکومت اس کی نگہبان ہے۔ جس عمارت کی بنیاد نہ ہو وہ گر جاتی ہے اور جس کا نگہبان نہ ہو وہ ضائع ہو جاتا ہے"۔ (کنز العمال)۔ حقیقت یہ ہے کہ مسلمانوں کا سب سے بڑا مسئلہ یہی ہے کہ وہ اس نگہبان سے محروم ہو گئے جو نظام اسلامی کا محافظ تھا۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ یہ عمارت آہستہ آہستہ گرنا شروع ہوئی۔ رہزنوں اور لٹیروں نے ہر قسم کی لوٹ مار کی اور مسلمانوں کی زندگی کا شیرازہ بکھر گیا۔ اسلامی معاشرہ میں وحدت کی جگہ تفریق اور ہم آہنگی کی جگہ تناقض و تضاد نے لے لی۔

اسلام پوری زندگی پہ خدا کے قانون کی حکمرانی چاہتا ہے اسلامی قانون صرف انفرادی زندگی کے لیے نہیں ہے بلکہ وہ زندگی کے

Marfat.com

تمام شعبوں پر حاوی ہے بلکہ بالفاظ صحیح تر اس کا اصل دائرہ عمل، اجتماعی زندگی ہے اس سے زندگی سنورتی ہے اور سوسائٹی میں نیکی رواج پاتی ہے، اسلام ایک ہمہ گیر قوت بنتا ہے اور معاشرہ رونما ہوتا ہے جس پر سیدنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے الفاظ میں آسمان اپنی برکتیں نازل کرتا ہے اور زمین اپنے خزانے اگل دیتی ہے۔ یہ کیفیت اسی وقت پیدا ہوتی ہے جب پوری زندگی پر اسلامی قانون کی نگرانی ہو اور انفرادی و اجتماعی، سیاسی و معاشی ملکی اور بین الاقوامی ہر دائرہ میں اسلامی قانون جاری و ساری ہو۔ اسلام زندگی میں کسی دوئی کو گوارا نہیں کرتا اس کا مطالبہ یہ ہے دین میں پورے پورے داخل ہو جاؤ اور شیطان کے نقش قدم پر نہ چلو (البقرہ) قرآن انبیاء کی بعثت کا ایک اہم مقصد ہی یہ بتاتا ہے کہ وہ خدا کی زمین پر خدا کا قانون نافذ کریں انسانوں کے درمیان خدا کی نازل کردہ ہدایات کے مطابق انصاف قائم کریں۔ قرآن سے یہ حقیقت کھل کر سامنے آتی ہے کہ اسلام کا یہ بنیادی مطالبہ ہے کہ ملکی قانون خدا کی شریعت کے مطابق ہو اور ریاست کی قوت اقامت دین کے لیے استعمال کی جائے اگر ایسا نہ ہو تو پھر نہ اسلامی زندگی مکمل ہے نہ اسلامی نظام قائم و فعال ہے اور نہ معاشرہ کو اخلاقی اقدار کی برکتیں نصیب ہوتی ہیں اس کا لازمی نتیجہ یہی نکلنا چاہیے کہ زندگی میں تناقض و تضاد رونما ہو اور اسلامی وحدت مجموعہ اضداد بن کر رہ جائے۔

کیا یہ تناقض نہیں ہے کہ اگر ایک ملک کے باشندے مسلمان ہیں اور وہ اپنے کو خدا کا بندہ اور غلام سمجھتے ہیں تو یہ کیوں کر ممکن ہے

کہ انہی افراد سے جو معاشرہ وجود میں آتا ہے وہ اجتماعی طور پر اسی مالک اور آقا کے قانون کا باغی ہو جائے انفرادی زندگی میں مسلمان اور اجتماعی زندگی میں فسق و کفر کے علمبردار گھر میں خدا کے اطاعت شعار اور میدان سیاست میں مغربی جہالت کے پرستار۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ مسلمان اتنے عظیم تضاد کا شکار ہو جائیں۔

اسی تناقض و تضاد کا احساس ہے جس نے مسلمانوں کو نظام کفر و فسق میں کبھی چین کی ایک رات اور سکون کا ایک دن بھی نہیں گذارنے دیا اور ہمیشہ اس امر کی کوشش کرتے رہے کہ ان کی اجتماعی زندگی خدا کے قانون کے تابع ہو اور اسلامی شریعت ہر شعبہ حیات کی روحِ رواں بن جائے

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے یہی کلمہ بلند کیا۔

اسلام میں قانون سازی کا تصوّر:۔ اسلام میں قانون سازی کا دائرہ عمل کیا ہے؟ اس کو سمجھنے کے لئے ضروری ہے کہ پہلے دو باتیں واضح طور پر ہماری نگاہ میں رہیں۔

۱۔ **حاکمیّت الٰہیہ:۔** اوّل یہ کہ اسلام میں حاکمیت خالصتاً اللہ تعالیٰ کی تسلیم کی گئی ہے۔ قرآن عزیز عقیدہ توحید کی جو تشریح کرتا ہے اس کی رُو سے خدائے وحدہٗ لاشریک صرف مذہبی معنوں میں معبود نہیں ہے بلکہ سیاسی اور قانونی مفہوم کے لحاظ سے حاکم مطاع امر و نہی کا مختار اور واضع قانون بھی ہے خدا کی اس قانونی حاکمیت کو قرآن اتنی ہی وضاحت اور اتنے ہی زور سے پیش کرتا ہے جس کے ساتھ اس نے خدا کی مذہبی معبودیت کا عقیدہ پیش کیا ہے۔ اس کے نزدیک خدا کی یہ دونوں حیثیتیں اس کی الوہیت کے لازمی تقاضے ہیں جن کو ایک دوسرے سے علیحدہ نہیں کیا جا سکتا۔ اور ان میں سے جس کا بھی انکار کیا جائے وہ لازماً خدا کی الوہیت کا انکار ہے اس کے

Marfat.com

علاوہ وہ اپنی ساری دعوت ہی اس بنیاد پر اٹھاتا ہے کہ اپنی اجتماعی اور اخلاقی زندگی میں خدا کے اس شرعی قانون کو تسلیم کرنا چاہیئے۔ جو اس نے اپنے انبیأ کے ذریعے سے بھیجا ہے اس کا نام اسلام ہے۔

۲۔ اتباعِ سُنّت :۔ دوسری بات جو اسلام میں اتنی ہی اہمیّت رکھتی ہے جتنی کہ توحیدِ خُداوندی۔ وہ یہ چیز ہے جس کی بدولت توحید کا عقیدہ محض تخیّل سے ایک عملی نظام کی شکل اختیار کرتا ہے اور اسی پر اسلام کے پُورے نظام زندگی کی عمارت قائم ہوئی ہے۔ یہی محمدی قانون وہ بالاتر قانون ہے جو حاکم اعلیٰ کی مرضی کی نمائندگی کرتا ہے۔ اسلامی قانون حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے ہم کو دو شکلوں میں ملا ہے ایک قرآن جو لفظ بہ لفظ خُداوند عالم کے احکام و ہدایات پر مشتمل ہے۔ دُوسرے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا اُسوۂ حسنہ یا آپ کی سُنّت جو قرآن کے منشا کی توضیح و تشریح کرتی ہے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم خُدا کے محض قاصد نہ تھے بلکہ وہ اس کے مقرر کیئے ہُوئے حاکم رہنما اور معلم بھی تھے۔ ان کا کام یہ تھا کہ وہ اپنے قول و عمل سے قانون الٰہی کی توضیح و تشریح کریں۔ اس کا صحیح منشا سمجھائیں۔ اس کے مطابق افراد کی تربیت کریں پھر تربیت یافتہ افراد کو ایک منظم جماعت کی شکل دے کر معاشرے کی اصلاح کی جدوجہد کریں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا پُورا کام جو ۲۳ سال کی پیغمبرانہ زندگی میں آپ نے انجام دیا وہ سُنّت ہے جو قرآن کے ساتھ مل کر حاکم اعلیٰ کے قانون کی تشریح کی تکمیل کرتی ہے اور اسی کا نام اسلامی شریعت ہے۔

بادی النظر میں ایک آدمی مذکورہ صدر حقیقت کو سُن کر یہ گمان

کر سکتا ہے کہ اس صورت میں تو ایک اسلامی ریاست میں قانون سازی کی کوئی گنجائش ہی نہیں۔ کیونکہ یہاں تو قانون ساز صرف خدا ہے۔ لیکن امرِ واقعہ یہ ہے کہ اسلام قانون سازی کی نفی نہیں کرتا بلکہ اسے خدائی قانون کی بالاتری سے محدود کرتا ہے اس بالاتر قانون کے تحت اور اس کے قائم کیے ہوئے حدود کے اندر قانون سازی کی اجازت دیتا ہے۔

قانون سازی کے ماخذ:۔ اب سوال یہ ہے کہ اسلامی قوانین کے ماخذ و مصادر کیا ہیں اور اسلام میں قانون سازی کا طرز و انداز کیا ہے؟

۱۔ قرآن مجید:۔ اسلامی قانون کا سرچشمہ اوّل قرآن ہے۔ یہ اسلامی قانون کا اصل الاصول ہے۔ اسلامی شریعت میں قرآن مجید کو وہی حیثیت حاصل ہے جو ایک دستور کو ہوتی ہے اس میں منصوص احکام اجمالاً بیان کیے گئے ہیں۔

جزئیات و تفاصیل سے اس میں بحث نہیں کی گئی مثلاً صلوٰۃ و زکوٰۃ کا حکم دیا گیا ہے۔ نماز کی کمیّت و کیفیّت اور زکوٰۃ کی شرح مقدار بیان نہیں کی۔ سنّتِ رسولؐ نے اس کی تفصیل بیان کی ہے۔ اسی طرح قرآن نے وفائے عہد کا حکم دیا ہے۔ بیع حلال ہونے اور ربٰو کے حرام ہونے کو بیان کیا گیا ہے۔ مگر وہ تفصیلات نہیں بتائیں۔ جن سے معلوم ہو کہ معاہدات کی وہ کون سی شکلیں ہیں جن کی پابندی ضروری ہے کس قسم کے عہد و پیمان باطل اور فاسد ہوتے ہیں یہی حال بیع اور ربٰو کا ہے کہ بیع اور شراء کے انواع کی تفصیلات قرآن میں موجود نہیں ان تمام تفاصیل کو اس نے سنّت پر چھوڑ دیا ہے۔

معاملات، سیاسی نظم اور اجتماعی زندگی کے متعلق قرآنی نصوص

کے اجمال و اختصار میں لاتعداد مصالح پنہاں ہیں اس لیے کہ قرآنی احکام اس کے مقتضیات و مصالح میں گوناگوں تغیرات ناگزیر ہیں۔ پس ضروری تھا کہ دائرے کے نقطہ کی طرح قرآنی احکام داوامر اپنی جگہ قائم رہتے۔ لیکن اس قیام و ثبات کے باوجود ان میں جمود و تعطل نہ ہوتا بلکہ زمانے کے تغیرات کے ساتھ وہ حرکت پذیر رہتے اور یہ صرف اس صورت میں ممکن تھا جب کہ ان اصول و کلیات پر اکتفاء کیا جاتا جن کے دامن میں قیامت تک کی جزئیات و تفاصیل سمٹی ہوئی ہوتیں۔ اور یہی قرآن نے کیا ہے لہٰذا ہر دور کے مقتضیات و مصالح پر قرآن کے اجمالی نصوص منطبق ہوتے چلے جائیں گے اور شمع درخشاں کی تابانی اپنی جگہ رہے گی اور اس میں زمانہ کی گردش سے نت نئی حقیقتیں نظر آتی رہیں گی۔

مثال کے طور پر قرآن نے سیاست کے باب میں شوریٰ کا حکم دیا ہے۔ مگر اس کی کوئی متعین صورت نہیں بتائی پس شوریٰ کے اس اصول کی رو سے یہ بات ضروری قرار پائی ہے کہ اسلام کی نگاہ میں حکومت کا دار و مدار شوریٰ پر ہونا چاہیئے تاکہ اس میں استبداد کی کارفرمائی نہ ہو کسی فردِ واحد یا کسی خاص گروہ کا تسلط نہ ہونا چاہیئے۔

۲۔ سنتِ رسول ؐ:۔ اسلامی قانون کا دوسرا ماخذ سنتِ رسول ؐ ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قرآنی احکام کو کس طرح نافذ کیا۔ کس طرح اسلام کے تخیل کو عملی جامعہ پہنایا۔ کس طرح اس سوسائٹی کی تشکیل کی جو اس تخیل کا نتیجہ تھی پھر کس طرح اس سوسائٹی کو منظم کر کے ایک سٹیٹ کی شکل دی۔ اور اس سٹیٹ کے مختلف شعبوں کو کس طرح چلا کر دکھایا یہ چیز بہ سنتِ رسول ؐ خدا صلی اللہ علیہ

Marfat.com

وآلہ وسلم سے ہی ہمیں معلوم ہو سکتی ہیں اور انہی کے مدد سے ہم یہ جان سکتے ہیں کہ قرآن کا ٹھیک منشاء کیا ہے۔

ماخذ قانون ہونے میں سُنت کا درجہ قرآن کے بعد اس لئے ہے کہ سُنت قرآن کے اجمال کی تفصیل اور اس کے اشکال کی توضیح و تفسیر ہے لیکن یہ امر بھی پیش نظر رہے کہ قرآن سے دُوسرے مرتبہ پر ہونے کے باوجود ایک جہت سے سنت بجائے خود ایک مستقل ماخذ تشریع ہے کیونکہ سنت میں ایسے احکام بھی وارد ہُوئے ہیں، جو قرآن میں مذکور نہیں۔

مزید برآں قرآن مجید صاف و صریح الفاظ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خدا کی طرف سے مقرر کیا ہُوا معلّم، مربی، پیشوا، رہنما شارح کلام اللہ، قاضی اور حاکم و فرماں رواء قرار دے رہا ہے اور حضُور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے یہ مناصب اس کتاب پاک کی رُو سے منصب رسالت کے اجزائے لاینفک ہیں۔ کلام الٰہی کی یہی تصریحات ہیں جن کی بناء پر صحابہ کرام کے دَور سے لے کر آج تک تمام مسلمانوں نے بالاتفاق یہ مانا ہے کہ مذکورہ بالا تمام حیثیات میں حضُور علیہ السّلام نے جو کام کیا ہے وہ قرآن کے بعد دُوسرا ماخذ قانون ہے۔

۳۔ اجماع :۔ اسلامی قانون کا تیسرا ماخذ اجماع ہے اجماع کی تعریف میں علماء کے اقوال مختلف ہیں، امام شافعی کے نزدیک اجماع اس چیز کا نام ہے کہ "ایک مسئلے میں تمام متفق ہوں اور کوئی ایک قول بھی اس کے خلاف نہ پایا جاتا ہو" ابن جریر طبری اور ابوبکر رازی کی اصطلاح میں اکثریت کا قول بھی اجماع ہے امام احمد بن حنبل رح

مسئلے میں یہ کہتے ہیں کہ ہمارے علم میں اس کے خلاف کوئی قول نہیں ہے تو اس کا مطلب یہ لیا جاتا ہے کہ امام صاحب موصوف کے نزدیک اس مسئلے میں اجماع ہے۔ اجماع کی حجیت ایک مسلّمہ امر ہے۔ جس بات میں اختلاف ہے وہ اجماع کا وقوع و ثبوت ہے۔ خلافتِ راشدہ کے دور میں چونکہ نظمِ جماعت قائم اور شوریٰ پر مبنی تھا۔ اس لیے اس دور کے اجماعی فیصلے تو معتبر روایات سے ثابت ہیں لیکن بعد کے ادوار میں جب نظامِ جماعت درہم برہم اور شوریٰ کا طریقہ ختم ہو گیا۔ تو یہ معلوم ہونے کا کوئی ذریعہ باقی نہ رہا کہ کس امر پر اجماع منعقد ہوا ہے اور کس چیز پر نہیں۔

اسی بناء پر خلافتِ راشدہ کا اجماع تو ناقابلِ انکار مانا جاتا ہے مگر بعد کے ادوار میں اجماع کے دعوے کو ثابت کرنا بڑا مشکل ہے عام طور پر یہ جو مشہور ہے کہ امام شافعیؒ یا امام احمد بن حنبلؒ سرے سے اجماع کے وجود ہی کے منکر تھے یا کسی دوسرے امام نے اس کا انکار کیا ہے یہ سب کچھ اس بات کو نہ سمجھنے کی وجہ سے ہوا جو اوپر بیان کی گئی ہے امام شافعیؒ نے اس مسئلے پر مفصل بحث کر کے یہ سمجھایا ہے کہ دنیائے اسلام کے پھیل جانے اور جگہ جگہ اہلِ علم کے منتشر ہو جانے اور نظامِ جماعت درہم برہم ہونے کے بعد اب کسی جزوی مسئلہ کے متعلق یہ معلوم کرنا مشکل ہو گیا ہے کہ اس میں تمام علمائے کے اقوال کیا ہیں۔ اس لیے جزئیات میں اجماع کا دعویٰ کرنا مشکل ہے البتہ اسلام کے اصول و ارکان کے بارے میں ضرور کہا جا سکتا ہے کہ ان پر اجماع ہے۔

بعض علماء نے کہا ہے کہ اجماع کے معنی یہ ہیں کہ کسی حکم پر تمام علمائے مسلمین متفق ہو جائیں" اور جب کسی حکم پر تمام اُمت کا اجماع ہو جائے تو کسی شخص کے لیئے انکار کی گنجائش نہیں رہتی کیونکہ پوری اُمت کبھی ضلالت پر متفق نہیں ہو سکتی۔ لیکن بہت سے مسائل ایسے ہیں جن کے متعلق بعض لوگ یہ گمان کرتے ہیں کہ ان میں اجماع ہے حالانکہ دراصل اجماع نہیں ہوتا بلکہ دُوسرا قول راجح ہوتا ہے۔

۴۔ قیاس :۔ ایسے معاملات جن کے بارے میں شریعت نے کوئی حکم نہیں دیا مگر ان سے ملتے جلتے معاملات کے بارے میں وہ حکم دیتی ہے اس دائرے میں قانون سازی کا عمل اس طرح ہوگا کہ احکام کی علتوں کو ٹھیک ٹھاک سمجھ کر ان تمام معاملات میں ان کو جاری کیا جائے گا جن میں وہ علتیں فی الواقع پائی جاتی ہوں اس کو قیاس کہتے ہیں۔

فقہی احکام کے اثبات کے قیاس کا مرتبہ کتاب و سُنت اور اجماع کے بعد ہے لیکن یہ اپنے دائرہ اثر کے لحاظ سے اجماع کے مقابلہ میں کہیں زیادہ وسیع ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ جزئیات و تفاصیل کے باب میں کتاب و سنت کی تصریحات محدود ہیں اور زیادہ تر اصول و کلیات ہیں۔ ادھر زمانہ روز بہ ترقی ہے۔ حالات بدلتے جا رہے ہیں۔ زمانہ ہر نئی گردش کے ساتھ نت نئے تقاضے لے کر سامنے آتا ہے اس لیے زندگی کے مسائل و معاملات سے عہدہ برآ ہونے اور ان سے متعلق شرعی احکام کی تشخیص و تعین کے لیے سوائے قیاس کے اور کوئی چارۂ کار نہیں ہے۔ نظریں نئے پیش آمدہ مسائل سے متعلق فروعی احکام کے ثبات کے لیے قیاس اسلامی قانون کا ایک وسیع الاثر ماخذ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جناب فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے ایک مکتوب کے ذریعے حضرت ابو موسیٰ اشعری کو لکھا تھا "تمہارے دل میں جب کسی معاملہ

Marfat.com

کے متعلق کھٹک ہو جس کا کوئی حکم کتاب و سنت میں موجود نہ ہو تو اپنے فکر و نظر کو کام میں لاؤ اور واقعہ کے سارے پہلوؤں کو اچھی طرح سمجھ کر بنظر غائر جائزہ لو پھر ان کے اشباہ و نظائر کو تلاش کرو اس کے بعد ان نظائر کو سامنے رکھ کر قیاس کرو۔"

کتاب و سنت پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جہاں احکام کے متعلق نصوص وارد ہیں وہاں ان کی علت و غایت کو بیان کر دیا گیا ہے ایسا کیوں ہے؟ اس کی وجہ یہی تو ہے کہ ہر زمانے میں ان احکام کو اشباہ و نظائر کی حیثیت سے ملحوظ رہنا تھا۔ ارتقائے زمانہ کی بناء پر لازماً ہر دور میں قیاس سے سابقہ پیش آنا تھا۔ اس لیے کتاب و سنت نے بیان احکام پر اکتفاء نہیں کیا بلکہ ان کی علت و غایت کا تذکرہ کر کے قیاس کا دروازہ کھول دیا ہے تاکہ منصوص کے ساتھ غیر منصوص کا الحاق کیا جا سکے اور اشتراک علت کی بناء پر از روئے قیاس غیر منصوص کا بھی وہی حکم قرار دیا جائے جو منصوص کا بیان ہُوا ہے۔

فقہ اسلامی میں قیاس کی مثالیں بے شمار ہیں کتاب و سنت میں چیزوں کی خرید و فروخت کے متعلق بکثرت احکام وارد ہُوئے ہیں اس کے مقابلہ میں اجارہ (کرایہ پر دینا) سے متعلق بہت کم احکام ہیں۔

فقہاء نے ان احکام کو بیع و شراء پر قیاس کیا ہے کیوں کہ اجارہ بھی ایک طرح کی بیع ہے اور دونوں کی علت ایک ہے اس سے واضح ہوتا ہے کہ اسلامی قانون میں قیاس کو کیا اہمیّت حاصل ہے امام شافعیؒ کے شاگرد رشید امام مُزنی نے بڑے بلیغ انداز میں قیاس کی اہمیت واضح کی ہے فرماتے ہیں " عہد نبویؐ سے عصر حاضرہ تک تمام فقہاء نے زندگی کے ان سارے معاملات میں قیاس سے کام لیا ہے جن کے لیے دینی احکام کے

اثبات اظہار کی ضرورت پڑی۔ لہٰذا قیاس سے انکار کی گنجائش نہیں کیونکہ قیاس کا مفاد اس کے سوا کیا ہے کہ وہ ان امور پر روشنی ڈالتا ہے جن سے کتاب وسنت خاموش ہے"۔

قانون سازی کا یہ سارا عمل جو اسلام کے قانون نظام کو متحرک بناتا اور زمانے کے بدلتے ہوئے احکام کے ساتھ ساتھ اس کو نشوونما دیتا چلا جاتا ہے ایک خالص علمی تحقیق ہی کے ذریعے انجام پا سکتا ہے اور اسی کا نام اسلامی اصطلاح میں اجتہاد ہے اصطلاحاً اجتہاد سے یہ معلوم کرنے کی کوشش مراد ہے کہ مسئلہ زیر بحث میں اسلام کا حکم یا اس کا منشاء کیا ہے۔ اجتہاد کا مقصد چونکہ اسلامی قانون کو ٹھیک ٹھاک سمجھنا اور اس کے قانونی نظام کو زمانہ کی رفتار کے ساتھ ساتھ متحرک کرنا ہے اس لیے ہر شخص اجتہاد کا اہل نہیں ہو سکتا بلکہ اس کے لیے گہری اہلیت وصلاحیت اور اسلامی قانون میں زبردست مہارت وبصیرت کی ضرورت ہے۔

Marfat.com

مصنف کی دیگر تصانیف

(۱) باطل اپنے آئینے میں

اس کتاب کا دوسرا نام "ایٹم بم" ہے جس نے تمام باطل فرقوں کے چھکے چھڑا دیئے ہیں۔ اس کتاب میں ثابت کیا گیا ہے کہ دیوبندیوں، غیر مقلدوں، شیعوں اور جماعت اسلامی کی گستاخانہ عبارات کسی طرح بھی مرزائیوں کی گستاخانہ عبارات سے کم نہیں۔ یہ وہ کتاب ہے جس کو کئی دیوبندی پڑھ کر صحیح العقیدہ سنی بن گئے ہیں۔ اس کتاب کا ہر سنی مسلمان کے پاس ہونا از حد ضروری ہے۔
یہ کتاب واعظین حضرات کے لئے ایک عظیم علمی سرمایہ ہے۔

(۲) بدر الکبریٰ

فلسفہ جہاد پر نہایت مدلل اور مبسوط کتاب جس میں واقعہ غزوہ بدر کے ساتھ ساتھ کئی اہم مسائل پر بھی سیر حاصل تبصرہ کیا گیا ہے۔ یہ کتاب تمام تعلیم یافتہ دینی ذوق رکھنے والے احباب کے لئے ایک قیمتی سرمایہ اور باعث سکونِ قلب ہے۔ اس کتاب کا ہر مسلمان کے پاس ہونا لازمی ہے۔

کتاب التنویر فی خصائص السراج المنیر

سرکارِ دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم کی محبت عین ایمان ہے۔ جو ہر عبادت کی روح ہے۔ یہی سرمایہ مومن کے لئے راحت جان ہے۔ اب

Marfat.com

کے فضائل، کمالات اور خصائص کے مطالعہ سے مومن کے دل میں عشقِ رسول صلے اللہ علیہ وسلم کا دریا موجزن ہوتا ہے۔ اس مقصد کی تکمیل کے لئے اس کتاب کا ہر مسلمان خصوصاً ہر واعظ کے پاس ہونا ضروری ہے۔

(۴) فلسفہ ارکانِ خمسہ

اس کتاب میں کلمہ طیبہ، نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج کی حکمتیں فلسفہ اور فوائد بیان کئے گئے ہیں۔ غافلوں کو تنبیہ کرنے والی، بے عملوں کو عمل کی طرف راغب کرنے والی۔ نماز سے جی چرانے والوں کو پابندِ نماز بنانے والی، فرائض میں کوتاہی کرنے والوں کو ادائیگی فرائض کی طرف مائل کرنے والی بے مثل کتاب فلسفہ ارکانِ خمسہ ہے۔

ملنے کا پتہ

۱۔ جامع مسجد غوثیہ خضریٰ گلبرگ پشاور

۲۔ مکتبہ فریدیہ جناح روڈ ساہیوال

۳۔ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

۴۔ مکتبہ نبویہ گنج بخش روڈ لاہور

۵۔ نوری رضوی بک ڈپو خانیوال ضلع ملتان۔